خطبات

آل انڈیا سنی کانفرنس

۱۹۲۵ء تا ۱۹۴۶ء

محمد جلال الدین قادری

مکتبہ رضویہ گجرات

میثم قادری

خطباتِ

آل انڈیا سُنّی کانفرنس

سنہ ۱۹۲۵ء ــــ تا ــــ سنہ ۱۹۴۷ء

دو قومی نظریہ اور تحریکِ پاکستان میں عُلمائے
اہلِ سُنّت کے اجتماعی کردار کی تاریخی دستاویز،

محمّد جلال الدّین قادری

مکتبہ رضویّہ ۰ گجرات

کتاب ــــــــــــ خطباتِ آل انڈیا سُنّی کانفرنس

مرتب ــــــــــــ محمد جلال الدین قادری

کتابت ــــــــــــ سعید احمد

پروسس ــــــــــــ حافظ پروسس، چوک انارکلی، لاہور

صفحات ــــــــــــ ۳۴۸

طباعت بار اوّل ــــــــــــ شوال المکرم ۱۳۹۸ھ، ستمبر ۱۹۷۸ء

تعداد ــــــــــــ ایک ہزار

ناشر ــــــــــــ مکتبہ رضویہ، گجرات

مطبع ــــــــــــ پرنٹکس، دربار مارکیٹ، لاہور

قیمت ــــــــــــ ۲۱ روپے

ملنے کا پتا

۱ مکتبہ رضویہ، ریلوے روڈ۔ گجرات

۲ شرکت حنفیہ (لمیٹڈ) گنج بخش روڈ۔ لاہور

۳ رضا پبلی کیشنز، مین بازار داتا صاحب۔ لاہور

۴ عظیم پبلی کیشنز، پوسٹ بکس نمبر ۱۹۹۶، لاہور

فہرست

انتساب

غیر منقسم ہندوستان میں ہندو اکثریت کے صوبوں کے اُن کروڑوں
فرزندانِ توحید کے نام — جنہوں نے یہ جانتے ہُوئے
بھی کہ پاکستان کی آزاد ہواؤں میں وُہ ایک سانس بھی
نہ لے سکیں گے، محض اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ
علیہ وسلم کی رضا، اسلام کی نشاۃِ ثانیہ اور اپنے مسلمان
بھائیوں کے لیے آزاد وطن کے حصول کے لیے برہمنی
سامراج کی غلامی کی زنجیریں پہننا قبول کیں۔

٧٨٦

ھوالقادر
تارکا پتہ:۔ دبدبۂ سکندری رامپور اسٹیٹ

خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے
بظل حمایت سلطان کونین تاجدار دارین سرکار مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا

ھوالمعین
رجسٹرڈ حرف اے نمبر ١٥

نواب الحاج سر سید کلب علیخاں بہادر خلد آشیاں کی علمی یادگار

دبدبۂ سکندری "رامپور"

قیمت ۲/

سُنی کانفرنس
کو اپنی زندگی کے ہر موقع پر یاد رکھئے جو آپ کی مذہبی و دنیوی ترقیات کی واحد ضامن ہے اس کی کتاب دیکھ کر آپ اپنا نظام حیات مرتب کر لیجئے تو فلاح و بہبود دارین کے ہم کنار ہونگے

علم ریش رامپور سکہ بہ ہر ماہ زد
ترک سپہر بر درش لبستہ کر بہ چاکری
گشت زطبع ہر خبر نظم و نسق زیادہ تر
شہر بشہر دور کرد رعب و جلال حیدری
دال بائے دفاع است معبود گفتہ ذکر
سلطوت شاہ ما شود دبدبۂ سکندری
سنہ ١٢٨٣ھ

سنہ ١٢٨٣ھ میں جاری ہوا

سنہ ١٨٦٦ء سے چھپتا ہے

قیمت سالانہ } والیان ریاست سے پچاس روپے
امراء و بزرگان قوم و دوستوں سے بارہ روپے

مالک و مدیر محمد فضل حسن صابری

چندہ سالانہ } عام قیمت چھ روپے سادات کرام و علمائے اعلام سے پانچ روپے ممالک غیر سے ایک پونڈ

نمبر ٣٢/٣٣ | مطبوعہ ٨ ؍ رمضان مبارک سنہ ١٣٦٥ھ مطابق ١٦ ؍ اگست سنہ ١٩٤٦ء یوم مبارک جمعہ | جلد ٨٤

کیفستان

میرا بھی کبھی کاش مدینے میں گذر ہو

(از جناب مولانا غلام رسول صاحب نشاط سیمابی مقیم حال مسجد کشتواڑ کشمیر)

میرا بھی کبھی کاش مدینے میں گذر ہو
اس ارض مقدس پہ کوئی دن تو بسر ہو

آنکھیں ہوں مری اور وہ طیبہ کا نگر ہو
اور شام و سحر گنبد خضرا پہ نظر ہو

آ جائے مدینے کو میں وہ حال سناؤں
جس میں کہ جبر سوز دل و درد جگر ہو

آ حشر رہوں در پہ شہنشاہ امم کے
دوزخ کی سبے اور نہ جنت کی خبر ہو

روضے کی زیارت سے سحر کی مجھے پائے
اس در کی گدائی کا شرف شام و سحر ہو

جب نور الٰہی سے بنے روئے محمد
پھر کیوں نہ تجلی شمس ہو شرمندہ قمر ہو

جس دل میں ذرا سی بھی عداوت ہو نبی کی
اس دل کے مقدر میں نہ کیوں نار سقر ہو

اے شاہ عرب فخر عجم سرور عالم
امت کے زبوں حال پہ بھی ایک نظر ہو

کھل جائے نشاط آج ترا غنچۂ امید
اس شاہ امم کی نگہ لطف اگر ہو

کیا تازہ بہاریں لائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس

جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے عظیم الشان حالیہ اجلاس میں

حضرت ناصر الاسلام مولانا محمد عبد السلام قادری باندوی ناظم تبلیغ آل انڈیا سنی کانفرنس نے اپنی تقریر دلپذیر کے بعد یہ نظم سنائی جو نعرہ ہائے تکبیر و زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے مقبول ہوئی جس کو حضرت ناصر الاسلام نے دبدبۂ سکندری میں اشاعت کیلئے ارسال فرمایا ہے اور وہ بجنسہٖ پیش کیجاتی ہے۔

کس گل کی چمن آرائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
کیا تازہ بہاریں لائی ہے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس

گلزار سنن شاداب ہوا، الفت کا چمن آباد ہوا
ہر گل میں تری رعنائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس

کلفت کی شب تاریک گئی، فرحت کا سہانا وقت آیا
کیا صبح مسرت لائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس

سنی میں توانائی آئی اور مردہ دلوں میں جان آئی
اعجاز مسیحا لائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس

جذبات کی دنیا جاگ اٹھی ایمان کی کھیتی لہلہا رنگ لائی

وہ مہر درخشاں لائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
جس کا ہے نصب العین قرآں وہ چاہئے اس کو پاکستان

وہ جذبۂ دینی پائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
آ فوج میں اس کی داخل ہو اور توڑ دے قلعۂ باطل کو

قربان جہاد کا لائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
کرنے عملی ہنگامہ بپا، ہو سنی اسیر جہاں سے فدا

مدت میں میسر آئی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
اولاد غوث صمدانی ہیں، صدر محدث جیلانی ہیں

جن پر کہ بدل شیدائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
صدر الافاضل فخر العلماء ناظم اعلیٰ اس کے ہیں

ان سے ہی ظہور میں آئی ہے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس
ہیں مفتی اعظم بھی شامل، احمد کی رضا خود ہے حاصل

فیض رضوی بھی پائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
اور شیر سیاست ناظم نشر مولانا عبد الحامد سا

جذبات کا عالم پائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
ہیں صدر شریعت جلوہ فگن اور پیر طریقت منوا فگن

اِن سے بڑی قوت پائی ہے، آل انڈیا سنی کانفرنس
سجادۂ اجمیری خواجہ سلطان الہند سے یہ زیادہ

معراج ترقی پائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
ہیں چاروں سلاسل کے شامل ہے فیض اسے ان کا حاصل

اور قادری قدرت پائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
امداد سے جملہ مشائخ کی شرکت سے ہزاروں علما کی

ہر گوشۂ ہند میں چھائی ہے، آل انڈیا سنی کانفرنس
الحاد کی ظلمت دور ہوئی، بے دینی کی کافور ہوئی

اللہ نے جب چمکائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
کہتا ہے سلام خستہ جگر ہو جاؤ جمع سب سنت پر
پیغام شریعت لائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس

عرض مرتب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

پاکستان کے تخیل اور اس کے قیام کی جدّوجہد کے پیچھے مسلمان قائدین، مفکرین اور مجاہدین کی صدیوں پر محیط کاوشیں اور قربانیاں شامل تھیں. عظمت رفتہ کی یاد، قوم کے مستقبل کو سنوارنے اور مسلمانوں کے قومی تشخص کو بحال کرنے کا جذبہ ان کے سینوں میں موجزن رہا. عامتہ الناس کی طرف سے اپنی درخشندہ روایات سے روگردانی علماء ومشائخ کا سوزِ جگر بن گئی مسلمانوں کی تاریخ، روایات، نظریات، جذبات اور احساسات دب کر رہ گئے. قوم کی بے حسّی نے اکابر کو تڑپا دیا.

برصغیر کی تاریخ میں قدم قدم پر منافقانہ ذہنیت اپنا کام کرتی نظر آتی ہے، مسلمانوں کی سماجی، معاشی اور سیاسی حق تلفی ایک روایت بن گئی، ان ناگفتہ بہ حالات میں وسائل سے محرومی مسلمانوں کے لئے زندگی ایک سوالیہ نشان بن کر رہ گئی. سوراج اور اتحاد کے روپ میں مسلمانوں سے مذہبی شعار چھڑائے گئے. ان ہی حالات میں قومی جدّوجہد کی شمع روشن کرنے والوں میں علماء وصوفیاء پیش پیش رہے. غیر ملکی اقتدار سے نجات حاصل کرنے میں شجاعت وعزیمت کا مینار یہی گروہ رہا. وطن دشمن غداروں کے بہروپ کو اتارنے کا تلخ فریضہ انہوں نے ہی ادا کیا.

ان پیکرانِ عزم واستقلال کی داستان جہدِ مسلسل سے عبارت ہے. ان کا جذبہ وقتی نہ تھا، ترک موالات، ہجرت، عدم تعاون وغیرہ تحریکات میں مسلمانوں نے کھویا زیادہ اور پایا کم. ان جذباتی تحریکات کا فائدہ متعصب ہندو کو پہنچا. ویسے یہ تحریکات جس کرّوفر سے شروع ہوئیں، اسی رفتار سے ابدی نیند سوگئیں. نورِ فراست رکھنے والے اکابر ہمیشہ ان وقتی اور جذباتی تحریکوں میں غلطیوں کی نشان دہی کرتے رہے، ان کے عزائم اور مقاصد کسی وقتی مصلحت کے تابع نہ ہوئے. رشد وہدایت کے یہ مینار ہمیشہ روشنی دیتے رہے. نبی کے یہ

دیوانے ایسے فرزانے ثابت ہوئے کہ تاریخ نے ان کی عظمت کا لوہا مانا۔

ایک خاص ذہن کے حامل ـــــ آزادی کی کہانی لکھنے والوں نے نہ جانے کس مصلحت کے تحت ہمیشہ صوفیائے کرام اور علمائے عظام کے کردار کو مسخ کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ تعصب و عناد کی رَو میں بہہ کر انصاف کا دامن چھوڑنے والوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کا یہ عمل بھی تاریخ محفوظ کر رہی ہے۔

مسلمانانِ برصغیر کی سیاسی راہنمائی کیلئے مسلم لیگ کا وجود ایک نعمت کا درجہ رکھتا تھا، لیکن مسلمان کی زندگی میں سے مذہب اور سیاست کو الگ الگ نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ مسلمانوں کی راہنمائی کے لئے مختلف مذہبی، تعلیمی، اصلاحی اور سیاسی تنظیمیں قائم ہوئیں وہر ایک کا جُدا جُدا مزاج تھا اور کام بھی جُدا جُدا۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ مسلمانوں کی ایک ایسی تنظیم ہو، جو مسلمانوں کے تمام شعبہ ہائے زندگی میں راہنمائی کر سکے، اس کے پاس ہر مشکل کا حل ہو، مساجد کے محراب و منبر ہوں یا سیاست کا پُر خطر راستہ، تبلیغ کا وسیع میدان ہو یا تنظیم کی دشوار گزار منزل، غرضیکہ اس کے دائرہ کار سے زندگی کا کوئی گوشہ خارج نہ ہو۔ ان ہی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اکابر اہلِ سُنّت نے ۱۹۲۵ء میں ایک تنظیم قائم کی، جو ان کے خلوص اور استقلال سے ایک ملک گیر تنظیم کی صورت اختیار کر گئی۔ اس عظیم جماعت کا نام "آل انڈیا سُنّی کانفرنس" رکھا گیا، اسے "جمہوریہ عالیہ اسلامیہ" بھی کہا جاتا تھا۔

"آل انڈیا سُنّی کانفرنس" جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، سوادِ اعظم (اہلِ سُنّت) کی تنظیم کا نام ہے۔ سُنّی کانفرنس کے اکابر کی عزیمت و ہمت کی داستان تاریخ کا ایک سنہری باب ہے۔ اس کی پُرجوش حمایت سے مسلم لیگ کا پاکستان حاصل کرنا اس کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔ "سُنّی کانفرنس" کے عمائد کی انتھک کوششوں سے پاکستان کی منزل انتہائی قریب آگئی تھی۔ کانگریس اور اس کے حلیفوں کا ناقابلِ تسخیر قلعہ ـــــ اکھنڈ بھارت ـــــ ان ہی حضرات کے تعاون سے زمین بوس ہوا۔

اگرچہ مخالفین نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مغالطوں اور غلط بیانیوں کے انبار لگا دیئے تاکہ اصلیت، صداقت اور حقائق عام نگاہوں سے پوشیدہ رہیں لیکن پھر بھی عزم و عمل

کی یہ داستان فاضل مؤرخین کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہ سکی اور انہوں نے اپنی تصانیف میں اس داستان کا ذکر مختصراً پیش کیا ہے۔ مثلاً "تاریخ نظریہ پاکستان" میں پیام شاہجہان پوری نے اور "تحریک و تاریخ پاکستان" میں پروفیسر شیخ محمد رفیق، پروفیسر سیّد مسعود حیدر بخاری اور پروفیسر نثار احمد چوہدری نے۔

مجھے مورخ ہونے کا قطعی دعویٰ نہیں اور نہ حُسنِ تحریر کا انداز رکھتا ہوں۔ ہاں تاریخ کا ایک طالب علم ضرور ہوں اور سینہ میں اسلاف کی عظمت جاگزیں ہے۔ "خطباتِ آل انڈیا سُنّی کانفرنس" کی تدوین و ترتیب دراصل اس ناانصافی کے ازالے کی ایک کوشش ہے، جو اپنوں کی کوتاہی اور غیروں کی جانبداری کی وجہ سے "تاریخ" بن گئی۔ میں نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ مختلف کتب تواریخ و سوانح مستند دستاویزات، قدیم رسائل و اخبارات سے مختصر اور موزوں مواد جمع کر دوں۔

"آل انڈیا سُنّی کانفرنس" کی مفصل اور مکمل تاریخ مرتب کرنے میں ایک عرصہ سے معروف ہوں۔ یہ ایک طویل اور کٹھن کام ہے۔ مواد کی کمی یا اس کی وسعت کام کی رفتار پر اثر انداز رہی ہے۔ اس طویل عمل سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایک وقت درکار ہے لیکن حالات کی بیکار مزید مہلت دینے کے لئے تیار نہیں۔ اس کے لئے یہ صورت نکالی کہ "آل انڈیا سُنّی کانفرنس" کی تاریخ مرتب ہونے تک اکابر اہلِ سُنّت کے وہ خطبات شائع کر دیئے جائیں جو مختلف اوقات میں سُنّی کانفرنس کے اسٹیجوں پر پڑھے گئے۔ اس سے دو طرفہ فائدہ ہوگا۔ متعصب اور معاند کے لئے یہ خطبات "تازیانہ عبرت" ہوں گے اور حقیقت پسند کے لئے "باعث مسرت"۔ آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے اکابر کی مختلف سرگرمیوں کو جمع کرنے کے علاوہ یہ امر بھی باعث مسرت ہے کہ اس وقت تک تقریباً ایک سو پچیس اجلاسوں کی کارروائی دستیاب ہو چکی ہے، جو "آل انڈیا سُنّی کانفرنس" کے زیرِ اہتمام برصغیر کے گوشہ گوشہ میں منعقد ہوئے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کے اس کثیر تعداد میں اجلاس ــــــ اس کی ہمہ گیری پر دلالت کرتے ہیں۔ ان اجلاسوں سے جو اثرات مرتب ہوئے وہ انشاء اللہ العزیز آپ "تاریخ آل انڈیا سُنّی کانفرنس" میں ملاحظہ کریں گے۔

خطبات کی ترتیب و تدوین کا انحصار بظاہر میری انفرادی کوششوں کا نتیجہ ہے مگر حقیقت

میں میرے متعدد کرم فرماؤں کے تعاون اور حوصلہ افزائی کا مرہون منت ہے۔ اس سلسلہ میں مکرمی حکیم محمد موسیٰ امرت سری، صدر مرکزی مجلس رضا، لاہور کی راہنمائی مجھے منزلِ مقصود تک لے آئی۔ مواد کی فراہمی میں حکیم صاحب موصوف کی کوششیں سب سے زیادہ ہیں۔ اسی سلسلہ میں محترم پروفیسر محمد ایوب قادری، ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مولانا الحاج پیر غلام قادر اشرفی، مولانا غلام محمد سہروردی، مولانا محمد فاروق درگاہی، گجراتی، جناب سیّد نور محمد قادری، محترمہ بیگم پروین آف مانکی شریف، جناب محمد صادق قصوری، مولانا مظفر اقبال رضوی، مولانا غلام مرتضیٰ اور مولانا حافظ محمد عبدالکریم قادری (ملفت گنج، بنگلہ دیش) کا تعاون ہمت افزا ہے۔ عزیزی الکرم مفتی محمد علیم الدین، مولانا محمد عالم نقشبندی، مولانا صاحبزادہ محمد حبیب اللہ نعیمی، جناب محمد رفیق خاں، مولانا غلام محی الدین اور جناب مختار احمد منہاس کے مفید مشورے میرے لئے مفید ثابت ہوئے، اور اس سلسلے میں عزیزی ظفر اقبال نیازی کا تعاون بھی ایک نادر اور قابلِ ذکر مثال ہے۔ جملہ اراکین، مرکزی مجلس رضا کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے، اس لئے کہ اہل سُنّت کے فاضل نوجوانوں کو تالیف و تصنیف کے میدان میں کھڑا کرنے کا سہرا اسی فعال ادارے کے سر بندھتا ہے۔

مَیں اپنے تمام کرم فرماؤں کے پُرخلوص جذبات کے لئے شکریہ کے رسمی الفاظ میں ادا کرنے کی جسارت بھی نہیں کر سکتا۔ رب العزت کی بارگاہِ عالیہ میں دُعا ہے کہ وہ ان کی مساعیٔ جمیلہ کو قبول فرمائے۔ آمین!

اس کتاب میں شامل مواد زیادہ تر "دبدبۂ سکندری" رام پور سے لیا گیا ہے۔ اس پرچہ کو تحریکِ پاکستان کے دور میں خصوصی اہمیت حاصل تھی یہاں تک کہ اس کی ملّی خدمات سے متاثر ہو کر مولانا ظفر علی خاں صاحب نے یہ شعر کہا تھا ؎

جس نے سکھائی ہے ہمیں رسمِ رہِ قلندری
ہے وہ صحیفہ مبیں دبدبۂ سکندری[۱]

محمّد جلال الدّین قادری عفی عنہ
سرائے عالم گیر
یکم شعبان ۱۳۹۸ھ، ۷ جولائی ۷۸ء

---

[۱] دبدبۂ سکندری شمارہ ۱۲ اپریل ۱۹۴۶ء ص ۸

پاکستان اور سُنّی علماء و مشائخ

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ برصغیر کی مسلم آبادی کا اسّی فیصد اہل سنّت وجماعت پر مشتمل ہے اور جب کبھی بھی اسلام کے خلاف سازش کی گئی سُنّی علماء و مشائخ نے اس کا مقابلہ اپنا مذہبی فریضہ سمجھا۔ سن ستاون کی جنگ آزادی شروع سے آخر تک علماء و مشائخ کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ اس جنگ میں علماء و مشائخ اہلِ سنت کے فتویٰ جہاد نے وہ کام کیا، جو بڑی بڑی عسکری قوتوں سے ناممکن تھا۔ اسیر جزیرہ انڈمان مولانا فضل حق خیر آبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا کفایت علی کافی شہید مرادِ آبادی، مولانا سید احمد اللہ شہید مدراسی، مولانا فیض احمد عثمانی، مولانا وہاج الدین مرادِ آبادی، مولانا رسول بخش کاکوروی، مفتی صدر الدین دہلوی علیہم الرحمۃ والرضوان اور ان کے احباب وتلامذہ اکابر سُنّی علمائے ربانیین فرنگی سامراج بے ... ئے۔ اسلام کے تحفظ کے لئے جان عزیز کی بازی لگاکر شمع حریت کو ابدی تابانی بخشی اور انگریز کے خلاف "سب سے پہلی تحریک آزادی" کا سنگ بنیاد رکھا، جو تاریخ میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے نام سے مشہور ہے۔ آزادی کی یہ جنگ سُنّی علماء و مشائخ کے جذبہ اسلامی اور خدمت دینی کا ایک روشن باب ہے۔ بعد میں رونما ہونے والی تمام تحاریک کو اسی تحریک آزادی کے سلسلہ کی کڑیاں اور جذبہ حریت کے اس عظیم مینار

ایک ملک گیر تحریک کی صورت اختیار کر گئی ـــــــ اور یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ مولانا احمد رضا بریلوی نے ۱۸۹۷ء میں "دو قومی نظریہ" کا جو تصور پیش کیا، وہ ہندو مسلم اتحاد کے بطلان پر ایک عظیم تاریخی دستاویز ہے۔ اسی موقف کی روشنی میں مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، علامہ اقبال اور قائد اعظم کے لئے ایک اسلامی ریاست کا مطالبہ کرنے کی راہ ہموار ہوگئی۔ پاکستان کے قیام اور دو قومی نظریہ کی اشاعت کے لئے سواد اعظم اہلِ سنت کے علماء و مشائخ اور عام مسلمانوں نے جان کی بازی لگا دی۔ [1]

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ "پاکستان" صرف مسلم لیگ نے بنایا، مگر یہ بات ذرا

---

[1] برصغیر کی آزادی کے لئے جمعیت العلماء ہند کے اکابر نے بھی انگریزوں کی مخالفت کی۔ مگر ان کے نزدیک حاصل ہونے والی آزاد حکومت، اسلامی حکومت نہ تھی۔ بلکہ لادینی ریاست (سیکولر اسٹیٹ) بنانا مقصود تھی۔ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند استاذ العلماء مولوی حسین احمد صاحب اپنی کتاب نقش حیات ج ۲، ص ۱۸ پر لکھتے ہیں:-

"سید صاحب (سید احمد بریلوی) کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان سے انگریزی تسلط و اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا جس کے باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے اس بنا پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی اور اس میں صاف صاف انہیں بتا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے پردیسی لوگوں کا اقتدار ختم کر دینا ہے۔ اس کے بعد حکومت کس کی ہوگی؟ اس سے آپ کو غرض نہیں ہے، جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے، ہندو ہوں یا مسلمان یا دونوں وہ حکومت کریں گے۔"

آزاد ریاست کا یہ مفہوم "آزاد اسلامی ریاست" کے تصور سے کتنا دور ہے۔ فیا للعجب

تفصیل طلب ہے۔ اس کے لئے ہمیں ۱۹۴۰ء میں منظور کی جانے والی قرارداد ـــــــ "قرارداد لاہور"، جسے بعد میں قرارداد پاکستان کا نام ملا، پر غور کرنا ہوگا۔ قرارداد کے پہلے کے حالات اور بعد کے واقعات کا تجزیہ کرنا ہوگا۔

تاریخ اس امر کی شہادت پیش کرتی ہے کہ مسلمانوں کی کوئی تحریک اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی اور نہ اپنے اندر آفاقیت پیدا کر سکتی ہے جب تک اسے مذہبی رہنماؤں کی تائید حاصل نہ ہو۔ "خوارج" کی ابتدا سے لے کر "قادیانیت" کی صورت میں ختم نبوت کے انکار تک، تمام واقعات اس دعویٰ کی تصدیق کے لئے موجود ہیں اس طرح کوئی قرارداد، بالخصوص جب کہ وہ سیاست سے متعلق ہو، برسوں کی جدوجہد کا نتیجہ ہوتی ہے۔ قرارداد کے پس منظر میں بے شمار واقعات اس کے محرکات ہوتے ہیں، انہیں محرکات کے باعث نظریات قائم ہوتے ہیں، یہی نظریات، مطالبات کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر نظریات میں صداقت ہو اور مطالبات میں جان ہو تو وہی نظریات اور مطالبات "تحریک" کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور مذہبی تائید اس تحریک کو منزلِ مقصود تک پہنچا دیتی ہے۔ صرف نظریہ کی بنیاد پر منزل کا حصول۔ دیوانے کی بڑ معلوم ہوتی ہے۔ مگر صدق و اخلاص اور ثبات و استقلال کی برکت سے یہی خواب جب تعبیر کی صورت اختیار کر لیتا ہے تو ہر کس و ناکس اس کا ہمنوا بن جاتا ہے۔

ابتدائی طور پر نظریہ پیش کرنا اسی صورت میں ممکن ہوتا ہے جب ماضی کے حالات کا صحیح تجزیہ کے ساتھ ساتھ برسوں بعد پیش آنے والے حالات اور واقعات پر بھی گہری نظر ہو۔ عرف عام میں یہی چیز ـــــــ "فراست" کہلاتی ہے۔ یہی فراست جب ایمان کی دولت سے مالا مال ہوتی ہے اور انوار ربانی سے ہدایت لیتی ہے تو حقیقت کی نقاب کشائی ہوتی ہے۔ اسی حقیقت کی طرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ

اسی فراست ایمانی کی بدولت اہلِ سنّت کے عظیم رہنما، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے ۱۸۹۷ء میں اور اس کے بعد ایک سوال کے جواب میں ۱۹۲۰ء[1] میں جو کچھ فرمایا، وہی دو قومی نظریہ کی بنیاد بنا۔ آپ نے مسلمانوں کو ہندو اور انگریز کی فریب کاریوں سے بروقت متنبہ کیا۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں :۔

"فاضل بریلوی نے حضرت مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) کے مسلک کی پیروی کرتے ہوئے ۱۹۲۰ء / ۱۳۳۹ھ میں دو قومی نظریہ کی داغ بیل ڈالی جس کی بنیاد پر پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ اسی سال فاضل بریلوی رحلت فرما گئے لیکن وہ اپنے پیچھے ایک ایسی جماعت چھوڑ گئے جس نے اس مشن کو آگے بڑھایا۔ چنانچہ آپ کی زندگی ہی میں ان حضرات نے اپنا کام شروع کر دیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "[2]

---

[1] دو قومی نظریہ کا تصور ۱۹۲۰ء میں ہی پختہ ہو چکا تھا اور کانگریسی و سُنّی علماء کے درمیان زیرِ بحث رہتا تھا۔ اس تاریخی حقیقت کا تجزیہ کرتے ہوئے جناب خالد لطیف گابا اپنی کتاب "مجبور آوازیں" میں لکھتے ہیں :۔

"دو قومی نظریہ" جس پر بڑے بحث مباحثے ہوتے رہتے ہیں۔ آل انڈیا مسلم لیگ یا آل انڈیا مسلم کانفرنس یا دیوبند یا جامعہ ملّیہ کی تخلیق نہیں تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس نظریئے کا مصنّف نہ تو محمد علی جناح تھے اور نہ علامہ اقبال۔

دو قومی نظریہ تو ۱۹۲۰ء ہی میں ایک مشہور اور مسلمہ نظریہ بن چکا تھا اس وقت جناح صاحب کانگریس کے رہنما اور بقول سروجنی نائیڈو "ہندو مسلم اتحاد کے سفیر تھے"۔ مجبور آوازیں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۱۰، ہفت روزہ افریشیا لاہور ۲۴-۳۰ مارچ ۱۹۷۸ء

نوٹ: تاریخ اس امر کی شہادت پیش کرنے سے قاصر ہے کہ جس طرح قرآن و

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے اس نازک دور میں مسلمانوں کی صحیح اور بروقت رہنمائی فرمائی جبکہ بڑے بڑے لیڈر گاندھی کی آندھی کا شکار ہو چکے تھے۔ مولانا عبد الباری فرنگی محلی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، علامہ اقبال اور خود قائد اعظم بھی ابھی تک ہندو مسلم اتحاد کی مضرت کا نکتہ نہ سمجھ پائے تھے۔ اور ہندو مسلم اتحاد کے داعی تھے۔ ان کی کوششیں بھی اس قسم کے اتحاد کے لئے وقف تھیں۔ مسلم قومیت کے علمبردار (فاضل بریلوی) کی یہ درد بھری مخلصانہ رہنمائی ہی تھی، جس سے متاثر ہو کر مذکورہ حضرات بھی آپ کی اور آپ کے تلامذہ و خلفاء کی کوششوں سے دو قومی نظریہ کے حامی و مؤید بن گئے۔

نامور صحافی اور تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن جناب محمد شفیع (مدظلہ) نے اس تاریخی حقیقت کا برملا اظہار کرتے ہوئے حضرت فاضل بریلوی کو یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے:۔

"اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جس یکسوئی اور استقلال سے دور غلامی میں دین کی مدافعت کا مقدس فریضہ سر انجام دیا۔ جوں جوں وقت گذرتا جائے گا، اس کا اعتراف امت کے تمام طبقوں کو ہوتا جائے گا۔۔۔۔۔۔ جس وقت ہمارے اسلاف کی بداعمالیوں سے سلطنت ہمارے ہاتھ سے چھن گئی تھی اور جس دور میں سب سے اہم کام اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا کہ ملت کے اجماع کو پارہ پارہ ہونے سے بچایا جائے ان کے عقائد کو مسخ ہونے سے محفوظ رکھا جائے۔ اور ہر اس سازش کو کچل کر رکھ دیا جائے جس کا مقصد مسلمانوں

(بقیہ حاشیہ ۲۲ سے آگے)

سنت کی روشنی میں امام احمد رضا نے ۱۹۲۰ء میں دو قومی نظریہ مدلل طور پر بیان کیا، اس وقت کوئی دوسرا رہنما آپ کا سہیم و شریک ہو۔ (مرتب)

۲؎ فاضل بریلوی اور ترک موالات مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء ص ۷۶

کے دلوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر فانی محبت کا رشتہ مٹاکر غیر اسلامی عقائد کی تخم ریزی تھی۔ یہ کارنامہ اعلیٰ حضرت نے نہایت نامساعد حالات میں انجام دیا۔ اس لحاظ سے اعلیٰ حضرت ملت اسلامیہ کے عظیم محسن تھے"۔ سلہ

جناب م بش کی پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ اعلحضرت فاضل بریلوی کی خدمات کا اعتراف اب ہر غیر جانبدار مورخ کر رہا ہے۔ اعتراف حقیقت کے ان بیانات میں مشہور مورخ اور کالم نگار (نوائے وقت) جناب میاں عبدالرشید صاحب کا بیان خصوصی توجہ کا مستحق ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

"When the Pakistan Resolution was passed in 1940, the efforts of Hazrat Barelvi bore fruit and all his adherents and followers, including Ulema and spiritual leaders, rose as one man to support the Pakistan movement. Thus, the contribution of Hazrat Barelvi towards Pakistan is not less than that of Allama Iqbal and Quaid-i-Azam....." سلہ

ترجمہ:۔ ۱۹۴۰ء میں جب قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو حضرت بریلوی کی کوششیں بارآور ہوئیں، اور علماء کرام و پیران عظام سمیت، آپ کے پیروکار اور متوسلین جسد واحد بن کر تحریک پاکستان کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس طرح قیام پاکستان کے سلسلہ میں حضرت بریلوی کا حصہ علامہ اقبال اور قائد اعظم سے کسی طرح کم نہیں۔

سلہ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۷ جون ۱۹۶۸ء

سلہ (Islam in Indo-Pakistan Subcontinent: Lahore-1977, Page: 67)

دو قومی نظریہ کے داعی کی حیثیت سے امام احمد رضا بریلوی کے افکار و نظریات سے اکابر متاثر ہوئے۔ اثر اندازی کی اس حقیقت کو ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اس طرح بیان کیا ہے:۔

"پاک و ہند کے عظیم مفکر اور شاعر علامہ اقبال نے، جو پہلے ایک قومی نظریہ کے موئید تھے اور بعد میں اس کے سخت مخالف ہو گئے تھے، مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی اور فاضل بریلوی کے فتاویٰ رضویہ کا عمیق مطالعہ فرمایا تھا اس لئے ظن غالب ہے کہ علامہ کے افکار و خیالات میں ان دونوں ماٰخذ نے ایک انقلاب پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔" [۱]

اس مختصر پس منظر کی روشنی میں یہ بات تاریخی حقیقت بن کر ابھرتی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے بعد دو قومی نظریہ علماء و مشائخ اہل سنت و جماعت نے پیش کیا، یہی نظریہ قیام پاکستان کی اساس بنا۔ علامہ اقبال نے قیام پاکستان کا مطالبہ دسمبر ۱۹۳۰ء میں کیا۔ لیکن اس سے تقریباً چھ برس قبل اوائل ۱۹۲۵ء میں اسی ضرورت کا احساس "آل انڈیا سنی کانفرنس" مراد آباد کے اجلاس میں علماء و مشائخ نے دلایا۔ حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی (م ۱۹۶۳ء) نے ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس کے موقع پر فرمایا:۔

"دنیا نے بڑی تلاش کے بعد اس تخیل کی ابتدائی کڑی کا نام ڈاکٹر اقبال بتایا ہے لیکن اس کو آج سنیئے کہ اس پیغام کے لئے قدرت نے عہد حاضر کے ہندوستان میں جس کا انتخاب فرمایا، وہ ہماری آل انڈیا سنی کانفرنس کے ناظم اعلیٰ اور بانی ہمارے

---

[۱] فاضل بریلوی اور ترک موالات، ص ۲۹

صدر الافاضل اُستاذ العلماء کی مقبول و برگزیدہ ذاتِ گرامی ہے"۔ [1]

حضرت سیّد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (م ۱۹۴۸ء) کی دو قومی نظریہ کی بنیاد پر تقسیم ہند کی جس تجویز کا ذکر کیا ہے، ۱۹۳۲ء میں بمبئی میں ہندوؤں کے الگ محلوں اور بازاروں میں محدود ہونے کی خبر پر آپ کی طرف سے تقسیم ہند کی تجویز غالبًا اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جو آپ کی سیاسی بصیرت کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ نے تقسیم ملک ——— بلکہ مطالبہ تقسیم سے پہلے جو کچھ فرمایا، وہ کتنا صحیح تھا۔ آپ نے فرمایا:۔

ور بمبئی کے ہندو کوشش کر رہے ہیں کہ اپنی دوکانیں مُسلمان محلوں سے ہٹا کر ہندو محلوں میں لے جائیں۔ ہندوؤں کے یہ افعال، یہ تجویزیں، یہ طرزِ عمل اتحاد کے ذرا بھی منافی نہیں لیکن مُسلمان ایسا کریں تو اتحاد کے دشمن قرار دیے جائیں۔ یہ کھلی نا انصافی ہے جب ہندو اپنی حفاظت اسی میں سمجھتے ہیں کہ وہ مُسلمانوں کے محلوں سے علیحدہ ہو جائیں اور اپنے حدود علیحدہ کر لیں تو مسلمانوں کو یقینًا اُن کے محلوں میں جانے اور اُن کے ساتھ کاروبار رکھنے سے احتیاط رکھنا چاہیے۔ دونوں اپنے اپنے حدود جُداگانہ قرار دیں اور اسی نکتہ کو ملحوظ رکھ کر سیاسی مباحث کو طے کر لیں، یعنی ہندوستان میں مُلک کی تقسیم سے ہندو مسلم علاقے جدا جدا بنا لیں تاکہ باہمی تصادم کا اندیشہ اور خطرہ باقی نہ رہے، ہر علاقہ میں اُسی علاقہ والوں کی حکومت ہو۔ مُسلم علاقہ میں مسلمانوں کی اور ہندو علاقہ میں ہندوؤں

---

[1] خطبہ صدارت جمہوریۃ اسلامیہ مطبوعہ مراد آباد ۱۹۴۶ء، ص ۱۲،

دبدبہ سکندری رام پور ۱۷ جولائی ۱۹۴۶ء، ص ۵

کی۔ اب نہ مخلوط و جداگانہ انتخاب کی بحثیں درپیش رہوں گی نہ کونسلوں میں نشستوں کی منازعت کا کوئی موقعہ رہے گا۔ ہر فریق اپنے حدود میں آرام کی زندگی گذار سکے گا۔ جب ہندو ذہنیت نے بمبئی میں یہ گوارا کر لیا تو کیا وجہ ہے کہ جدید حکومت کا مسئلہ اس اصول پر نہ طے کیا جائے؟" [۱]

اگلے صفحہ پر ماہنامہ السواد الاعظم، مراد آباد کے اس تاریخی شمارہ کے ایک صفحہ کا عکس ملاحظہ فرمائیں۔

---

[۱] ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد شوال المکرم ۱۳۵۰ھ فروری ۱۹۳۲ء ص ۱۳، ۱۴،
اعلحضرت بریلوی کی سیاسی بصیرت: سید نور محمد قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۲۸

نہ آنے دیا اور اتحاد کا نشہ ہندوؤں کی بے نہایت سفاکیوں سے ذرا بھی کم نہ ہونے پایا۔
سیاسی مقاصد جن کے لیئے مسلمانوں کے خونوں کے سمندر بہ جانا بھی خوشی سے گوارا تھا انھیں ہندوؤں نے اتحاد کی کہاں تک رعایت کی اور مسلمانوں کے حقوق کو کس فراخ دلی کے ساتھ تسلیم کیا یہ اسقدر ظاہر ہے جسکے بیان کی حاجت نہیں ہر قوم ترقی چاہتی ہے اپنی آزادی چاہتی ہے اپنے اختیارات اور آسائش میں اضافہ چاہتی ہے اس کے لیئے جنگ کرتی ہے خونریزی کرتی ہے ملک کا برباد کرنا معاش کا فاسد کرنا تجارتوں کا تباہ کر ڈالنا سب کچھ گوارا کرتی ہے مگر اپنے نفع کو نہیں چھوڑتی ہندوؤں کا بھی یہی مطمح نظر ہے مگر وہ مسلمانوں کے لیئے اپنے حفاظت حقوق کے بھی روادار نہیں اور جب وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اتنا تو اطمینان دلادو کہ ہمارا مستقبل خطرات سے ایمن رہیگا تو اس پر ہندو قوم بگڑ جاتی ہے اور کسی طرح مسلمانوں کو مطمئن کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی اور مفاہمت کی کوئی صورت نہیں بنتی مجلسیں ہوتی ہیں اور ناکام رہتی ہیں کانفرنسیں ہوتی ہیں اور نتیجہ نہیں نکلتا تو اب وہ مزعوم اتحاد جسکا سیاسی حدود میں بھی نام و نشان نہیں ہے کہاں بستا ہے بمبئی کی تازہ ہندو مسلم جنگ اس اتحاد کا شاہد اس اتحاد کا ثبوت بن سکتی ہو۔ اس اتحاد کے اتنے ہی معنے ہیں کہ ہندو جب چاہیں مسلمانوں کو قتل کر لیا کریں اور مسلمان یہ کہا کریں کہ ہم تو اتحاد کی وجہ سے زبان بھی نہیں ہلا سکتے چاہے مارو یا خون بہاؤ دوستی کا دم بھرا ہے تو اف بھی نہ کریں گے مگر اس جنگ کے سلسلہ میں ایک سبق خوب ملا جس سے فائدہ اٹھایا جائے تو وہ عقدہ بآسانی حل ہو سکتا ہے جسکی تدابیر میں ملک کے بڑے بڑے مسلم اصحاب رائے عاجز رہے وہ یہ کہ بمبئی کے ہندو کوشش کر رہے ہیں کہ اپنی دوکانیں مسلمان محلوں سے ہٹا کر ہندو محلوں میں لیجائیں۔ ہندوؤں کے یہ افعال یہ تجویزیں یہ طرز عمل اتحاد کے ذرا بھی منافی نہیں لیکن مسلمان ایسا کریں تو اتحاد کے دشمن قرار دیئے جائیں یہ کھلی ناانصافی ہے جب ہندو اپنی حفاظت اسی میں سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے محلوں سے علیحدہ ہو جائیں اور اپنے حدود علیحدہ کر لیں تو مسلمانوں کو یقیناً انکے محلوں میں جانے اور انکے ساتھ کاروبار رکھنے سے احتیاط رکھنا چاہیئے دونوں اپنے اپنے حدود جداگانہ قرار دیں اور اسی نکتہ کو ملحوظ رکھ کر سیاسی مباحث کو طے کر لیں یعنی ہندوستان میں ملک کی تقسیم سے ہندو و مسلم علاقے جدا جدا بنا لیں تاکہ باہمی تصادم کا اندیشہ اور خطرہ باقی نہ رہے ہر علاقہ میں اسی علاقہ والوں کی حکومت ہو مسلم علاقہ میں مسلمانوں کی اور ہندو علاقہ میں ہندوؤں کی اب نہ مخلوط و جداگانہ انتخاب کی بحثیں درپیش ہونگی نہ کونسلوں میں نشستوں کی منازعت کا کوئی موقعہ رہیگا

یہ ہے دو قومی نظریہ ـــــ نظریہ پاکستان ـــــ کے سفر کی مختصر داستان، جو علمائے اہل سنت کی کوششوں سے واضح ہو کر مقبول عام ہوا۔ اور جس کی وجہ سے اکثر اکابر کے خیالات میں انقلاب رونما ہوا۔

قرار داد پاکستان بلاشبہ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس میں منظور کی گئی لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس وقت مسلم لیگ میں کون لوگ تھے، جن کی شمولیت اور تحریک سے "مسلم لیگ" اسم با مسمیٰ اور جاندار سیاسی جماعت بن گئی۔

اس سوال کے جواب کے لئے حضرت سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں:۔

> "مسلم لیگ میں پاکستان کا پیغام کس سے پہنچا؟ اور کن لوگوں نے مسلم لیگ کا عقیدہ اس کو بنایا؟ اگر تاریخی طور پر دیکھا جائے گا تو وہ صرف "سنی" ہیں۔ پاکستان کے معنی اسلامی قرآنی آزاد حکومت ہے۔ مسلم لیگ سے ہمارے سنی کانفرنس کی مجلس عاملہ کے رکن حضرت سید شاہ زین الحسنات (امین الحسنات) صاحب سجادہ نشین مانکی شریف (سرحد) نے لکھوا لیا ہے[1]۔ اگر ایک دم سارے سنی مسلم لیگ سے نکل جائیں، تو کوئی ہے بتادے کہ مسلم لیگ کس کو کہا جائے گا۔ اس کا دفتر کہاں رہے گا اور اس کا جھنڈا سارے ملک میں کون اٹھائے گا؟ ان حقائق میں کیا اس دعوے کی روشنی موجود نہیں کہ پاکستان صرف سنیوں کو بنانا ہے؟"[2]

---

[1] "دستور پاکستان کے متعلق قائد اعظم نے نومبر ۱۹۴۵ء میں پیر صاحب مانکی شریف کو خط میں صاف صاف لکھا کہ: اس بات کے کہنے کی ضرورت ہی نہیں کہ قانون ساز جماعت جس میں بہت زیادہ اکثریت مسلمانوں کی ہوگی، پاکستان کے لئے ایسے قانون بنا سکے گی جو اسلامی قانون کے خلاف ہو اور نہ ہی پاکستانی غیر اسلامی قانون پر عمل کر سکیں گے۔"

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

قرار داد پاکستان کی تجویز سے پہلے ۱۹۳۹ء میں مولانا عبد الستار خاں نیازی نے قائد اعظم کی خدمت میں خلافتِ پاکستان تجویز پیش کی قائد اعظم بہت خوش ہوئے اور اس کے بعض اہم نکات کو تسلیم کر لیا، اور اس تجویز کو مسلم لیگ کی متعلقہ کمیٹی کے سپرد کرنے کا وعدہ فرمایا۔ [1]

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو منٹو پارک (اقبال پارک) لاہور میں مسلم لیگ کا تاریخی اجلاس ہوا، جس میں قرارداد لاہور پاس ہوئی، یہی قرارداد بعد میں قرارداد پاکستان کے نام سے مشہور ہوئی۔ مسلم لیگ کے اسی اجلاس میں سُنّی علماء و مشائخ نے بھی حصہ لیا، اور قرارداد کے حق میں تقاریر کیں۔ قرارداد کی تائید میں سُنی علماء کی طرف سے تقریر کرنے والوں میں مولانا عبد الحامد بدایونی علیہ الرحمہ بھی ہیں۔ [2]

مطالبۂ پاکستان کے اسی اجلاس میں مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادری سرگرم رکنوں میں تھے [3] مولانا محمد عبد الغفور ہزاروی علیہ الرحمہ سٹیج پر مولانا ظفر علی خاں کے ساتھ تشریف فرما تھے [4] ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو حضرت امیر ملت علی پوری نے حسب ذیل تہنیتی تار قائد اعظم کو دیا، اور اپنی مکمل تائید کا یقین دلایا کہ "فقیر معہ لاکھوں کروڑ جمیع اہل اسلام ہند دل و جان سے آپ کے ساتھ ہے اور آپ کی کامیابی پر آپ کو مبارک باد دیتا ہے، اور آپ کی ترقی مدارج

---

[1] مآثر الاجداد: پروفیسر منظور الحق صدیقی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء، ص ۱ ۴، ۴۰۳/ بحوالہ اکابر تحریک پاکستان ص ۱۲۴

[2] مولانا عبد الحامد بدایونی پر ایک نظر" از امام سید امیر علی/ بحوالہ تذکرہ اکابر اہل سنت مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۰۵، قائد اعظم کے ۷۲ سال، خواجہ رضی حیدر مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء، ص ۳۵۴

[3] روزنامہ نوائے وقت، لاہور ۳۱ دسمبر ۱۹۶۵ء

[4] حضرت شیخ القرآن: رانا مغفور احمد خاں ایم اے مطبوعہ وزیر آباد ۱۹۷۱ء، ص ۳۷

(بقیہ صفحہ ۲۹ سے آگے)

"پاکستان کا منشور آزادی" ص ۱۹ (بحوالہ ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور اگست ۱۹۷۴ء، ص ۷۴)

[2] الخطبۃ الاشرفیہ للجمہوریۃ الاسلامیہ مطبوعہ مراد آباد ۱۹۴۶ء، ص ۸

کے لئے دعا کرتا ہے۔[۱]

مطالبہ (قرارداد) پاکستان کے اعلان کے ساتھ ہی علمائے اہل سنت نے اپنی مساعی تیز تر کر دیں۔ اور اپنی تمام تر توجہ تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے وقف کر دی۔ تعلیمی و مذہبی مدارس، خانقاہوں، عرس کے مبارک موقعوں، مذہبی جلسوں اور سُنیت کے ترجمان اخبار و رسائل ——— غرض ہر مقام سے پاکستان کا نعرہ بلند ہونے لگا۔ ——— قیام پاکستان کے لئے ان حضرات کے دل میں جو تڑپ اور والہانہ لگاؤ، عشق و جنوں کی حد تک تھا، روز روشن سے زیادہ عیاں ہے۔ اس کی ایک جھلک آپ تقسیم ملک سے قبل ہندوستان سے شائع ہونے والے ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر کے سرورق کے ان عکسوں سے لگا سکتے ہیں، جو آئندہ صفحات پر دیئے جا رہے ہیں۔ سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے مذکورہ ترجمان نے ۱۹۴۲ء کے اوائل سے "امرتسر" کے ساتھ لفظ (پاکستان) کا اضافہ کر دیا تھا۔ کتاب ہذا میں دو شماروں کے سرورق کا عکس شامل کیا جا رہا ہے۔ جنگ عظیم دوم کے دوران حالات انتہائی نازک تھے۔ اس ہنگامی دور میں "پاکستان" کے لفظ کا تکرار حکومت برطانیہ کے غضب کو دعوت دینا تھا، اور بالخصوص صحافت کی دنیا میں، جہاں معمولی سی بات پر بھی ضمانت طلب کی جاتی اور ضمانتیں ضبط ہونا تو روزمرہ کا معمول بن چکا تھا۔ مذکورہ اخبار اپنے سرورق پر امرتسر (پاکستان) لکھتا رہا۔

---

[۱] تذکرہ شاہ جماعت: سید حیدر حسین علی پوری، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء، ص ۹۹

تار کا پتہ:- "الفقیہ" امرتسر — ۷۸۶ — رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۱۱۹

ہو الکل — یا معین

ہندوستان بھر میں اہل السنۃ والجماعۃ کا واحد ارگن

الفقیہ امرتسر (پاکستان)

فی پرچہ ۲/

ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخوں کو امرتسر سے شائع ہوتا ہے

شرح چندہ
سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر للعہ
ششماہی " " عا
سالانہ بذریعہ وی پی للعہ
ششماہی " " عہ
بیرون ہند سے سالانہ چندہ ۸ شلنگ یعنی صرف چھ روپے وی پی نہ ہے
نمونہ کا پرچہ ۲ کے ٹکٹ آنے پر

اغراض و مقاصد
۱- اہل اسلام کی عموماً اور احناف کی خصوصاً حمایت کرنا
۲- فرقہائے جدیدہ کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دینا۔
۳- اسلامی و ملکی خبروں کی اشاعت
۴- گورنمنٹ اور رعایا کے حقوق کی نگہداشت

ایڈیٹر:- ابو الریاض معراج الدین احمد

تاریخ اجرائے الفقیہ ۷ جولائی ۱۹۱۸ء

جلد ۲۵ | مطبوعہ ۶-۱۳ شعبان ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۱-۲۸ اگست ۱۹۴۲ء یوم جمعہ | نمبر ۳۱ و ۳۲

درِ حضور پہ حاضر غلام ہو جائے

(از منشی کرم کریم صاحب دیوبندی)

مرا مدینہ میں یارب مقام ہو جائے
وہیں یہ عمر دو روزہ تمام ہو جائے

تیری جناب مقدس میں سرورِ عالم
قبول میرا درود و سلام ہو جائے

جو جان جائے شہیدی کی طرح روضہ پر
تو عاشقان محمدؐ میں نام ہو جائے

ہمیں ہے دل سے بھروسا تری شفاعت کا
بلا سے آج ہی یوم القیام ہو جائے

یہ آرزو ہے کہ اک بار زندگانی میں
درِ حضور پہ حاضر غلام ہو جائے

طالب نہ باغِ ارم کی نہ خواہش جنت
عطا مجھے درِ خیر الانام ہو جائے

خدا کے واسطے اب تو نگاہِ لطف و کرم
ادھر بھی اے شہِ والامقام ہو جائے

زباں سے کہتا ہوا لا الٰہ الا اللہ
کرم کریم الٰہی تمام ہو جائے

نایاب تحفہ

سالہائے گذشتہ اخبار الفقیہ ۱۹۲۴ء لغایت ۱۹۴۱ء کے مکمل فائیل ایک ایک سال کے الگ الگ جو نہایت محنت و جانفشانی سے اکٹھے کئے گئے ہیں قابل دید تحفہ ہیں۔ جس سال کی ضرورت ہو منگوالیں بہت تھوڑی تعداد میں موجود ہیں قیمت فی سال علاوہ محصولڈاک ایک روپیہ۔ جلد درخواست کرکے منگوائیں ورنہ پچھتانا پڑیگا

منیجر اخبار الفقیہ امرتسر

اطلاع سرکار علی پور مدظلہ العالی انشاء اللہ تعالےٰ ماہ شعبان المعظم کی ۲۴ و ۲۵ تاریخ کو آستانہ عالیہ میں رونق افروز ہونگے۔
ایڈیٹر

الفقیہ پرنٹنگ پریس ہال بازار امرتسر میں باہتمام حکیم معراج الدین احمد پرنٹر پبلشر و ایڈیٹر چھپا اور دفتر الفقیہ کٹڑہ باگھ سنگھ امرتسر سے شائع ہوا۔

۷۸۶

تار کا پتہ:- الفقیہ امرتسر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۱۹

ہو الکل

یا معین

ہندوستان بھر میں اہل السنت والجماعت کا واحد آرگن

الفقیہ امرتسر (پاکستان)

فی پرچہ ۳/

شرح چندہ

سالانہ بذریعہ منی آرڈر للعہ

ششماہی ؍؍ ؍؍ عا

سالانہ بذریعہ وی پی للعہ

ششماہی ؍؍ ؍؍ عا؎

بیرون ہند سے سالانہ چندہ ۸ شلنگ یعنی صرف چھ روپے اسے

وی پی چھ روپے

نمونہ کا پرچہ ۳ کے ٹکٹ آنے پر

اغراض و مقاصد

(۱) اہل اسلام کی عموماً اور احناف کی خصوصاً حمایت کرنا

(۲) فرقہائے جدیدہ کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دینا۔

(۳) اسلامی و ملکی خبروں کی اشاعت

(۴) گورنمنٹ اور رعایا کے حقوق کی نگہداشت

ایڈیٹر:- ابو الریاض حکیم معراج الدین احمد

ہر انگریزی ماہ کی ۷/۱۴ و ۲۱/۲۸ تاریخوں کو امرتسر سے شائع ہوتا ہے

تاریخ اجرائے الفقیہ ۷ جولائی سنہ ۱۹۱۸ء

جلد ۲۷ | مطبوعہ ۱۵/۲۲ رجب سنہ ۱۳۶۳ھ ۷/۱۴ جولائی سنہ ۱۹۴۴ء یوم جمعہ | نمبر ۲۵/۲۶

خدا کی رحمت مدام تم پر امام اعظم ابو حنیفہ رح

خدا کا پیارا ہمارا رہبر امام اعظم ابو حنیفہ رح
خدا کے بندوں پہ حصر کہا ہے نہ دیکھا چشم فلک نے اب تک
قسم ہے دورِ قمر میں شہرہ تیری فقاہت کا چار سو ہے
امام مالک۔ امام حنبل۔ بخاری و شافعی مقرر
اتشا دبانخت نجد جس نے جہاں میں اگر بر فروزوشن
اشاروں مہر و ماہ دونوں بتا رہے ہیں چمک چمک کر ہے
تری بدولت ہوا منوّر رسول اکرمؐ کا دین الیسا
کلام حق کے سمجھنے والے۔ حدیثِ قدسی کے نکتہ داں ہو

سپہر دیں نبی کا اختر امامِ اعظم ابو حنیفہ رح
نہار ثانی تمہارا ہمسر امامِ اعظم ابو حنیفہ رح
تری فضیلت کا ذکر گھر گھر امامِ اعظم ابو حنیفہ رح
مثال انجم ہیں تو ہے خاور امامِ اعظم ابو حنیفہ رح
وہ ہے حبیبِ شفیع محشر امامِ اعظم ابو حنیفہ رح
ہے چرخ دیں نبی کا محور امامِ اعظم ابو حنیفہ رح
ہے چشم خورشید و دہر ششدر امامِ اعظم ابو حنیفہ رح
خدا کی رحمت مدام تم پر امامِ اعظم ابو حنیفہ رح

جلائے کردیگا خاک خواجہ ہر ایک نجدی کے دل جگر کو
ترے فضائل سنا سنا کر امام اعظم ابو حنیفہ رح

اطلاع

جن حضرات کے نام ۷/۱۴ جولائی ۱۹۴۴ء کے پرچہ الفقیہ میں منی آرڈر فارم بھیجا جاتا ہے ان کا سالانہ چندہ جولائی ۱۹۴۴ء میں ختم ہے وہ براہ مہربانی آیندہ سال کیلئے عطیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کرکے شکریہ کا موقع دیں۔ اگر کسی صاحب کو خریداری سے انکار ہو تو وہ ۵ اگست ۱۹۴۴ء تک دفتر الفقیہ میں اطلاع بھیجدیں۔ ورنہ بعد انتظاری ۷/۱۴ اگست ۱۹۴۴ء کا پرچہ وی پی روانہ ہوگا جس کو وصول کرنا ان کا اخلاقی فرض ہوگا بعض حضرات بالکل خاموشی سے کام لیتے ہیں۔ دفتر سے ان کے نام بعد انتظاری منی آرڈر ایک ماہ کے بعد وی پی کئے جاتے ہیں جنکو وہ نہایت بیدردی کے ساتھ واپس کردیتے ہیں یا تو نس وصول کرکے وی پی وصول نہیں کرتے ایسی حالت میں دفتر کو چار آنہ کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے

تحریک پاکستان کی جدوجہد کے ابتدائی دور میں "پاکستان" کا تصور اس قدر وسیع اور ہمہ گیر تھا کہ یو۔پی کے اضلاع اور بہار کو پاکستان بنانے کے مطالبے ہوتے رہے۔ لیکن ہندو کی عیاری اور فرنگی کی مسلم کش پالیسی اتنی بھرپور اور مکمل تھی کہ گورداسپور جیسا مسلم اکثریتی علاقہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ اس موقع پر ایک قرارداد کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، جو اجمیر شریف کے عرس کے موقع پر علمائے کرام کی طرف سے پیش ہو کر پاس ہوئی۔

"...... چونکہ اجمیر شریف مسلمانوں کی مذہبی و روحانی زندگی کا ایک مسلمہ سب سے بڑا مرکزی مقام ہے اس لئے اس کو پاکستان میں شامل کیا جانا بے حد ضروری ہے۔"[1]

اس اہم قرارداد کا عکس ملاحظہ فرمائیں:

اخبار دبدبۂ سکندری رامپور نمبر ۳۸ جلد ۸۵ — ۴ — مطبوعہ ۹ جون ۱۹۴۷ء

اجمیر شریف کو پاکستان میں شامل کیا جائے

(ہمارے خصوصی نامہ نگار کے قلم سے)

اطلاع ہے یہ معلوم کر کے نہایت مسرت ہوئی کہ بحمدہ تعالیٰ متعرف روحانی حضور پر نور سید ناسرکار غریب نواز اجمیر شریف رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرس شریف اپنی تواریخی بخیر و خوبی ہوگیا۔ باوجود انعدام سہولت سفر ہندوستان کے ہر حصے نیز بلایا، افغانستان، جنوبی افریقہ کے ہزاروں زائرین نے شرکت کی سعادت حاصل کی پانی کی فراہمی، غلہ، شکر اور دوسری اشیاء ماکولات و مشروبات کا اہتمام تسلی بخش کیا گیا تھا، عام شہرت ہے کہ زائرین کرام کو حکومت کی جانب سے تقریباً ۵ ہزار راشن کارڈ جاری کر دیئے گئے تھے۔ ہمارے خصوصی نامہ نگار نے دیکھا کر سردار عبدالرب نشتر وزیر رسل و رسائل عارضی حکومت ہند بھی کمال عقیدت عرس شریف میں حاضر تھے آپ نے درگاہ شریف میں قل کی شام کو ایک عام جلسہ میں اپنی ولولہ انگیز تقریر سے ہزارہا حاضرین کی سامعہ نوازی کی حضرات علمائے کرام اور سجادہ نشین صاحبان اور عام صوفیائے عظام کی جانب سے ایک متفقہ رزولیوشن منظور کیا گیا کہ "چونکہ اجمیر شریف مسلمانوں کی مذہبی و روحانی زندگی کا ایک مسلمہ سب سے بڑا مرکزی مقام ہے اس لئے اس کو پاکستان میں شامل کیا جانا بے حد ضروری ہے" ہم بھی اس قرارداد کی تائید کرتے ہیں۔ جب اجمیر شریف اسلامی پاکستان میں شامل نہ کیا گیا۔ تو دنیائے تصوف میں ایک تاریکی پیدا ہو جائے گی اور مسلمان اس کے لئے کسی قیمت پر بھی راضی نہ ہوگا۔

تقسیم ہند کی تجویز مان لی گئی

۴ جون کے روزانہ اخبارات میں یہ خبر آگئی کہ مسلم لیگ، کانگریس اور سکھوں نے برطانیہ کی تجویز کو منظور کر لیا۔ قائد اعظم مسٹر جناح نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ مسلم اکثریت والے علاقوں کے لئے ایک جداگانہ دستور ساز عارضی مدت کے لئے مقرر کیا جائے اس طرح عارضی مدت میں دو وزیر اعظم ہوں گے ایک ہندو اکثریت والے علاقوں کے لئے۔ معلوم ہوا ہے کہ قائد اعظم کے اس مطالبے کو منظور کر لیا گیا ہے۔

مطبع حسنی ریاست رام پور بجریدہ ۱۹۴۷ء میں یہ اخبار دبدبۂ سکندری یادگار نواب محمد سر سید علی خان بہادر خلد آشیانی حنفی نقشبندی قدس سرہ کو باہتمام خاکسار محمد فضل حسن خان ایڈیٹر و پروپرائٹر و نبیرہ مولوی محمد حسن خاں صاحب صابری مرحوم چھپ کر شائع ہوا۔

---

[1] اخبار دبدبۂ سکندری، رامپور۔ مطبوعہ ۹ جون ۱۹۴۷ء، ص ۴

اہل سنت و جماعت کے مشائخ عظام اور علمائے کرام بالخصوص امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے صاحبزادگان، تلامذہ، خلفاء اور منتسبین نے تحریک پاکستان میں مثبت کردار ادا کیا۔ پاکستان کے ساتھ ان کی وفاداریاں غیر مشکوک رہیں۔ جن سُنّی علماء و مشائخ نے تحریک پاکستان میں موثر کردار ادا کیا ہے، اُن کا شمار مشکل ہے، چند ایک اسمائے گرامی ذکر کیے جاتے ہیں۔

مجاہد اسلام پیر محمد امین الحسنات مانکی شریف (م ۱۳۷۹ھ / ۱۹۶۰ء)

امیر ملت پیر سید جماعت علی محدث علی پوری (م۔ ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۱ء)

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی م ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء (ابن امام احمد رضا بریلوی)

عمدۃ الفضلاء مولانا مفتی صاحب داد خاں (م۔ ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء)

مجاہد ملت مولانا عبد الحامد بدایونی قادری (م۔ ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء)

مجاہد اسلام مولانا پیر عبد الرحمٰن بھرچونڈی شریف (م۔ ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۰ء)

محسن ملت مولانا عبد السلام باندوی م۔ ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۸ء (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)

مبلغ اسلام مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی م ۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۴ء (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)

رہبر طریقت پیر سید غلام محی الدین گولڑوی (م ۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۴ء)

مجاہد اسلام مولانا فضل الحسن حسرت موہانی (م۔ ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۱ء)

رئیس المتکلمین مولانا سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی م، ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء (تلمیذ امام احمد رضا بریلوی)

غازی کشمیری مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادری م، ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء (ابن خلیفہ رضا بریلوی)

صدر الشریعت مولانا محمد امجد علی رضوی، اعظمی م، ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)

محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری (م ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء)

شیخ القرآن مولانا محمد عبد الغفور ہزاروی (م ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء)

تاج العلماء مولانا مفتی محمد عمر نعیمی (م۔ ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۶ء)

امیر حزب اللہ پیر سید محمد فضل شاہ جلالپوری (م۔ ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء)
مفتیٔ اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی (م۔ ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء)
صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی م۔ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء تلمیذ امام احمد رضا بریلوی)
رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور
نقیبہ ملت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)
غزالیٔ دوراں مولانا سید احمد سعید کاظمی ملتان)
محسن ملت مولانا محمد برہان الحق عبد الباقی جبل پوری (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)
مجاہد ملت مولانا محمد عبد الستار خاں نیازی
مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری میرٹھی
مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی (ابن امام احمد رضا بریلوی)
شیخ الاسلام پیر محمد قمر الدین سجادہ نشین سیال شریف
صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی وغیرہ مد ظلہم الاقدس[1]

تحریک پاکستان کے مجاہدین سنی علماء و مشائخ کی ملی و سیاسی خدمات کا اعتراف ہفت روزہ "اقدام" نے یوں کیا ہے:

"حضرت پیر صاحب زکوڑی صاحبزادہ غلام محی الدین صاحب گولڑہ شریف، حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر صاحب مانکی شریف، خواجہ نظام الدین صاحب تونسہ شریف وغیرہم نے جد و جہد آزادی میں جو نمایاں خدمات انجام دیں۔ وہ روز روشن

---

[1] اکابر کی یہ نامکمل فہرست حروف تہجی کے لحاظ سے ہے، تحریک پاکستان کے سنی اکابر کی تفصیلی فہرست کا یہ مقام متحمل نہیں۔ "تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس" (زیر ترتیب) میں ان اکابر کا ذکر ممکنہ حد تک کر دیا جائے گا۔ (مرتب)

کی طرح واضح ہیں ان کے علاوہ مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صاحب قادری میرٹھی نے مسلم لیگ کی طرف سے کئی ممالک کا دورہ کر کے پاکستان کی اہمیت دنیا پر واضح کی۔ اور سفیرِ اسلام مشہور ہوئے مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا ابوالحسنات مرحوم، مولانا محمد یوسف صاحب سیالکوٹی، مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی، مولانا محمد بشیر صاحب مدیر ماہ طیبہ کوٹلی لوہاراں، مولانا محمد عارف اللہ صاحب میرٹھی راولپنڈی نے ملک کا دورہ کر کے سوئے ہوئے مسلمانوں کو بیدار کیا۔ یہاں تک کہ ان تمام مقتدر علمائے کرام کا وفد کشمیر بھی گیا۔ اور محاذ کشمیر پر مجاہدین کو کافی خوراک بہم پہنچائی۔ مخدوم سید شوکت حسین سجادہ نشین موسیٰ پاک شہید نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے تحریک آزادی میں حصہ لیا۔" ؎۱

اسلامی سلطنت ـــــــ پاکستان، کے قیام میں ان سُنی علماء و مشائخ کی کوششیں ناقابل فراموش ہیں پاکستان کے ساتھ ان کا تعلق عشق کی حد تک رہا، اور ایسا ہونا ایک فطری امر تھا۔ کیونکہ اس گمراہی اور اسلام کی کس مپرسی کے عالم میں قیام پاکستان کو وہ ایک "شرعی ضرورت" سمجھتے تھے۔ سُنی علماء و مشائخ نے تحریک پاکستان کے دوران "پاکستان" کی حمایت میں اسی نوعیت کے شرعی فتاویٰ جاری کئے جس نوعیت کے فتاویٰ عبادات و معاملات، جائز و ناجائز اور حلال و حرام میں جاری کرتے ہیں۔ حالانکہ اس دور میں اسلامی مملکت کے قیام کی حمایت تو درکنار لفظ "پاکستان" بھی ناقابل برداشت تھا۔ پاکستان سے عداوت میں کانگریسی، احراری، جمعیت العلمائے ہند وغیرہ جماعتوں کے علماء ہندوؤں کے ہم نوا تھے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر مختصراً پاکستان کی حمایت میں سُنی علماء و مشائخ

؎۱ ہفت روزہ اقدام لاہور ۲۶ مئی ۱۹۶۳ء بحوالہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ

کے شرعی فتاویٰ کی چند جھلکیاں دکھا دی جائیں۔

امیرِ ملّت، پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری، صدر آل انڈیا سنی کانفرنس نے فرمایا:۔

"...... اس بناء پر فقیر جمیع مسلمانانِ ہند سے اپیل کرتا ہے کہ جس طرح فقیر نے شملہ کانفرنس کے موقع پر اعلان کیا تھا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانانِ ہند کی واحد سیاسی جماعت ہے۔ اب چونکہ جدید انتخابات ہونے والے ہیں۔ اس موقع پر جیسا کہ قائد اعظم محمد علی جناح صاحب نے مسلمانانِ ہند سے اپیل کی ہے کہ ہر ایک مسلمان کو مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دینا چاہیے۔ اور اپنی حیثیت سے زیادہ چندہ دینا چاہیے۔ فقیر بحیثیت امیر ملّت قائدِ اعظم مسٹر محمد علی جناح کے اس اپیل کی پُرزور تائید کرتا ہے۔ اور جمیع مسلمانانِ ہند سے عمومًا اور اپنے یارانِ طریقت سے خصوصًا جو لاکھوں کی تعداد میں ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں ہیں، مکرّر پُرزور اپیل کرتا ہے کہ اس موقع پر ہر طرح سے مسلم لیگ کی امداد کریں۔ اور میرے متوسّلین انشاء اللہ تعالیٰ مسلم لیگ کی امداد کرتے رہیں گے۔"[1]

محدث علی پوری کا ایک اور بیان ملاحظہ ہو۔ یہ بیان اس وقت کا ہے، جب کہ مسلم لیگ نے ابھی تک "قرار داد لاہور" پاس نہیں کی تھی۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ ابھی تک "پاکستان" مسلم لیگ کا نصب العین نہ تھا۔ کانگرسی وزارت کے خاتمہ پر

---

[1] ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۵ء، ص ۱۱،
اخبار دبدبۂ سکندری رامپور ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۵ء، ص ۱۳

قائدِ اعظم کی اپیل پر پورے ملک میں یوم نجات منایا گیا۔ مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو علی پور سیّداں، ضلع سیالکوٹ میں "یوم نجات" کی تقریب میں آپ نے فرمایا:

"دو جھنڈے ہیں۔ ایک اسلام کا، دوسرا کفر کا۔ مسلمانو! تم کس جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو گے؟ سب نے باوازِ بلند کہا کہ اسلام کے جھنڈے کے نیچے! پھر ——— ارشاد فرمایا کہ جو کفر کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہوں گے، اُن میں سے اگر کوئی مر جائے گا تو کیا تم اس کے جنازے کی نماز پڑھو گے؟ سب نے انکار کیا۔ پھر ——— دریافت فرمایا کہ کیا تم مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن کرو گے؟ سب نے اقرار کیا کہ نہیں ہرگز نہیں! پھر ——— ارشاد فرمایا کہ اس وقت سیاسی میدان میں اسلامی جھنڈا مسلم لیگ کا ہے۔ ہم بھی مسلم لیگ کے ساتھ ہیں۔ اور سب مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیئے۔"[1]

مذکورہ بالا خبر کو مکرر پڑھئے۔ اور حضرت امیر ملّت کی سیاسی بصیرت، نظریہ پاکستان سے وابستگی کے اظہار میں جرأت مندانہ اقدام کا اعتراف کیجئے۔ اللہ اللہ! "دو قومی نظریہ" کی اس سے بڑھ کر سادہ و بہترین تشریح اور کس طرح ممکن ہے۔

اہلِ سنّت و جماعت کے ترجمان، آل انڈیا سنّی کانفرنس کے بانی اور ناظم اعلیٰ مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی نے مسلم لیگ کی حمایت میں اعلان فرمایا:

"مسلمانوں کو اپنے قیمتی ووٹ کانگریس کو دینا حرام ہے۔ اور احرار، خاکسار، یونی نسٹ وغیرہ بھی مسلمان اکثریت سے کٹ کر گاندھی نہرو کے زر خرید غلام ہیں۔ انہیں مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں ہے۔ مسلمانوں

---

[1] ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، جنوری ۱۹۴۰ء، ص ۸

کے ووٹ حاصل کرنے کا حق صرف اسی سُنّی صحیح العقیدہ مسلمانوں کو ہے جو کونسلوں میں جاکر مسلمانوں کے جائز حقوق کی نگہداشت کریں اور احکام شریعت کے مطابق جدوجہد کریں۔[۱]

جنگ آزادی میں مسلم لیگ کی حمایت میں حضرت دیوان سید آل رسول علی خاں زیب آستانہ عالیہ اجمیر شریف کا ارشاد ملاحظہ فرمائیے:

"مسلم لیگ نے حصول پاکستان کے لئے انتخاب لڑنے کا اعلان کر دیا ہے، اس لئے ہر مسلمان دل و جان کے ساتھ مسلم لیگ کا ساتھ دے"۔[۲]

حضرت پیر لاڈلے حسین شاہ سجادہ نشین گلبرگہ شریف (دکن) نے فرمایا:

"صرف مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی جماعت ہے"۔[۳]

حضرت خواجہ غلام سدید الدین سجادہ نشین تونسہ شریف نے ایک خصوصی اعلان میں فرمایا:

"مریدان باصفا اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ مسلم لیگ کا ساتھ دیں"۔[۴]

حضرت پیر صاحب سجادہ نشین دربار پاک پتن، کا ارشاد ہے:-

"مسلمانوں کے ووٹ کے حق دار صرف مسلم لیگی نمائندے ہیں"۔[۵]

حضرت مولانا خواجہ محمد قمر الدین صاحب، زیب آستانہ سیال شریف نے ارشاد فرمایا:

"ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جنگ پاکستان میں مسلم لیگ کا ساتھ دے"[۶]

---

[۱] ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، جلد ۲۸، شمارہ ۳۷/۳۸، مورخہ ۷/۱۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۵

[۲] اشتہار: "حضرات صوفیائے کرام کا اعلان حق ـــ صرف مسلم لیگ کی حمایت کرو"۔ شائع کردہ، پنجاب مسلم لیگ

[۳] ایضاً [۴] ایضاً [۵] ایضاً [۶] ایضاً

حضرت مولانا سید غلام محیُ الدّین صاحب، سجادہ نشین گولڑہ شریف کا ارشاد ہے:

"مسلمانو! اس معرکۂ حق و باطل میں مسلم لیگ کا ساتھ دیں"۔[1]

حضرت پیر سید جماعت علی، محدّث علی پوری نے ارشاد فرمایا:

"محمد علی جناح ہمارا بہترین وکیل ہے اور مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے"۔[2]

حضرت پیر سید فضل شاہ، سجادہ نشین جلال پور شریف (جہلم) کا ارشاد ہے:

"مسلمانو! وحدتِ ملّت کو قائم رکھو اور مسلم لیگ کا ساتھ دو"۔[3]

مسلم لیگ کے شعبۂ نشر و اشاعت کی طرف سے ایک اور اشتہار مطبوعہ سول ملٹری پریس ڈیرہ اسماعیل خاں شائع ہوا۔ جس میں تیس ۳۰ جلیل القدر سنّی مشائخ عظام اور علمائے کرام نے حضرت پیر محمد عبداللطیف صاحب زکوڑی شریف و دیگر جملہ مسلم لیگی امیدواروں کی پرزور حمایت کرتے ہو متفقہ طور پر فرمایا:

"سب مسلمانوں کا اولین فرض ہے کہ مسلم لیگ کی حمایت کریں اور پاکستان کے قیام کے لئے اپنا خون پیش کرکے باعث صد افتخار سمجھیں کہ بغیر قیام پاکستان اس ملک میں باعزت زندگی محال ہے"۔

اس اشتہار میں پاکستان کی حمایت میں صرف تین دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء اور دو اہل حدیث علماء کے نام تائیدی طور پر درج ہیں۔

اگلے صفحات پر مسلم لیگ کی طرف سے شائع شدہ مذکورہ بالا دونوں اشتہارات کے عکس درج ہیں۔

---

[1] ایضاً [2] ایضاً [3] ایضاً

حضرات صوفیائے کرام کا اعلان حق

صرف مسلم لیگ کی حمایت کرو

۱۔ حضرت جناب مقبول احمد صاحب قبلہ خلیفہ بارگاہ عالیہ بلیل و حدت حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمۃ سرہند شریف
نے تلقین فرمایا۔ کہ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ ہے ہر مسلمان مسلم لیگ میں شامل ہو کر اسلام کا بول بالا کرے۔

۲۔ حضرت دیوان سید آل رسول علی خان مدظلہ آستانہ عالیہ اجمیر شریف۔
کا ارشاد ہے مسلم لیگ نے پاکستان کے لئے انتخابات لڑنیکا اعلان کر دیا ہے۔ اسلئے ہر مسلمان دل و جان سے ساتھ مسلم لیگ کے ساتھ ہو جائے۔

۳۔ حضرت پیر بادشاہ حسین شاہ مدظلہ سجادہ نشین گلبرگہ شریف دکن۔
نے فرمایا۔ کہ صرف مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی جماعت ہے۔

۴۔ مولینا حافظ خواجہ غلام سدید الدین مدظلہ سجادہ نشین تونسہ شریف۔
نے ایک خاص اعلان میں فرمایا۔ مریدان با صفا اور مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ مسلم لیگ کا ساتھ دیں۔

۵۔ حضرت سجادہ نشین صاحب مدظلہ دربار پاکپتن شریف
کا ارشاد ہے۔ مسلمانوں کے ووٹ کے حقدار صرف مسلم لیگی نمائندے ہیں۔

۶۔ مولینا حافظ شاہ محمد قمر الدین چشتی نظامی مدظلہ سجادہ نشین سیال شریف۔
کا ارشاد ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے۔ کہ جنگ پاکستان میں مسلم لیگ کا ساتھ دیں۔

۷۔ مولینا الحاج سید شاہ غلام محی الدین چشتی نظامی مدظلہ سجادہ نشین گولڑہ شریف۔
نے فرمایا ہے۔ مسلمانو! اس معرکہ حق و باطل میں مسلم لیگ کا ساتھ دو۔

۸۔ زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری مدظلہ
نے فرمایا۔ محمد علی جناح ہمارا بہترین وکیل ہے۔ اور مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔

۹۔ حضرت مولینا سید فضل شاہ مدظلہ امیر حزب اللہ جلالپور شریف۔
کا ارشاد ہے۔ مسلمانو! وحدت ملت کو قائم رکھو۔ اور مسلم لیگ کا ساتھ دو۔

۱۰۔ حضرت مولینا حافظ قاری سید محمد شاہد صاحب نقوی آف لکھنؤ پیش امام مسجد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی علیہ الرحمۃ در ایام عرس شریف
نے فرمایا اگر مسلمان اس سیاسی جنگ میں مسلم لیگ کا ساتھ نہ دیں گے۔ تو مسلمانوں کی موت اور نیست و نابود ہونے کی نشانی ہے۔

۱۱۔ پیر حضرت سلطان محمد حسن اور سلطان العارفین باہو سلطان کے سجادہ نشین جناب سلطان صاحب قبلہ
نے فرمایا کہ مسلمانوں کو چاہئیے۔ کہ آل انڈیا مسلم لیگ اور مسلمانان ہند کے قائد اعظم محمد علی جناح کی پر زور تائید کریں اور الکشن میں مسلم لیگ کی پوری مدد کریں۔

۱۲۔ حضرت عبدالرزاق شمس الکونینی کلانور (رہتک)
نے برادران طریقت کو خصوصاً اور جمیع اہل اسلام کو عموماً فرمایا۔ کہ جنہیں اسلام عزیز ہے وہ مسلم لیگ کے نمائندے کو ووٹ دیکر رسول اکرم کی خوشنودی حاصل کرینگے۔

۱۳۔ حضرت سجادہ نشین خانقاہ میر فاضل شاہ صاحب لوہارانہ ضلع حصار
نے اعلان کیا۔ کہ مسلمان اپنی تمام کوششیں آل انڈیا مسلم لیگ کی کامیابی کیلئے صرف کر دیں۔

۱۴۔ جناب پیر بدر الدین صاحب سجادہ نشین درگاہ اباپانہ شریف معہ 5000 مریدوں کے مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔
اور فرمایا کہ الکشن میں امیدواروں کی شخصیتوں کو بھول جائیں۔ مسلم لیگ اور صرف لیگ کے نام کو یاد رکھیں۔

۱۵۔ سجادہ نشین حضرت شاہ جیونا علیہ الرحمتہ ضلع جھنگ کا اعلان۔
سب مسلمان مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔

۱۶۔ صاحبزادہ محمد ظہور الحق صاحب چشتی ونقشبندی سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ گورداسپور کا اعلان
سب مسلمان انتخابی مہم میں مسلم لیگ کا تعاون کریں۔

۱۷۔ حضرت سید منظور احمد سجادہ نشین مکان شریف کا اعلان۔
مسلمانان ہند کی زندگی اور موت کا انحصار فقط پاکستان کے نصب العین پر ہے۔ اور مسلم لیگ ہی مسلمانان ہند کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔

۱۸۔ حضرت سید الطاف حسین نقشبندی سجادہ نشین موسے خیل کا اعلان۔
سب مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ سارے اختلافات مٹا کر مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔

۱۹۔ حضرت میاں علی محمد خان صاحب چشتی نظامی مدظلہ العالی حجرہ شریف سجالنو ضلع ہوشیارپور کا ارشاد گرامی۔
مسلم لیگ کے امیدواروں کو کامیاب بنا کر اپنی ملی یکجہتی کا ثبوت دیں۔

۲۰۔ سجادہ نشین دربار غوثیہ سکھو چک ضلع گورداسپور کا اعلان۔
تمام مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہو جانا چاہیئے۔ اور پاکستان مسلمانوں کا آزاد ملک ہو گا۔ جہاں شریعت کے مطابق قانون نافذ ہوں گے۔

۲۱۔ جناب حضرت پیر صدرالدین صاحب قبلہ ملتان جو کہ محبوب سبحانی غوث صمدانی حضرت خواجہ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ سجادہ نشین ملتان نے مسلم لیگ اور پاکستان کے حصول کا حکم دیا ہے۔

۲۲۔ سجادہ نشین چورہ شریف نے مسلم لیگ کی حمایت اور پاکستان کے حصول کا ہر مسلمان کا سیاسی فرض قرار دیا ہے۔

۲۳۔ اس کے علاوہ مانکی شریف میں پیر صاحب مانکی اور انجمن اصفیاء نے شرعی پاکستان کے حصول کیلئے حکم صادر فرمایا ہے۔

۲۴۔ سجادہ نشین کربوغہ شریف کوہاٹ مولوی فضل حق صاحب قبلہ۔

۲۵۔ باچا صاحب بام خیل۔

۲۶۔ کاکا خیل حضرات۔

۲۷۔ حافظ عبدالرحیم صاحب سجادہ نشین سلوانہ۔

۲۸۔ بابا صاحب فقیرا ماخیل تحصیل ٹانک۔

۲۹۔ مولینا حافظ حضرت محمد ابراہیم صاحب سجادہ نشین موسے زئی شریف تحصیل کلاچی۔

۳۰۔ استاذہ العلماء مفتی اعظم حضرت مولینا مولوی سردار احمد صاحب شیخ الحدیث بریلی شریف۔

۳۱۔ حضرت مولینا حکیم الامت اشرف علی صاحب تھانوی مرحوم کے خلف الرشید جانشین صاحبزادہ۔

۳۲۔ جانشین شیخ الہند حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند صدر المدرسین مدرسہ عالیہ ڈابھیل۔

۳۳۔ حضرت مولینا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی راہنمائے اہلحدیث۔

۳۴۔ حضرت مولینا مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری اہلحدیث۔

۳۵۔ حضرت مولینا مولوی داؤد محمد صاحب سرحدی سابق صدر جمعیت العلماء سرحد اور جملہ علمائے سرحد و جمعیت العلماء السلام نے متفقہ طور پر فرمایا ہے۔

کہ سب مسلمانوں کا اولین فرض ہے۔ کہ مسلم لیگ کی حمایت کریں۔ اور پاکستان کے قیام کے لئے اپنا خون پیش کرکے باعث صد افتخار سمجھیں کہ بغیر قیام پاکستان اس ملک میں باعزت زندگی محال ہے۔

مندرجہ بالا مشائخ عظام و علمائے کرام کے ارشادات عالیہ کے مطابق مسلمانوں کو چاہیئے کہ بلا لحاظ گروہ بندی دھڑہ جنبہ واختلافات جناب حضرت پیر صاحبزادہ محمد عبداللطیف صاحب قبلہ سجادہ نشین یادگار زکوڑی شریف ڈیرہ اسماعیل خان اور جملہ مسلم لیگی امیدواروں کو کامیاب بنا کر اسلام کا بول بالا کریں۔

وما علینا الا البلاغ

تحریکِ پاکستان اور صوفیائے کرام



گزشتہ دنوں ایک دوست عزیز نے ایک قدیم اور بوسیدہ اشتہار دکھایا جو تحریک پاکستان کے زمانے میں پنجاب مسلم لیگ (شعبہ نشر و اشاعت) کی طرف سے شائع کیا گیا تھا۔ اس اشتہار میں بعض صوفیاء کرام کی طرف سے مسلم لیگ کی بھرپور امداد کرنے کی اپیل کی گئی تھی۔ اس اشتہار کی حیثیت چونکہ نادر اور نایاب دستاویز کی تھی۔ اس لیے اس کی ایک نقل حاصل کرلی گئی۔ قارئین ضیائے حرم کے مطالعہ کیلئے یہ تاریخی اشتہار ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔



حضراتِ صوفیاء کرام کا اعلانِ حق

صرف مسلم لیگ کی حمایت کرو!

حضرت دیوان السید آلِ رسول علی خاں مدظلہ آستانہ عالیہ اجمیر شریف کا ارشاد ہے:۔

"مسلم لیگ نے حصولِ پاکستان کیلئے انتخاب لڑنے کا اعلان کر دیا ہے اس لیے ہر مسلمان دل و جان کے ساتھ مسلم لیگ کا ساتھ دے۔"

حضرت پیر لاڈلے حسین شاہ مدظلہ سجادہ نشین گلبرگہ شریف (دکن) نے فرمایا:۔

"صرف مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی جماعت ہے۔"

مولانا حافظ خواجہ غلام السدید مدظلہ سجادہ نشین تونسہ شریف نے ایک خاص اعلان میں فرمایا

"مُریدانِ باصفا اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ مسلم لیگ کا ساتھ دیں۔"

حضرت سجادہ نشین صاحب مدظلہ دربار پاک پتن شریف کا ارشاد ہے:۔

"مسلمانوں کے ووٹ کے حقدار صرف مسلم لیگی نمائندے ہیں۔"

مولانا الحاج شاہ محمد قمر الدین چشتی نظامی مدظلہ سجادہ نشین سیال شریف کا ارشاد ہے:۔

"ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جنگ پاکستان میں مسلم لیگ کا ساتھ دے۔"

مولانا الحاج سید غلام محی الدین شاہ چشتی نظامی مدظلہ سجادہ نشین گولڑہ شریف نے فرمایا:۔

"مسلمانو! اس معرکہ حق و باطل میں مسلم لیگ کا ساتھ دو۔"

زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین حضرت پیر سید **جماعت علی شاہ** محدث علی پوری مدظلہ نے فرمایا:۔

"محمد علی جناح ہمارا بہترین وکیل ہے اور مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔"

حضرت مولانا سید فضل شاہ مدظلہ امیر حزب اللہ جلال پور شریف کا ارشاد ہے:۔

"مسلمانو! وحدت ملت کو قائم رکھو اور مسلم لیگ کا ساتھ دو۔"

جاری کردہ شعبہ نشر و اشاعت پنجاب مسلم لیگ

جناب محمد حنیف شاہد مشائخ عظام کی تحریک پاکستان میں خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں :-

"۱۹ر اکتوبر ۱۹۴۵ء کو جب صوبہ سرحد اور پنجاب کے پیروں، سجادہ نشینوں صوفیوں اور روحانی پیشواؤں کا ایک اہم اجتماع پشاور میں ہوا، تو اس میں ایک تجویز منظور ہوئی جس میں مسلم لیگ سے وفاداری اور قائدِ اعظم کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا گیا۔ سجادہ نشین پیر مانکی شریف نے اس اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"اس وقت مسلمانوں کو باہمی اتحاد کی ضرورت ہے۔ ہر مسلمان کو حصول پاکستان کے لئے پوری جدوجہد کرنی چاہئے، جہاں وہ عزت اور آزادی سے رہ سکیں گے۔ حصول پاکستان کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا کہ ہر مسلمان مسلم لیگ میں شریک ہو کیونکہ صرف مسلم لیگ ہی ایک ایسی جماعت ہے جو صرف اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی اور آزادی کے لئے کوشاں ہے"۔ [۱]

خواجہ حسن نظامی نے ۱۲ر نومبر ۱۹۴۵ء کو مندرجہ ذیل بیان دیا:-

"حضرت پیر مہر علی شاہ کے سجادہ نشین پیر غلام محی الدین نے اپنے سب مریدوں کو حکم دے دیا ہے کہ وہ مسلم لیگ کا ساتھ دیں۔۔۔۔" [۲]

۲۰ر جنوری ۱۹۴۶ء کو حضرت پیر عبدالرشید سجادہ نشین دربار بوعلی قلندر پانی پت نے حسب ذیل بیان دیا:

۱۔ اسلام اور قائدِ اعظم: محمد حنیف شاہد مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۱۴۲

۲۔ ایضاً، ص ۱۴۳

"اس وقت مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ ہے اور پاکستان مسلمانانِ ہند کا بہترین نصب العین ہے۔"[1]

۱۷ مارچ ۱۹۴۶ء کو سید محی الدین لال بادشاہ (پیر مکھڈ شریف) ایم ایل اے نے مسلم لیگ میں شمولیت کے وقت قائدِ اعظم کو ایک مکتوب میں لکھا:

"میں نہایت مسرت و ابتہاج کے ساتھ آپ کی وساطت سے اپنی ناچیز خدمات ملتِ اسلامیہ کے حضور پیش کرتا ہوں ..... مفادات کے لیے میری حقیر پیش کش کو قادرِ مطلق قبول فرمائے .... اس وقت ہر فردِ ملت کا یہ مقدس فرض ہے کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائے۔ یہ فرض ہر دوسرے فرض پر مقدم ہے ....."[2]

مولانا عبد الحامد بدایونی پہلی مرتبہ ۱۹۱۸ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے جلسہ میں شریک ہوئے۔ مولانا عبد الباری فرنگی محلی کی زیرِ صدارت منعقد ہونے والے اس جلسہ میں آپ نے خطاب بھی فرمایا۔ اس کے بعد ۱۹۳۷ء کے لکھنؤ کے سیشن میں مولانا نے باقاعدہ عملی طور حصہ لیا اور تقسیمِ ہند تک آل انڈیا مسلم لیگ کے رکن رہے۔ ۱۹۴۰ء کی قرار دادِ پاکستان کی حمایت میں تاریخی اجتماع سے آپ کا خطاب ہمیشہ یادگار رہے گا۔ مسلم لیگ کے ایماء پر بیرونی ممالک کا دورہ کر کے مطالبہ پاکستان کی وضاحت کی۔ ۲۱ اپریل ۱۹۴۷ء کو مولانا بدایونی نے مشرقِ وسطیٰ کا دورہ کے تاثرات کو یوں بیان کیا:

"میں جلالۃ الملک ابن سعود کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے پاکستان کے نظریہ کی بہت تائید فرمائی اور مسٹر جناح کی سیاسی دور اندیشی

---

[1] ایضاً، ص ۱۴۳، ۱۴۴

[2] ایضاً، ص ۱۴۵

کا اعتراف کرتے رہے ...... مصر اور دیگر بلادِ اسلامیہ کے اکابر کا نظریہ بھی یہی ہے کہ وہ سب کے سب کہہ رہے ہیں کہ "مسٹر جناح اسلام کے قائدِ اعظم ہوں گے" ۔[۱]

الہ آباد کے مسلم لیگ کے صوبائی اجلاس میں مولانا عبدالحامد بدایونی نے فرمایا:

"میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں نے جو کچھ طے کر لیا ہے۔ وہ اسے حاصل کر کے رہے گا"

"ہم طے کر چکے ہیں کہ ہندوستان کی سرزمین میں ایک ہی جھنڈا بلند ہو اور وہ جھنڈا اسلام کا ہو، ہم پاکستان چاہتے ہیں، پاکستان کو حاصل کر کے رہیں گے اور پاکستان کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہا دیں گے"۔[۲]

مولانا کرم علی ملیح آبادی نے الہ آباد صوبائی مسلم لیگ کے اجلاس میں خطاب کے دوران فرمایا:

"مسلمانوں کا رویاں رویاں پاکستان سے بھرا ہوا ہے۔ کیونکہ ہر مسلمان کو پاک وصاف رہنے، پاک صاف لباس پہننے، پاک غذا کھانے اور پاک زمین پر رہنے کا حکم ہے"۔

"میں اعلان کرتا ہوں کہ پاکستان ایک شرعی مطالبہ ہے"۔[۳]

علمائے اہلِ سنت نے مطالبۂ پاکستان کی وضاحت اور مسلم لیگ کے موقف کی حمایت میں اندرون ملک شہر شہر اور قریہ قریہ طوفانی دورے کئے، جس کے نتیجے میں

---

[۱] ایضاً ص ۱۶۴

[۲] روزنامہ مساوات لاہور ۱۵ اگست ۱۹۷۶ء یوم استقلال ایڈیشن، ص ۳

[۳] ایضاً

لوگ دھڑا دھڑ مسلم لیگ میں شامل ہونے لگے اور اہل سنت کی مساجد مسلم لیگ کا پلیٹ فارم بن گیئں۔ بیرون ملک رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے مختلف ممالک کے دورہ پر علمائے اہل سنت کی مساعی نہایت قابل قدر ہیں خود مسلم لیگ نے ان سُنّی علماء و مشائخ کو بیرونی ممالک کے دورہ پر روانہ کیا تاکہ مسلمانوں کے موجودہ سیاسی موقف کو دنیا پر واضح کریں۔ مشہور صحافی جناب مختار حسَن کی یہ رائے کتنی غیر جانبدارانہ ہے، جس میں انہوں نے سُنّی علماء و مشائخ کی مساعی کا بالعموم اور مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقیؒ کا بالخصوص ذکر کیا ہے :

"مولانا عبد العلیم صدیقی بہت عظیم مبلّغ اسلام تھے۔ کہا جاتا ہے انہوں نے اپنی زندگی میں مختلف ملکوں کے ۵۴ ہزار افراد کو مشرف بہ سلام کیا۔ تحریکِ پاکستان کے لئے کام کرنے والے علماء و مشائخ میں ان کا نام بڑا نمایاں تھا۔ انہوں نے بیرونِ ملک بھی برصغیر کے مسلمانوں کی سیاست اور مطالبۂ پاکستان کو واضح کرنے کے لئے دورے کئے۔ مولانا صدیقی پاکستان آئے، تو پہلی عیدِ آزادی کی امامت کی۔ قائد اعظمؒ نے انہی کی اقتدار میں یہ نماز ادا کی تھی۔"[1]

جناب منیر احمد منیرؔ نے علامہ صدیقی کی خدمات کا اس طرح اعتراف کیا ہے :-

"قائد اعظم نے انہیں اسلامی ممالک میں تحریکِ پاکستان کے لئے راہ ہموار کرنے کے مشن پر بھیجا تھا۔"[2]

قیامِ پاکستان کے سلسلہ میں سُنّی علمائے کرام کی مساعی جمیلہ اور بیرونِ ہند دوروں سے متعلق اخبار "دبدبۂ سکندری" رام پور کی بعض اشاعتوں کے عکس آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں :-

---

[1] ہفت روزہ زندگی لاہور ۲۴ تا ۳۰ ستمبر ۱۹۷۳ء، ص ۱۰

[2] ہفت روزہ چٹان لاہور ۲۶ جون ۱۹۷۲ء، ص ۱۲

۷

مطبوعہ ۳۰ر اپریل ۱۹۴۷ء

نظریۂ پاکستان پر ملک الحجاز کی تائید و حمایت

مولانا عبد الحامد صاحب قادری کا بصیرت افروز بیان

۲۰ر اپریل کو ریاست میسور کی مسلم لیگ کانفرنس کا پانچواں اجلاس
بمقام شموگا منعقد ہوا جس میں حضرت الحاج جناب مولانا مولوی شاہ
محمد عبد الحامد صاحب قادری بدایونی نے (جو مشرق وسطیٰ کے دورہ
کرنے والے مسلم لیگی وفد کے رئیس تھے) ایک بصیرت افروز تقریر کی
جس میں آپ نے فرمایا کہ میں اس دورہ میں ابن سعود ملک حجاز کی خدمت میں
بھی حاضر ہوا۔ اور ابن سعود کو پاکستان کا نظریہ بتایا جس کی انھوں نے
گرم جوشی سے تائید کی اور مسٹر جناح کے سیاسی تدبر کا اعتراف کرتے رہے
مولانا بدایونی صاحب نے کہا کہ مصر اور دیگر بلاد اسلامیہ کے اکابر کا بھی
نظریہ بھی یہی ہے اور وہ سب کے سب کہہ رہے ہیں کہ مسٹر جناح دنیائے
اسلام کے قائد اعظم ہوں گے۔

مولوی محمد عبد الاحسان صاحب صدر مجلس استقبالیہ کانفرنس نے
اس موقع پر جملہ محبان وطن سے استدعا کی کہ وہ باہم سر جوڑ کر بیٹھیں اور
کوئی ایسا فارمولا تیار کریں جسے کار فرما رکھنے سے اکثریت اقلیت کی حق تلفی
نہ کر سکے بلکہ اقلیتوں کے دلوں میں اعتقاد کا جذبہ پیدا ہو جائے
ایک قرارداد میں اس امر پر تشویش کا اظہار کیا گیا کہ
جھگڑا چکانے کے لئے آتش زنی اور قتل ۔۔۔
کیا جا رہا ہے کانگریس ۔۔۔
مسلم ۔۔۔

مطبوعہ ۱۶ر دسمبر ۱۹۴۶ء

اخبار دبدبۂ سکندری رامپور نمبر ۵۲ جلد ۸۵

۵

خلاصۂ اخبارات

درگاہ شریف

مخدوم سید صدر الدین شاہ جیلانی عاشورہ کی شام کو انتقال فرما گئے

حضرت پیران پیر
ملتان کے سجادہ نشین
اور سادات گیلانی

سردار تقدس مآب مخدوم سید صدر الدین شاہ گیلانی نے عاشورہ کو شام کو
دولت کدے میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن
آپ کی عمر ۔۔۔ سال تھی۔ آپ کے چار صاحبزادے ہیں ۔۔۔
عمر بھر بادشاہ ۔۔۔ میں مرحوم ۔۔۔ بیشتر آسکتا ہے ۔۔۔
مرحوم کے صاحبزادوں نے ایک ہزار روپیہ خیراتی کاموں میں دیا ہے

صدر وفد آل انڈیا مسلم لیگ کی مصر کو روانگی

بذریعہ نشانی ڈاک
صدر ادیٹر دبدبہ سکندری کو
مطلع کیا گیا ہے کہ جو وفد زیر قیادت مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ محمد عبد العلیم صاحب
صدیقی حکومت سعودیہ سے حجاج کی تکالیف اور پانچ سو باون روپیہ
ٹیکس کی منسوخی کے سلسلہ میں گفت و شنید کرنے کے لئے ۲۴ر اکتوبر
۱۹۴۶ء کو "اکبر" جہاز سے روانہ ہوا تھا۔ اس کے ارکان بہت حد
تک کامیابی کے ساتھ اپنے فرائض کی انجام دہی کے بعد حکومت سعودیہ
ٹیکس کی منسوخی اور نقائص کی دوری پر غور و فکر اور اصلاح کا وعدہ
لیتے ہوئے ۴ر دسمبر کو راہی مدینہ طیبہ ہو گئے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ایڈیٹر دبدبہ
حضرت مولانا شاہ محمد عبد العلیم صاحب صدیقی عنقریب ہی کسی جہاز سے
مصر کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔ اور وہاں سے تقریباً تمام اسلامی ممالک کا
دورہ فرماتے ہوئے ہندوستان واپس تشریف لائیں گے۔ آپ کا مقصد سفر
تبلیغی مراکز کا قیام اور ان کی نگہداشت، نیز مسلمانانِ ہند کا بلادِ اسلامیہ
کے ساتھ ارتباط پیدا کرنا ہے۔ دیگر ارکان وفد مع حضرت مولانا عبد الحامد
صاحب قادری بدایونی کے جلد ہی ہندوستان پہنچنے کا ارادہ رکھتے ہیں

۔۔۔ سیاسی اختلافات کا
۔۔۔ حالات کا طریق کار اختیار
۔۔۔ کی گئی کردہ صورت حالات کو سمجھے اور
کو تسلیم کرے مسٹر لیاقت علی خاں صاحب
چودھری خلیق الزماں صاحب بیگم
۔۔۔ کے پیغامات پڑھ کر سنائے گئے۔

حضرت مولانا عبدالحامد صاحب قادری بدایونی کنوینر وفد حجاز کا بیان

مطبوعہ ۱۰؍ جنوری ۱۹۴۷ء

حضرت محترم الحاج مولانا عبدالحامد صاحب قادری بدایونی نے کراچی تشریف فرما ہوکر
آل انڈیا مسلم لیگ کے وفد حجاز کے متعلق حسب ذیل بیان بغرض اشاعت دیا۔
آل انڈیا مسلم لیگ کا وفد حجاز میں دو ہفتے مقیم رہا حکومت سعودیہ کا وفد کے ساتھ
بہت اچھا طرز عمل رہا۔ تسہیل حجاج کے لئے وفد نے جس قدر بھی تجاویز پیش کیں اکثر کو
قبول کیا گیا بغیر ٹیکس کی حرمت کو جلالۃ الملک نے تسلیم کر لیا مگر اس کی معافی غور طلب ہے
انشاء اللہ اس کا بھی آخری فیصلہ جلد ہو جائے گا۔ ملک الحجاز نے تحریک پاکستان سے
اپنی ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے مسلمانان ہند کو پیام دیا کہ وہ خدا پر بھروسہ کریں مشرکین
ہند پر قطعاً اعتماد نہ کریں اپنی جد و جہد کو جاری رکھیں صبر سے کام لیں خدا ان کی ضرور
مدد کریگا۔ وفد نے عالم اسلامی کے ہر ملک کے زعماء کو مسئلہ پاکستان پوری طرح سمجھایا
اور مسلمانان ہند کے سیاسی موقف سے بخوبی واقف کیا۔ عالم اسلامی کے زعماء و علماء نے
مسلمانان ہندوستان کی تائید کا وعدہ کیا اور وفد کو عالم اسلامی میں آنے کی دعوت دی
اور اس پر زور دیا کہ تمام ممالک اسلامیہ میں مسلم لیگ کے وفد آنے کی ضرورت ہے تاکہ
ہمارے عوام بھی پاکستان کو بخوبی سمجھ سکیں۔ عالم اسلامی کے ان مشاہیر نے اس کا بھی
وعدہ کیا کہ وہ واپس جا کر اسلامیان ہند کے مسائل ذہن نشین کرائیں گے اور مسلم لیگ سے
اپنا رابطہ اتحاد قائم کریں گے۔ مولانا عبدالعلیم صاحب صدیقی آف میرٹھ مدینہ طیبہ
ٹھہر گئے ہیں واپسی پر وہ مصر وغیرہ جائیں گے۔ میرا عزم بھی ہے کہ آخر جنوری تک
ممالک اسلامیہ کے دورے پر روانہ ہو جاؤں۔
مولانا شیخ عبدالطیب مکہ معظمہ سے عراق گئے۔ مفصل رپورٹ بعد میں شائع کی جائے گی۔

مسلسل واقعات کی روشنی میں یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو چکی ہے کہ سُنّی علماء و مشائخ نے مطالبۂ پاکستان میں انتہائی جذبہ اور خلوص سے کام کیا، دن رات ایک کرکے قیام پاکستان کی منزل کو قریب کیا۔ اگر ان علماء کی کوششوں کو الگ کر لیا جائے تو اتنے قلیل عرصہ میں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت معرض وجود میں نہ آتی۔ یہ اکابر علمائے اہل سُنّت اور مشائخ عظّام کی مساعی جمیلہ ہی تھیں کہ مسلمانوں کی مسجدیں مسلم لیگ کی جلسہ گاہ اور مدرسے و دارالعلوم اس کے دفتر بن گئے۔ ہر خانقاہ سے "پاکستان زندہ باد" اور "لے کے رہیں گے پاکستان" کے نعرے بلند ہونے لگے۔ قائدِ اعظم خود ان حضرات کی مخلصانہ مساعی کے معترف تھے۔ مختلف موقعوں پر ان سے ملاقات کرکے مزید تعاون کے خواہاں رہے۔ چنانچہ جب ۱۷ مارچ ۱۹۳۹ء کو علی گڑھ سے واپسی پر مسلمانان بریلی کی دعوت پر مسلم لیگ کے تنظیمی دورے پر بریلی تشریف لائے تو بدایوں، شاہجہاں پور، مراد آباد اور قرب و جوار کے ہزار ہا مسلمان بریلی پہنچ گئے۔ مولانا حکیم قاری احمد (نبیرہ حضرت وصی احمد محدّث سورتی) صدر سٹی مسلم لیگ، پیلی بھیت صد ہا کارکنوں کے ہمراہ پرجوش استقبال کے لئے بریلی تشریف لائے۔ رات کے عظیم الشان جلسہ میں گورنمنٹ ہائی اسکول بریلی کے ہیڈ مولوی بنّے خاں رامپوری نے قائدِ اعظم کی شان میں فارسی کی ایک نظم پڑھی، جس کے چند اشعار یہ ہیں ؎

جناح آمد بریلی را بہار اندر بہار آمد — برائے پیشوائی صد ہزار اندر ہزار آمد
ہجوم عاشقان دیدار جُو در کوچہ و برزن — بہ شہرِ تشنہ کامان محبت جوئے بار آمد
ہزاراں سال باشد تازہ و خرم بہار ما — بریلی را بہارِ بے خزاں یادگار آمد[1]

---

[1] قائدِ اعظم کے ۷۲ سال: خواجہ رضی حیدر، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء، ص ۳۳۶

جمعیت علمائے پاکستان کے مقتدر راہنما اور آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے سابق ممتاز رکن مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری میرٹھی نے اپنے ایک انٹرویو میں سُنی علمار کی سیاسی سرگرمیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"میں آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس کو کامیاب بنانے کے لئے صدرُ الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی اور محدّث اعظم حضرت مولانا سیّد محمد صاحب کچھوچھوی علیہما الرحمۃ کی معیت میں ملک کے طول و عرض (یو.پی، سی.پی، بہار، پنجاب، مغربی و مشرقی بنگال) کے دورے کرتا رہا. اس کانفرنس نے ملک کے گوشہ گوشہ میں تحریک آزادی کو ایک نئی زندگی بخشی، مجاہد ملّت مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی اور حضرت مولانا صبغۃ اللہ صاحب فرنگی محل (لکھنؤ) کی رفاقت میں آل انڈیا مسلم لیگ کے جلسوں، کانفرنسوں اور بعض مشاورتی مجلسوں میں شرکت کرتا رہا. نواب محمد اسماعیل خاں صاحب صدر صوبائی مسلم لیگ (یو.پی) کی زیر قیادت میں نے شہری مسلم لیگ پولیٹیکل کانفرنس میرٹھ (منعقدہ ۳۱ دسمبر ۱۹۴۵ء یکم، ۲ جنوری ۱۹۴۶ء) مجلس استقبالیہ کے صدر کی حیثیت سے شرکت کی. اور ۱۸۵۷ء سے لے کر تحریک پاکستان تک مسلمانوں کی جدو جہد آزادی مختصر طور پر صدارتی خطبہ میں پیش کی." [۱]

---

[۱] انٹرویو: شاہ محمد عارف اللہ قادری میرٹھی از محمد صدیق سعیدی، ملتان (قلمی)

حسن اتفاق: یہ صفحات کتابت کے مرحلہ میں تھے کہ اخبار دبدبۂ سکندری رامپور ۹ جنوری ۱۹۴۶ء دستیاب ہوا. جس میں مذکورہ تاریخی خطبہ صدارت شائع ہوا. اس کا عکس آئندہ صفحات پر ہدیۂ ناظرین ہے.

(مرتب)

۷۸۶

ھوالعین
رجسٹرڈ حرف اے نمبر ۱۵

خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے
بطفیل حمایت سلطان کونین تاجدار دارین سرکار مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا

ھوالقادر
رجسٹرڈ
تار کا پتہ :- دبدبۂ سکندری رامپور

نواب الحاج سر سید کلب علیخاں بہادر خلد آشیاں کی علمی یادگار

دبدبۂ سکندری

رامپور
قیمت ۲ ؍

سنی کانفرنس
ملت اسلامیہ کی اجتماعی تعمیر ہے اور پورے ہندستان کے حق پرستوں کی واحد جماعت ہے۔ آپ جلد سے جلد اس کی رکنیت قبول کرکے فلاح و بہبود حاصل کیجئے۔

حکم رئیس رام پور سکہ بہ مہر و ماہ زد
ترک سپہر بر درش بستہ کمر بچاکری
گشت ز طبع ہر خبر نظم و نسق زیادہ تر
شہر بہ شہر در بدر کرد بہ جلال تیمری
دال بایں دو تاریخ است معرعہ گفتہ ام
سطوت شاہ ما نمود دبدبۂ سکندری
سنہ ۱۲۸۳ ہجری

سنہ ۱۸۶۶ء سے چھپتا ہے

سنہ ۱۲۸۳ھ میں جاری ہوا

سالانہ چندہ } عام شائقین سے چھ روپے سادات کرام و علمائے عظام سے چار روپے ممالک غیر کا ایک پونڈ

مالک و مدیر محمد فضل حسن صابری

قیمت سالانہ } والیان ریاست سے پچاس روپے
امرا و بزرگان قوم و وطن سے بارہ روپے

جلد ۸۴ | مطبوعہ ۴ ؍ صفر المظفر سنہ ۱۳۶۵ھ مطابق ۹ ؍ جنوری سنہ ۱۹۴۶ء یوم چہارشنبہ | نمبر ۵

خطبۂ صدارت

حضرت علامہ شاہ محمد عارف اللہ صاحب قادری صدر مجلس استقبالیہ

جو علامۂ موصوف نے شہری مسلم لیگ پولیٹیکل کانفرنس میرٹھ منعقدہ ۳۱ ؍ دسمبر سنہ ۱۹۴۵ء و یکم و ۲ ؍ جنوری سنہ ۱۹۴۶ء کے اجلاس اول ۳۱ ؍ دسمبر میں خود پڑھا

مرسلہ جناب سکریٹری صاحب مسلم لیگ میرٹھ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ اشرف رسلہ و سید انبیائہ محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین ۔ ۵

حضرت صدر محترم علمائے کرام و مشائخ عظام و برادران اسلام ۔ اس وسیع پنڈال میں یہ عظیم الشان اجتماع پولیٹیکل کانفرنس کے نام سے منعقد ہوا ہے۔

اس سے قبل کہ اس اجتماع کے مقصد کی طرف اشارہ کروں مجھے اجازت دیجیے کہ بمصداق من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ سنی مسلم لیگ میرٹھ اور اراکین استقبالیہ کی طرف سے ان تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کروں جنہوں نے ہندوستان کے دور دراز مقامات سے سفر کی صعوبتیں برداشت فرما کر کانفرنس کو شرف قدوم سے نوازا۔

ان دلی تشکرات کے بعد جو اس سخت ترین موسم میں آپکی تشریف آوری سے میرٹھ کے ہر مسلمان کے دل میں فراوانی کے ساتھ موجود ہیں اس سرزمین کی خصوصیت کی طرف چند کلمات میں ضرور اشارہ کرونگا۔

سرزمین میرٹھ اپنے علما صوفیا اور ارباب روحانیت و مردان جانباز کی جو صدیوں سے امتیاز رکھتی ہے اس کی تفصیل کے بغیر میں اس مکمل تحریک آزادی کی طرف اشارہ کرونگا جس کو بعد میں انگریزی حکومت اور اس کے ہوا خواہوں نے غدر ۵۷ء کے نام سے پکارنا شروع کیا لیکن حقیقت میں یہ تحریک آخری بادشاہ دہلی کی بے کسی کو ختم کرنے اور بڑھتے ہوئے انگریزوں کے اقتدار کا مقابلہ کرنے کے لئے تھی یہ تحریک میرٹھ ہی سے شروع ہوئی اور اس طرح میرٹھ اس چیز پر بجا ناز کرتا ہے کہ آزادی کا نعرہ اس صوبہ میں سب سے پہلے میرٹھ ہی کے مسلمانوں نے بلند کیا اس کے بعد علما و مشائخ کی ایک بڑی جماعت برطانوی استبداد کے خلاف برابر آواز بلند کرتی رہی یہانتک کہ جب تحریک خلافت شروع ہوئی تو میرٹھ صوبہ کے تمام اضلاع مغربی میں پیش پیش تھا اور پھر چند روز کے بعد اضلاع مغربی کا مرکز بھی شہر قرار پایا۔ چنانچہ جب تحریک خلافت

(ترک موالات کی مکمل تاریخ لکھی جائے گی تو ہمارے شہر کے بہت سے مجاہدانِ ملت کے نام سنہرے حروف میں نظر آئیں گے جن میں خصوصیت سے ہمارے صوبجاتی مسلم لیگ کے موجودہ صدرِ عالی جناب نواب محمد اسمٰعیل خاں صاحب بالقابہ۔ حضرت مولانا شاہ احمد مختار صاحب صدیقی و حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صاحب صدیقی جناب حاجی محمد حسین صاحب بیرسٹر زیادہ قابلِ ذکر ہیں۔ پھر تحریکِ مسلم لیگ کے سلسلہ میں میرٹھ نے جس جوش و ایثار کا ثبوت دیا وہ اظہر من الشمس ہے اور سنٹرل اسمبلی کے انتخابات نے تو حال ہی میں یہ ثابت کر دیا کہ میرٹھ کے مسلمانوں میں وہ جذبہ اب بھی موجود ہے جو غدر ۱۸۵۷ء میں کارفرما تھا۔ چنانچہ ہندوستان کے ایک بڑے حصہ کو آزاد کرانے اور اسلامی قوانین کے زیرِ نگیں لانے کے عزم کو مزید تقویت پہونچانے کے لئے ہم اس تاریخی شہر میں جمع ہوئے ہیں۔ برادرانِ ملت ہندوستان کے ایک بڑے حصہ کو اسلامی قوانین کے زیرِ نگیں لانے کی کوشش ہی کا نام تحریکِ پاکستان ہے۔

لفظ پاکستان کو سنتے ہی بدقسمتی سے مسلمانوں کی بھی ایک مختصر سی جماعت متحدہ ہندوستان کا نعرہ لگانے لگتی ہے اور ہندو مسلم اتحاد کی اہمیت پر لمبے لمبے خط لکھنے لگتی ہے۔ ہاں ہاں ہندو مسلم اتحاد ضروری ہے لیکن یہ اس اتحاد کے فریضہ ہمارے ذمے عائد کرنے والے کبھی یہ بھی سوچتے ہیں کہ ہم نے ہندوؤں سے اتحاد کر کے کیا پایا۔ اور اس ہندو مسلم اتحاد کا جو ردِ عمل ہوا کیا اس کو فراموش کر دیا گیا ہے۔

آج جبکہ ہر ہندو جس طرح رام راج کا خواب دیکھ رہا ہے اور ملتِ اسلامیہ حرفِ غلط کی طرح مٹانا چاہتا ہے تو کیا اس کی ضرورت نہ تھی کہ علماءِ ملت و زعمائے قوم مسلمانانِ ہند کے سامنے کوئی لائحہ عمل پیش فرمائیں۔ بحمدہٖ تعالیٰ کہ اسی ضرورت کے پیشِ نظر یہ عظیم الشان کانفرنس منعقد ہو رہی ہے جس میں آپ رونق افروز ہیں۔ ہمیں اس عظمتِ رفتہ کو واپس لانا ہے جو اس سرزمینِ ہند میں کھوئی جا چکی ہے۔ ہم خدا کے قوانین جاری کرنے کے لئے ایسی آزاد فضا چاہتے ہیں کہ جہاں اسلامی حکومت کی بغاوت و غداری کا شائبہ بھی نہ پایا جائے۔ ہم نے اس سرزمینِ ہند میں غلامی کی زنجیروں میں مقید ہونے کی وجہ سے اپنی مساجد کو اجڑتے ہوئے دیکھا۔ اذانوں پر حکومت کی پابندیاں برداشت کیں۔ فریضۂ قربانی ادا کرنے میں مشرکینِ ہند کو سنگِ راہ پایا۔ ناموسِ شریعتِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء پر حملے دیکھے۔ اگر ہماری یہ بے کسی و بے بسی صرف ان صوبوں میں ہوتی کہ جہاں ہماری اقلیت ہے تو شاید زیادہ موجبِ تکلیف نہ ہوتی لیکن جن صوبوں میں ہماری اکثریت ہے وہاں بھی یہی مظالم ڈھائے گئے۔ نظر بریں مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ نے یہ طے کیا کہ جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں ہم اپنی تمام تمدنی معاشرتی اور مذہبی خصوصیات کے ساتھ آزاد حکومت کریں جس کو آپ اسلامی حکومت سے تعبیر کیجئے یا پاکستان کا نام دیجئے۔ مجھے اس موقع پر یہ بھی کہنے دیجئے کہ پاکستانی غیر مسلم اقلیتوں کا تحفظ مسلمان حکومت کا پہلا فریضہ ہوگا جس کی بے شمار مثالیں مسلمان اپنے عہدِ حکومت میں پیش کر چکے ہیں۔

میں اس وقت صرف ایک واقعہ تاریخِ اسلام کا پیش کرتا ہوں جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ ہم نے غیر مسلموں کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کیا اور ان کے معاہدہ کا کس طرح تحفظ کیا۔ سنہ ۱۶ھ میں جب امیر المؤمنین حضرت فاروقِ اعظم بیت المقدس کو فتح فرماتے ہیں اور وہاں کے تاریخی مقامات کی سیر کرتے ہوئے مسیحیوں کے ایک گرجا میں داخل ہوئے نماز کا وقت قریب آیا تو عیسائیوں نے گرجا میں مصلّےٰ بچھا دیا لیکن حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دور رس نگاہ نے اس خیال سے پسند نہ کیا کہ آئندہ مسلمان کہیں اس کو حجت قرار دے کر کسی معاہدہ میں دست اندازی نہ کریں اور باہر آ کر نماز ادا فرمائی۔
(فتوح البلدان بلاذری)

میں نہیں سمجھ سکتا کہ کانگریسی مسلمانوں کے اس مطالبہ پر کیوں چراغ پا ہیں۔ اگر رام راج کا خواب دیکھنے والے دس کروڑ فرزندانِ توحید پر اپنا تسلط قائم کرنے کی فکر میں ہیں تو میں ببانگِ دہل ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ قدرت کے غیر مرئی ہاتھوں نے جن صوبوں میں ہماری اکثریت رکھ کر ہم کو آزاد حکومت کرنے کا حق عطا فرمایا ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی حقیقتاً مطالبۂ پاکستان اسی قدرتی تقسیم کی تکمیل کے لئے ہے جس کے حصول کے لئے ہمارا خون کا آخری قطرہ بہنے کے لئے تیار ہے۔

کانگریس اور مسلمان

مسلمانوں نے ۱۹۲۰ء میں اسی آزادی کی خاطر مشرکینِ ہند کا وہ ساتھ دیا جو اپنی مثال آپ ہے۔ ہماری مسجدوں کے منبروں پر گاندھی اور شردھانند کو بٹھایا گیا۔ قرآنِ کریم و رامائن کو ایک ڈولے میں رکھ کر نکالا گیا۔ مشرکین کی موت پر سوگ منایا گیا۔ ذبیحۂ گاؤ بند کرنے کے مشورے دئے گئے۔ ہندوؤں کی خوشنودی کو (معاذ اللہ) رضائے الٰہی سے تعبیر کیا گیا۔ لیکن بمصداقِ آیۂ کریمہ ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواہہم (انکی آرزو ہے جتنی تمہیں ایذا پہونچے ان کے (دشمنی ظاہر ہوئی) ہماری مسجدوں کے سامنے باجے بجائے گئے۔ فریضۂ قربانی کو روکنے کے لئے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔ قرآنِ کریم کی توہین کی گئی۔ حضور سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی تنقیصِ شان کی گئی یہی نہیں بلکہ شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں جاری کی گئیں یہ سب کچھ اس لئے ظہور میں آیا کہ مطالبۂ آزادی کچلا جائے اور ہندوستان میں برطانوی سامراج قائم کرنے کے بعد کانگریس اپنا حقِ نمک خواری ادا کرے۔ ۱۹۲۱ء میں تحریکِ آزادی نے نہ صرف شملہ و دہلی بلکہ لندن تک میں زلزلہ پیدا کر دیا تھا لیکن اس وقت کے وائسرائے

ہندوؤں کی ذہنیت سے واقف تھے پنڈت مدن موہن مالویہ کو بلا کر تحریک کو ناکام ختم کرنے کی دعوت دی چنانچہ پنڈت جی گاندھی جی کو ساتھ لے کر وائسرائے سے ملے۔ مسلمانوں نے گاندھی جی سے شملہ کی رازدارانہ گفتگو معلوم کرنی چاہی تو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ پرائیوٹ معاملہ تھا۔ پنڈت مدن موہن مالویہ کے اصرار پر ادھر وائسرائے نے ایک راجہ سے سفارش کر کے دو لاکھ روپیہ شدھی کے لئے دلوا دیا کہ ہندو مسلم اتحاد ختم ہو جائے۔ اس کے کچھ دن بعد خلافت کمیٹی کے ذمہ دار افراد گرفتار کئے گئے لیکن جیل جانے سے قبل رئیس الاحرار مولانا محمد علی مرحوم نے موتی لال نہرو و مولانا شوکت علی و حکیم اجمل خاں صاحب وغیرہم کے مشورہ سے ایک تجویز مرتب کی جس میں پورا نظامِ حکومت درج تھا اور طے کیا تھا کہ احمد آباد کانگریس کے جلسہ میں مکمل آزادی کی تجویز منظور کرا کے اس نظامِ حکومت کا اعلان کیا جائے۔ احمد آباد کے جلسہ تک چند گنے چنے لیڈر جیلوں سے باہر تھے جس میں گاندھی اور مولانا حسرت موہانی بھی تھے لیکن آپکو حیرت ہوگی کہ آزادی کے جھوٹے خواہشمند مسٹر گاندھی نے اس تجویز کو احمد آباد کانگریس میں "مہا پاپ" کہکر مسترد کرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور شرمناک سازشیں کر کے نامنظور کرا دیا حالانکہ حریت و آزادی کے سچے علمبردار مولانا محمد علی مرحوم اپنی تقریر کراچی میں گرفتاری سے قبل یہ کہہ چکے تھے کہ اس وقت ہم جیل میں جا رہے ہیں لیکن احمد آباد کے جلسہ کے بعد ہم اپنی قوت جیلوں کو توڑ کر نکلیں گے۔ بالآخر یہی تجویز مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے مولانا حسرت موہانی نے پیش کی جس کے نتیجہ میں وہ [illegible] سال قید کی سزا کے سزاوار ٹھہرائے گئے۔

حضرات یہ وہ باتیں ہیں جن کی بنا پر مسلمان لیڈر کانگریس سے علیحدہ ہوئے اور ہمارے لئے علیحدہ ایک خطۂ زمین کا مطالبہ کیا جا رہا ہے جس کو ہم پاکستان کہتے ہیں اور اب مسلمانانِ ہند پاکستان کے سوا کسی دوسری چیز کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

میں نے آپ کی بہت سمع خراشی کی آپ نے صبر و سکون سے میری گزارش کو سنا لیکن یہ اس دردانگیز داستان کا ایک مختصر خاکہ ہے جس کے سننے اور طریقِ کار تلاش کرنے کے لئے آپ جمع ہوئے ہیں۔

بالکل آخر میں محترم صدر اور معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کے مکارمِ اخلاق سے متوقع ہوں کہ ان تمام کوتاہیوں کو جو مجلسِ استقبالیہ کی طرف سے فرائضِ میزبانی ادا کرنے میں واقع ہوئی ہیں معاف فرما کر مستحقِ اجرِ جزیل ہوں۔ اب میں بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتا ہوا رخصت ہوتا ہوں کہ

احساس عنایت کر آثارِ مصیبت کا — امروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے
میں بلبلِ نالاں ہوں اک اجڑے گلستاں کا — تاثیر کا سائل ہوں محتاج کو داتا دے

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سیدنا و مولٰنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

نظریہ پاکستان، قرارداد پاکستان اور قیام پاکستان کی منزل تک کے سفر میں سُنّی مشائخ و علماء کے کردار کی ادنیٰ اسی جھلک آپ نے ملاحظہ فرمائی. تفصیلات کا یہ موقع نہیں ہے کہ اس کے لئے کئی دفاتر درکار ہیں.

چلتے چلتے نظریہ پاکستان کے مخالفین اور متحدہ قومیت کے علمبرداروں کے طرز عمل پر بھی ایک نظر ڈالئے تاکہ معلوم ہو سکے کہ جو لوگ ـــــ آج ـــــ قیام پاکستان تک کی منزل کی تمام کارروائی اپنے نام لکھوانا چاہتے ہیں ان کا کردار کیسا رہا. تاریخ کی یہ ستم ظریفی نہیں تو کیا ہے کہ آج وہ لوگ پاکستان کے کرتا دھرتا بن بیٹھے ہیں، جنہیں لفظ "پاکستان" سے بھی چڑ تھی ؎

نیرنگیِ سیاستِ دوراں تو دیکھئے
منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث، جمعیت العلماء ہند کے صدر جناب مولوی حسین احمد مدنی اپنے ایک قلمی دستخط شدہ فتویٰ میں لکھتے ہیں:

"ہم نے جہاں تک چھان بین کی پاکستان کا مطالبہ برطانوی خواہشوں اور اونکی دسیسہ کاریوں کے مطابق ہے .... ہماری سمجھ میں ابتک یہ مسلمانوں کے لئے مفید نہیں ہے اور بالخصوص اون مسلمان لوگوں کو جوکہ اقلیت والے صوبوں یوپی بہار مدراس برار بمبئی راجپوتانہ مالوہ وغیرہ میں رہتے ہیں مزید مشکلات کا سامنا ہو جائے گا جن کے لئے مسٹر جناح فرماتے ہیں کہ میں تم اقلیت والوں کو اکثریت والوں پر قربان کرتے ہوئے تمہاری نماز جنازہ پڑھنا چاہتا ہوں

واللہ اعلم

(دستخط) ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

۲۳ ذی قعدہ ۶۴ھ" [۱]

مسلم اقلیت والوں کو اکثریت والے علاقوں پر قربان کرنے اور ان کا جنازہ پڑھنے کا بہتان ـــــ کانگرسی ذہن کی پیداوار تھا۔ حالانکہ ملک تقسیم ہوتا یا نہیں، اقلیّت تو بہر حال اقلیت ہی رہتی ۔ مگر رشتہ اسلام کی بنا پر مسلم اقلیت والے صوبوں نے تحریک پاکستان میں اس قسم کی قربانیاں دیں جن کی مثال نہیں۔ محمد مظفر مرزا ایم اے اور پروفیسر البیرونی کی غیر جانبدارانہ رائے ملاحظہ ہو:

"جب قرار دادِ لاہور منظور ہوئی تو کانگرس کے بعض حلقوں میں جن کے سربراہ مسلمان کانگریسی تھے، یہ تنقید پیش کی تھی کہ اس قرارداد میں مسلم اکثریّتی علاقوں کا ہی مسئلہ پیش نظر رکھا گیا ہے اور ہندو اکثریّت کے علاقوں کے مسلمانوں کے مفادات کو قابلِ توجہ تصور نہیں کیا گیا۔ ہندو اکثریت کے صوبوں کے مسلمان باشندوں کو تجویز کردہ پاکستان سے کیا حاصل ہوگا؟ اس پر حضرت قائدِ اعظمؒ نے ہندو اکثریّتی صوبوں کے مسلمانوں کو متنبّہ کیا کہ اس پروپیگنڈے کا مقصد محض مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ملک تقسیم ہو یا نہ ہو، وہ اپنے علاقوں میں ہر لحاظ سے اقلیّت کے طور پر رہیں گے، لہٰذا انہیں اپنے بھائیوں کے راستے میں رکاوٹ کا باعث نہ بننا چاہیئے۔" [۲]

مطالبۂ پاکستان کی مخالفت میں جاری ہونے والے کانگرس کے ہمنوا مولوی حسین احمد مدنی کے قلمی فتویٰ کا عکس آئندہ صفحہ پہ دیا جا رہا ہے۔

---

[۱] قلمی فتویٰ جناب حسین احمد مدنی مورخہ ۲۳ ذی قعدہ ۱۳۶۴ھ (نومبر ۱۹۴۵ء)

[۲] تحریک پاکستان اور آئین پاکستان مطبوعہ لاہور، ص ۱۳۰

استفتاء ٧٦٦

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

I (ا) علمائے کرام و مشائخ عظام کو موجودہ وقت میں اسمبلیوں کیلئے ممبر بنکر جانا جائز ہے یا ناجائز

(ب) بصورت جواز جو حلفیہ عہد وفاداری انگریزی کونسل کے ہر ایک ممبر سے لیتا ہے اس کا کیا حیلہ ہو سکتا ہے قلبی اطمینان رکھتے ہوئے عہدنامہ پر دستخط کر دینے سے کچھ حرج لازم نہیں آتی؟

II مسلم لیگیوں کا مطالبۂ پاکستان درست ہے یا غلط؟ ۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) (الف) چونکہ نہ جانے اور غیر مذہبی لوگوں کے جانے سے تجربہ ہوا کہ ہر دو میں مسلمانوں اور ملک کو زیادہ نقصان ہے اسلئے اسمبلیوں میں حسب قاعدہ شرعیہ اہون البلیتین کا اختیار کرنا ضروری ہے اور ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جانے والے اشخاص دیانتدار مذہبی اور سمجھدار ہوں یا ایسی پارٹی میں ہوں جسکا پارٹی لیڈر ایسا ہو اور کسی مذہبی اور سیاسی بہترین دستور کا ذمہ دار ہو۔

(ب) اولاً جو حلف وفاداری لیا جاتا ہے اسمیں شرعی قسم نہیں ہے۔ ثانیاً اسمیں بادشاہ برطانیہ سے وفاداری کا حلف ہے، موجودہ حکومت سے نہیں ہے۔ جو کہ خلاف عہود و پیمان اور خلاف اپنے اعلانات سابقہ و حاضرہ طرح طرح کے جور و ستم کو روا رکھتی ہے تاآنکہ ظاہر ہو، اگر قلبی اطمینان کے موجود ہوتے ہوئے احوال حاضرہ کی بنا پر شرعی طور پر حرج بھی نہ ہوگا۔ علاوہ ازیں ان الفاظ میں مختلف معانی ہو سکتے ہیں۔ مستحلف کی نیت کی پابندی صرف اس وقت میں ہے جبکہ وہ ظالم اور ذی اقتدار نہ ہو ورنہ حالف ہی کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

(۲) ہم نے جہاں تک چھان بین کی پاکستان کا مطالبہ برطانوی خواہشوں اور ان کی دسیسہ کاریوں کے مطابق ہے (دیکھو مدینہ بجنور ۲۱ اگست ۱۹۴۱ء جلد ۳۰ نمبر ۵۹ صفحہ ۳ مسٹر ملوڈ لنڈیج مالک متحدہ کا خط) (اور بیان گنیتھر جھملا مدینہ بجنور ۳۳ مورخہ ۹ جون ۴۳ء منقول از انگریزی اخبار کامن سنس) ہمارے سمجھ میں ابتک یہ مسلمانوں کیلئے مفید نہیں ہے اور بالخصوص ان مسلمان لوگوں کو جو کہ اقلیت والے صوبوں یوپی بہار مدراس برار بمبئی راجپوتانہ مالوہ وغیرہ میں رہتے ہیں مزید مشکلات کا سامنا ہو جائیگا جنکے لئے مسٹر جناح فرماتے ہیں کہ میں تم اقلیت والوں کو اکثریت والوں پر قربان کرتے ہوئے تمہاری نماز جنازہ پڑھ چکا ہوں

واللہ اعلم

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ
۲۳ ذیقعدہ ۶۲ھ

انہی مولوی حسین احمد نے اکتوبر ۱۹۴۵ء میں ایک فتوے میں مسلم لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو حرام قرار دیا، اور قائدِ اعظم کو "کافرِ اعظم" کا لقب دیا تھا۔[1] اس فتویٰ پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا ردِ عمل (جو رسالہ پیغام ——— بنام کلکتہ کانفرنس، کے آخری سرورق پر شائع ہوا کا عکس) آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں:۔

---

[1] پیغام بنام موتمر کل ہند جمعیت علماء اسلام۔ کلکتہ، طبع ہاشمی بک ڈپو لاہور، ص ۸ ہ

[2] قائد کو بُرے ناموں سے یاد کرنے اور ان پر اتہام تراشی کرنے پر ہر ہوش مند نے اس کی مخالفت کی، علامہ شبیر احمد عثمانی نے لکھا ——— "جب ایک جانب سے قائدِ اعظم کی جگہ کافرِ اعظم اور ملعون وعیار وغیرہ الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں تو لاکھوں اشخاص کے سینوں میں یہ لفظ تیر ونشتر بن کر لگتے ہیں ......"

(ایضاً ـ ص ۲۷، ۲۸)

نوٹ: یہ امر قابل ذکر ہے کہ "خطبات عثمانی" طبع نذر سنز لاہور (۱۹۷۲ء) میں صفحہ ۸۲ پر قائدِ اعظم کو "کافر اعظم" کا خطاب دینے کا ذکر کرتے ہوئے "مولوی حسین احمد" کا نام حذف کر کے اس کی جگہ "ایک جلیل القدر عالم" لکھ دیا گیا ہے۔ (مرتب)

اسلام اور مستقبل قوم کے مقاصد کے سخت خلاف ہے کیونکہ پاکستان کے سوال کا فیصلہ بڑی حد تک ان انتخابات کے نتائج پر منحصر و موقوف ہے۔

دستخط ظفر احمد عثمانی تھانوی صدر اجلاس

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کا مدلّل و مُسکت جواب ۔ مولانا حسین احمد صاحب کا بے بنیاد و بے دلیل فتویٰ

نئی دہلی ۲۷ر اکتوبر ۱۹۴۵ء۔ مولانا حسین احمد صاحب نے مسلم لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو حرام قرار دیتے اور قائدِ اعظم کو "کافرِ اعظم" کا لقب دیتے ہوئے حال میں جو فتویٰ دیا تھا اسکا مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی نے اپنے مکتوب میں جو دہلی کے ایک روزنامہ میں شائع ہوا ہے حسب ذیل جواب دیا ہے۔ مولانا موصوف مولانا حسین احمد صاحب کے فتویٰ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ "مسلم لیگ کی شرکت کو احکام شریعت کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے اسکے کیا دلائل شرعیہ پیش کئے ہیں۔ محض کسی عالم کے اتنا لکھ دینے سے کہ فلاں چیز ناجائز ہے دوسرے علماء کیسے ساکت ہو سکتے ہیں؟ دلائل سامنے ہوں تو اُن پر کہا جائے۔ مجھے تو عدم جواز کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ غلطیاں اور کوتاہیاں کس جماعت اور کس شخص سے نہیں ہوتیں۔ ہمارے بڑے بڑے مقدس ادارے بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ لیکن یہ چیز اسکا سبب نہیں بن سکتی کہ اداروں میں شرکت ہی حرام ہو۔ درآنحالیکہ اسکے فوائد اور منافع اسکے مضار اور نقصانات سے زائد ہوں۔

مسلم قوم کی مستقل ہستی لیگ نے منوائی۔ "میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تمام امور سے قطع نظر کرکے اگر لیگ کے وجود سے اتنا کام ہو گیا کہ مسلم قوم کی مستقل ہستی اور اسکی غیر مخلوط صاف آواز ہر انگریز اور ہندو، دونوں کے نزدیک تسلیم ہو گئی اور تھوڑی سی مدت میں بدون بہت زیادہ نقصان کے اٹھائے دنیا نے ہندوستان کے اندر ایک تیسری طاقت کے وجود کا اعتراف کر لیا۔ بلکہ لیگ آور کانگرس کو صلح یا جنگ کے ہر معاملہ میں ایک ہی صف میں دوش بدوش کھڑا کیا جانے لگا۔ تو کیا یہ فائدہ شرعی اور سیاسی نقطۂ نظر سے کچھ کم ہے؟"

رہبر دکن حیدر آباد دکن
مورخہ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۴۵ء

جمعیت العلمائے ہند کے ایک اور رہنما جناب مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی اپنے ایک قلمی دستخط شدہ فتویٰ میں علماء و مشائخ کی تحریک پاکستان کی کوششوں اور مسلم لیگ کے مطالبۂ پاکستان کی تردید و مخالفت میں لکھتے ہیں:۔

"پاکستان کا مطالبہ ہمارے خیال میں مسلمانوں کے لئے مضر ہے۔ کیونکہ حقیقی پاکستان تو نہ مانگا جاتا ہے نہ اس کے ملنے کی توقع۔۔۔۔۔" [۱]

اس قلمی فتویٰ پر جناب احمد سعید صاحب (ناظم جمعیت العلمائے ہند) اور جناب حبیب المرسلین صاحب نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی کی تصدیقات بھی موجود ہیں۔ مدرسہ امینیہ اسلامیہ کی مہر بڑی صاف پڑھی جاتی ہے۔ مذکورہ قلمی فتویٰ کا عکس بھی ملاحظہ ہو:

---

[۱] قلمی فتویٰ مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی، دارالافتاء مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی

نوٹ:۔ کانگریس کی حمایت میں فتویٰ دینے والے مفتی صاحب موصوف اس سے پہلے بھی ہندوؤں کی حمایت میں شدھی تحریک کے بانی شردہانند کے مسلمان قاتل کے جہنمی ہونے کا فتویٰ جاری کر چکے تھے۔

(ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد جلد ۳، شمارہ ۰، ۳۰/ رجب ۱۳۴۵ھ)

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(الف) علمائے کرام و مشائخ عظام کو موجودہ وقت میں اسمبلیوں کے لئے ممبر بنکر جانا جائز ہے یا ناجائز

(ب) بشرط جواز جو حلفیہ عہد وفاداری ان سے لیا جاتا ہے۔ اس کا کیا حل ہو سکتا ہے۔ کیا انگریزوں کے اس عہدنامے پر دستخط کر دینے سے مطمئن بالاسلام ہو کر کچھ حرج لازم نہیں آتی؟

(ج) مسلم لیگیوں کا مطالبۂ پاکستان درست ہے یا غلط؟ بینوا توجروا

الجواب

ہندستان میں حکومت کا معاملہ بڑی نزاکت اختیار کر چکا ہے۔ اسلئے اس کے متعلق احکام دینا بہت مشکل اور پیچیدہ ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ علما اور مشائخ اسمبلی میں ممبر بنکر جائیں تو بہتر ہے اسلئے جواز کا فتوے دیتا ہوں

اسمبلی میں جس عہدنامے پر دستخط لئے جاتے ہیں۔ اسمیں اتباع شریعت کے پختہ عہد کے ساتھ دستخط کئے جاسکتے ہیں۔

پاکستان کا مطالبہ ہمارے خیال میں مسلمانوں کے لئے مضر ہے۔ کیونکہ حقیقی پاکستان تو نہ مانگا جاتا ہے نہ اسکے ملنے کی توقع۔ جو پاکستان کہ مانگنے والے مانگتے ہیں وہ تمام ہندستان سے اسلام کی شوکت مٹا کر ایک چھوٹے سے قطعہ میں محدود کر دینا ہے اور اسمیں بھی مخالف قوی پارٹی موجود ہے۔ اور باقی ہندستان کے کروڑوں مسلمانوں کو مخالفین کے ہاتھوں میں بے دست و پا بنا کر چھوڑ دینا ہے یہ صورت مضر اور یقیناً مضر ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ
دہلی

دار الافتاء مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی

حضرت مفتی صاحب قبلہ کی رائے نہایت ہی ارفق با لقرآن والحدیث ہے

الجواب صحیح
حبیب المرسلین
نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

فقیر احمد سعید کان اللہ لہ

سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے "احرار کانفرنس" علی پور میں ڈنکے کی چوٹ کہا تھا:

"(پاکستان کا مطالبہ کرنے والے) مسلم لیگ کے لیڈر بے عملوں کی ٹولی ہے جنہیں اپنی عاقبت بھی یاد نہیں اور جو دوسروں کی عاقبت بھی خراب کر رہے ہیں۔ اور وہ جس مملکت کی تخلیق کرنا چاہتے ہیں وہ پاکستان نہیں خاکستان ہے"[1]

امروہہ کے ایک جلسہ میں عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر کا ایک جملہ یہ بھی تھا:

"جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے۔ وہ سؤر ہیں اور سؤر کھانے والے ہیں"۔[2]

ایک دوسرے موقعہ پر پسرور میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

"اب تک کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی "پ" بھی بنا سکے"۔[3]

ابو الکلام آزاد نے مجلس احرار اور دوسری مسلم لیگ مخالف جماعتوں سے اپیل کی کہ۔

"وہ منظم ہو کر ایک وجود بن جائیں اور ڈٹ کر مسلم لیگ کا مقابلہ کریں"[4]

اس اپیل پر تبصرہ کرتے ہوئے مشہور مؤرخ رئیس احمد جعفری رقمطراز ہیں:-

"اور بلاشبہ مولانا (آزاد) کی یہ اپیل کارگر ہوئی۔ اور خاکسار، جمعیت علماء اور دیگر جماعتوں نے مسلم لیگ کے خلاف ایک محاذ بنا لیا۔ انہوں نے مسلم لیگ کے راستے میں کانٹے بچھائے، پتھر پھینکے، چاقو اور خنجر سے وار کئے، جلسے درہم برہم کرنے کی کوشش کی۔ کانگرس نے اور کانگرس کے ان حلیفوں نے کوئی

---

[1] اخبار ملاپ لاہور، ۲ دسمبر ۱۹۴۵ء بحوالہ ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۸ صفر ۱۳۸۸ھ

[2] چمنستان: ظفر علی خاں، ص ۱۶۵

[3] تاریخ نظریۂ پاکستان: پیام شاہجہانپوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء، ص ۴۰۰

[4] آزادیٔ ہند (ابو الکلام کی خود نوشت) مترجم رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور طبع پنجم، ص ۱۶۶

دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ مجلس احرار کے واعظانِ خوش مقال اور علمائے شیوا بیان دورے پر نکل پڑے۔ مجھے بمبئی کا وہ جلسہ یاد ہے جس میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اور شورش کاشمیری کی خطابت نے رنگ باندھ دیا تھا۔ لیکن بُری طرح پٹے۔ دیوبند کے طلبا کی ایک جماعت مولانا حسین احمد مدنی مغفور کی سربراہی میں شہر شہر اور قریہ قریہ کا گشت کر رہی تھی۔ جہاں موقعہ ملتا مولانا آزاد بھی پرواز کر کے یعنی طیارہ پر اُڑ کر پہنچ جاتے۔ غرض تفریق بین المسلمین اور تضعیف شوکتِ مومنین میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ احرار و خاکسار میدان انتخاب میں زورِ بیان اور قوت استدلال سے زیادہ دست و بازو کی طاقت کے بل بوتہ اُتر آئے، ہنگامہ آرائی کی، شورش اور بدامنی کے مظاہرے کئے۔ ان کا کوئی "وہ عظیم الشان جلسہ" ایسا نہ ہوا جس میں مسلم لیگ کو اور قائد اعظم کو ایک ایک منہ سو سو گالیاں نہ دی گئی ہوں۔ قائد اعظم کی ذات پر گفتنی اور ناگفتنی الزامات نہ لگائے گئے ہوں مسلم لیگ کی قیادت کے خلاف کفر و فسق کے فتوے نہ دیئے گئے ہوں"۔[1]

۱۹۳۹ء میں جناب ابوالاعلیٰ مودودی نے ارشاد فرمایا:

"لیگ کے قائد اعظم سے لے کر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرزِ فکر رکھتا ہو اور معاملات کو اسلامی نقطہ نظر سے دیکھتا ہو"۔[2]

---

[1] ایضاً، ص ۱۶۷

[2] مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوئم ص ۳۰/ بحوالہ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء؛ چودھری حبیب احمد مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء، ص ۲۰۸

صالح انقلاب کی داعی جماعت ـــــ جماعت اسلامی کے بانی جناب مودودی صاحب اس سے ایک قدم اور بڑھتے ہیں۔ مسلم لیگ کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی فلاح وبہبود، اسلامی مملکت کے قیام اور دو قومی نظریہ کے تحفظ کے لئے سرگرم عمل دوسری تمام ملی وسیاسی جماعتوں کو بھی بیک جنبش قلم بے عمل اور اسلامی تعلیمات سے ناواقف بتاتے ہیں، ملاحظہ ہو:

"اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی جو مختلف جماعتیں اسلام کے نام پر کام کر رہی ہیں۔ اگر فی الواقعہ اسلام کے معیار پر ان کے نظریات، مقاصد اور کارناموں کو پرکھا جائے۔ تو سب کی سب جنس کاسد (کھوٹ) نکلیں گی۔ خواہ مغربی تعلیم و تربیت پائے ہوئے سیاسی لیڈر ہوں یا علمائے دین و مفتیان شرع مبین۔ دونوں راہِ حق سے ہٹ کر تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں"۔ [۱]

۴۶-۱۹۴۵ء کے انتخابات جو مطالبۂ پاکستان کی بنیاد پر منعقد ہوئے تھے اور انہی کی بدولت مملکت خداداد پاکستان معرض وجود میں آئی تھی۔ اس نازک مرحلہ پر جماعت اسلامی نے مسلم لیگ کی حمایت سے ہاتھ کھینچ لیا، جس کا صاف مطلب کانگریس کی خاموش حمایت تھا۔ اس سے حصول پاکستان کے کاز کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا تھا[۲]۔ "۱۹۴۵ء کا تاریخی الیکشن" کے عنوان سے جماعت اسلامی کا ترجمان "کوثر" رقمطراز ہے:

"بعض خوش فہم لیگی حضرات کا خیال تھا کہ جماعت اسلامی اس الیکشن میں ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی امداد کرے گی اور مسلم لیگ کا ساتھ

---

۱ ایضاً، ۷۸/ ایضاً۔

۲ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۱ مئی ۱۹۷۸ء، ص ۴

دے گی۔ چنانچہ انہوں نے مخلصانہ طور پر جماعت اسلامی کو اسی سلسلہ میں دعوت بھی دی، جو اُس نے ٹھکرا دی اور صاف اعلان کر دیا کہ:۔

"ووٹ اور الیکشن کے معاملہ میں ہماری پوزیشن صاف صاف ذہن نشین کر لیجئے، پیش آمدہ انتخابات یا آئندہ آنے والے انتخاب کی اہمیت جو کچھ بھی ہو اور ان کا جیسا بھی اثر ہماری قوم یا ملک پر پڑتا ہو۔ بہر حال ایک با اُصول جماعت ہونے کی حیثیت سے ہمارے لئے یہ ناممکن ہے۔ کہ کسی وقتی مصلحت کی بناء پر ہم ان اُصولوں کی قربانی گوارا کر لیں۔ جن پر ایمان لائے ہیں۔"[۱]

یہ بات تاریخ سے حذف نہیں کی جا سکتی کہ جس وقت مسلم لیگ قائد اعظمؒ کی عظیم قیادت میں پاکستان کے قیام کے لئے غیر مسلم اقوام سے صف آرا تھی تو جماعت اسلامی نے ..... نہ اشتراک کیا نہ تعاون کیا بلکہ مخالفت میں پیش پیش رہی[۲] ـــــ لیکن یہ ایک طرفہ تماشہ ہے کہ پچھلے دنوں میاں طفیل محمد امیر جماعت اسلامی نے ایک بیان میں اس قسم کا تاثر دیا کہ پاکستان کے بانیوں میں جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب بھی ہیں۔ لیکن بھلا ہو جناب مودودی صاحب کا، جنہوں نے دبے لفظوں میں میاں صاحب کے بیان کی تردید کرتے ہوئے اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ پاکستان کی تحریک میں ہم نے کوئی حصہ نہیں لیا۔

پاکستان کی مخالفت میں کام کرنے والی مختلف جماعتوں کے کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب ضیاءالاسلام تحریر کرتے ہیں:۔

---

[۱] کوثر ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء / بحوالہ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص ۷۰۹، ۷۱۰

[۲] روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۰ مئی ۱۹۷۸ء، ص ۲

"اس امر کا تذکرہ ضروری ہے کہ جمعیت العلمائے ہند۔ مجلس احرار۔ اور یونی نسسٹ پارٹی کے گٹھ جوڑ نے ہمارے قومی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی جو ناپاک سازش مرتب کی تھی، وہ خضر حیات ٹوانہ اور کانگرس کی کولیشن حکومت کی صورت میں منظر عام پر آگئی اور ان دشمنانِ اسلام نے پنجاب کے مسلم اکثریتی صوبہ میں پاکستان کے مخالفین کا تسلط قائم کر دیا اور ابوالکلام آزاد بہ نفسِ نفیس اس کام کی تکمیل کے لئے لاہور میں عرصہ دراز مقیم رہے۔ تاکہ پاکستان کے حصول کے مقصد کو ضرب کاری لگائی جا سکے۔" [1]

آگے چل کر آپ لکھتے ہیں:۔

"تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور اس قسم کے دوسرے لوگ مثلاً ابوالکلام آزاد اور حسین احمد مدنی صدر جمعیت علماء ہند اپنے دور میں فن خطابت کے امام تھے۔ ہندو کانگرس نے ان کے فن خطابت ہی کی وجہ سے ان کو بھاری قیمت کے عوض خرید رکھا تھا۔ متحدہ ہندوستان میں جب کانگریس نے رابطہ عوام کی ہمہ گیر مہم شروع کی۔ تو سادہ لوح مسلمانوں کو اسلام کے نام پر بے وقوف بنانے کے لئے انہیں حضرات کے فن خطابت کا استعمال کیا ہے۔" [2]

۱۹۳۵ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے نفاذ کے بعد مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد نے ایک نیا رُخ اختیار کیا، مسلم لیگ کی تنظیم نو کی گئی اور ۱۹۳۷ء کے انتخابات کے لئے تیاریاں شروع ہو گئیں۔ ان انتخابات کے نتیجہ میں قائم ہونے والی کانگرسی وزارتوں کے

---

[1] ایضاً، ۲۶ اگست ۱۹۷۱ء، ص ۴

[2] ایضاً

مظالم کی بناء پر ۱۹۳۰ء میں علیحدہ وطن کا مطالبہ ــــــ مطالبہ پاکستان کیا گیا۔

قائداعظم نے تمام مسلمان جماعتوں سے مسلم لیگ کی حمایت کرنے کی درخواست کی۔ مذاکرات ہوئے، مسلم لیگ کی پالیسی اور پروگرام کی وضاحت کی گئی۔ اسی دوران قائداعظم نے اکابر دیوبند سے بھی مسلم لیگ کی تائید کی اپیل کی۔ مگر جمعیت علماء ہند کے اکابر مسلم لیگ کی بجائے کانگرس کے حامی[1] بن گئے۔ ان حالات کا تذکرہ قائداعظم کے ۷۲ سال میں اس طرح کیا گیا ہے۔

"ان اجلاسوں سے مولانا حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید نے بھی خطاب کیا اور انہوں نے کہا کہ دیوبند کا ادارہ اپنی تمام خدمات لیگ کے لئے پیش کر دے گا۔ بشرطیکہ پروپیگنڈہ کا خرچ لیگ برداشت کرے اس کام کے لئے پچاس ہزار روپے کی رقم بھی طلب کی گئی جو لیگ کی استعداد سے باہر تھی۔ اس لئے محمد علی جناح نے اس مطالبے کو مسترد کرتے ہوئے کہ نہ اتنا سرمایہ لیگ کے پاس فی الوقت موجود ہے اور نہ ہی اس کا مستقبل میں امکان ہے اس لئے صرف قومی جذبہ کے پیش نظر کام کیا جائے۔ مرزا ابو الحسن اصفہانی نے لکھا ہے کہ ان علماء کو اس سے مایوسی ہوئی اور وہ رفتہ رفتہ ہندو کانگریس کی طرف ڈھلتے گئے اور کانگریس پارٹی کے لئے

---

[1] جناب مفتی محمد شفیع سابق مفتی دیوبند (م۔ ۱۹۷۶ء) اپنے ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں:۔

"۱۹۳۵ء کے آخر میں یہ نوبت آگئی کہ سیاست کا عَلَم کانگریس کے ہاتھ میں تھا اور مسلمان اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ اب اس انداز کی سیاست دیوبند میں بھی در آئی تھی۔۔۔ دیوبند میں کانگریسی مزاج پختہ ہوتا چلا گیا۔"

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور جولائی ۱۹۶۸ء، ص ۲۸)

پرچار کرنے لگے جو ظاہر ہے کہ ان کے مالی تقاضے پوری کر سکتی تھی"۔[۱]

مندرجہ بالا ناقابل تردید شواہد وحقائق کی روشنی میں یہ تاریخی حقیقت بالکل بے غبار ہو گئی کہ نظریۂ پاکستان پیش کرنے والوں میں سُنّی علماء و مشائخ سر فہرست ہیں ــــ نظریہ کی وضاحت ــــ اور اسے عوام تک پہنچانے کے لئے ہر قسم کی کوششیں کیں۔ لاہور میں منظور ہونے والی قرارداد پاکستان کی سُنّی علماء و مشائخ نے کھل کر تائید کی۔ سواد اعظم اہل سنت وجماعت کو مسلم لیگ کے قریب لانے کے لئے ٹھوس مساعی کیں ــــ تحریک پاکستان کی جنگ میں اہلِ سُنّت نے دامے، درمے، قدمے، سخنے ــــ ہر طرح حصّہ لیا ــــ راہنمایان طریقت ــــ مشائخ عظام اور پاسبان شریعت ــــ علمائے کرام نے پاکستان کی ضرورت پر شرعی فتاویٰ جاری کئے ــــ انہی اکابر کی اپیل پر ان کے مریدین، تلامذہ، متوسلین اور متعلقین نے انتخابات (۱۹۴۵ء اور ۱۹۴۶ء) کے موقعہ پر مسلم لیگ کے امیدواروں کو ووٹ دے کر کامیاب بنایا ــــ مالی امداد کی ــــ جانی قربانیاں پیش کیں ــــ غرضیکہ ــــ بے غرض ہو کر صرف "پاکستان" ــــ کے قیام کی خاطر وہ سب کچھ کیا، جو انسانی بس میں تھا ــــ بالآخر ان کی مخلصانہ دعاؤں اور بے لوث جدوجہد سے تحریک پاکستان کامیابی سے ہمکنار ہوئی ــــ کانگرسی عزائم خاک میں مل گئے۔ کانگرسی، احراری، اور جمعیت علمائے ہند کے اکابر کے علی الرغم ــــ دنیا بھر میں مسلمانوں کی سب سے بڑی مملکت ــــ پاکستان ایک زندہ حقیقت بن کر سامنے آگئی۔

والحمد للہ رب العالمین

---

[۱] قائد اعظم کے ۲۷ سال: خواجہ رضی حیدر، ص ۲۲۔۲۳۔۲۴۔۳۰

نوٹ: تفصیلات کے لئے مطالعہ فرمائیں "قائد اعظم میری نظر میں" از ایم۔ اے۔ ایچ اصفہانی، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

تحریک پاکستان کی تاریخ سے متعلق حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ مسلم لیگ کے مطالبۂ پاکستان کی مخالفت اور کانگریس کی ہمنوائی میں جمعیت العلمائے ہند، احرار، خاکسار اور نیشنلسٹ اکابر نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ جماعت اسلامی نے اگرچہ کانگریس کی مخالفت بھی کی، مگر وہ مسلم لیگ کی حمایت سے ــــــ انتہائی ضرورت کے وقت بھی ــــــ دست کش رہی۔

قیام پاکستان کے صرف تیس سال بعد ہی جبکہ تحریک پاکستان کے کارکن اور عینی شاہد ابھی بفضلہ زندہ اور موجود ہیں یہ مضحکہ خیز دعوے کئے جانے لگے ہیں کہ ۱۹۳۷ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کے امیدواروں کی کامیابی بھی "جمعیت العلماء ہند" کی جدوجہد کی مرہون منت ہے۔ حال ہی میں شائع ہونے والی ایک کتاب "قائدِ اعظم اور مسلم پریس" سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حالیہ انتخاب (۱۹۳۷ء) کے سلسلہ میں مسلم لیگ کو جن صوبوں میں کامیابی حاصل ہوئی ہے وہ مسٹر جناح اور مسلم لیگ کے نام پر نہیں بلکہ جمعیت العلمائے ہند کے ان مجاہدین کی بدولت حاصل ہوئی ہے جو ملک کی خاطر اور استبدادی نظام کے خلاف مسلسل جہاد کرتے ہوئے قید و بند کی مصیبتیں جھیل چکے ہیں اور نازک سے نازک موقع پر انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو اغیار کی نظروں میں ذلیل ہونے سے بچایا ہے۔"[1]

اس عجیب منطق اور استدلال کا کیا کہنا ؏

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد

۱۹۴۶ء سے ۱۹۴۵ء میں جبکہ مسلم لیگ کا مطالبۂ پاکستان مسلمانانِ ہند کے دلوں کی دھڑکن

---

[1] قائدِ اعظم اور مسلم پریس (جلد اوّل)، پروفیسر احمد سعید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۱۲۱

بن چکا تھا اور قیام پاکستان یقینی نظر آنے لگا تھا، جمعیت العلمائے ہند سے منسلک بعض موقع شناس مسلم لیگ کی حمایت پر آمادہ ہو گئے ـــــــ مسلم لیگ کے اکابر بھی اس بات کے حق میں تھے کہ انتخابات کے موقع پر علماء دیوبند میں سے ہی ایک گروہ ایسا تیار کیا جائے جو مسلم لیگ کے موقف کی حمایت کرے اور وہ جمعیت العلماء ہند کا توڑ ہو۔ اس مقصد کے لئے علامہ شبیر احمد عثمانی، مولوی طاہر عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی اور چند دیگر علماء کے ذریعے "جمعیت علماء اسلام" کی بنیاد رکھی گئی، جس کا پہلا اجلاس اکتوبر ۱۹۴۵ء میں علامہ راغب احسن بنگالی کی دعوت پر ہوا۔ اس اجلاس میں علامہ عثمانی کو شرکت کی دعوت دی گئی مگر آپ بیماری کی وجہ سے اس میں شریک نہ ہو سکے۔ بلکہ اپنی طرف سے ایک پیغام ارسال کیا۔

جناب ظفر احمد انصاری جو قائد ملت کے پرسنل سیکرٹری رہے ہیں، نے اس حقیقت کا اعتراف یوں کیا ہے:

لہ ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء کو جب امرتسر میں جمعیت العلمائے ہند کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں دیگر علماء کے علاوہ علامہ شبیر احمد عثمانی بھی شریک ہوئے تھے۔ اس کے بعد جمعیت کے تقریباً ہر اجلاس میں آپ شریک ہوتے اور ملکی سیاسیات اور مجلس شوریٰ کی تجاویز میں حصہ لیتے رہے۔ یہ صورت حال ۱۹۴۵ء تک قائم رہی، پروفیسر محمد انوار الحسن شیر کوٹی لکھتے ہیں:

"...... اس طرح علامہ عثمانی ۱۹۱۹ء سے لے کر ۱۹۴۵ء تک جمعیت العلمائے ہند دہلی کے رکن رکین اور اس کی مجلس شوریٰ کے مؤثر ممبر رہے۔"

• آگے چل کر آپ یوں لکھتے ہیں:

"علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی ۱۹۴۵ء تک جمعیت العلماء کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر رہے اور قومی تحریکات میں ہمیشہ آگے رہنے کی کوشش کی۔ تحریک خلافت سے لے کر ۱۹۴۵ء تک جمعیت العلماء اور کانگریس کو آپ کے تعاون کا فخر حاصل رہا۔ بہت سی کمیٹیوں میں صدارت کے فرائض انجام دیئے۔"

(خطبات عثمانی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء، ص ۵۸ – ۵۹)

"اکتوبر ۱۹۴۵ء میں کلکتہ میں جمعیت علمار اسلام قائم ہوئی۔ اس سلسلہ میں کلکتہ کے احباب نے پیش قدمی کی اور ہندوستان کے تمام علاقوں کے ان علمار کو باعانت مرکزی مسلم لیگ مجتمع کرنے کی کوشش کی گئی، جو لیگ کے حامی تھے۔ ۲۶ - ۲۹ر اکتوبر ۱۹۴۵ء کو محمد علی پارک کلکتہ میں علمار کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں ہندوستان کے مختلف صوبوں کے پانچ سو سے زیادہ علمار و مشائخ نے شرکت کی۔" [۱]

جمعیت العلمار اسلام کے قیام —— اس کی تشکیل اور نصب العین کے سلسلہ میں چوہدری خلیق الزمان لکھتے ہیں:-

"جمعیت جنوری ۱۹۴۶ء میں کلکتہ میں بنی جس کے صدر مولانا شبیر احمد عثمانی ہوئے۔ اس کے قیام کا سہرا ظفر احمد انصاری کے سر ہے جو کمیٹی آف الیکشن کے سیکرٹری تھے، یہ دو برس سے کوشش کر رہے تھے کہ جمعیۃ العلمار ہند کا کوئی جواب پیدا کیا جائے۔ تاکہ دیوبند اور مسلمانوں پر اس کا اثر کسی طرح کم ہو، اس سلسلہ میں ظفر احمد انصاری نے مولانا طاہر عثمانی سے بارہا گفتگو کی یہاں تک کہ بالآخر مولانا طاہر عثمانی کی امداد سے مولانا شبیر احمد عثمانی کو جمعیۃ العلمار اسلام کی صدارت کیلئے راضی کر لیا۔ اور نواب اسمٰعیل خان صاحب نے بھی اس اقدام کو بہت پسند کیا چنانچہ سید احمد اختر سیکرٹری مسلم لیگ میرٹھ نے جمعیۃ العلمار اسلام کا ایک اور جلسہ میرٹھ میں منعقد کیا جس میں مَیں (چوہدری خلیق الزمان) بھی اس کانفرنس میں شرکت کیلئے بلایا گیا مولانا شبیر احمد عثمانی سے میری پہلی ملاقات یہیں نواب اسمٰعیل خان صاحب کے گھر پر ہوئی۔" [۲]

---

[۱] چراغ راہ کراچی —— نظریہ پاکستان نمبر، ص ۲۳۲ بعنوان "نظریہ پاکستان اور علمار"

[۲] شاہراہ پاکستان مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء، ص ۹۷۰

مسلم لیگ کے ایما پر قائم ہونے والی "جمعیت العلماء اسلام" کے صدر جناب علامہ شبیر احمد عثمانی نے اس امر کا اعتراف خود کیا ہے کہ بہت تاخیر کے بعد میں نے مسلم لیگ کی حمایت کی ہے، چنانچہ مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ منعقدہ ۳۰ دسمبر ۱۹۴۵ء کے جلسہ میں آپ نے خطبۂ صدارت دیتے ہوئے فرمایا:

"راقم الحروف خود ایک مدّت دراز تک اسی شش و پنج میں رہا اور یہی وجہ ہے کہ خاصی تاخیر سے میں نے لیگ کی حمایت میں قلم اٹھایا۔ میں نے اپنی قدرت کی حد تک مسئلہ کی نوعیت پر قرآن و سنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں غور و فکر کیا، اللہ سے دعائیں کیں اور استخارے کئے بالآخر ایک چیز میرے اطمینان اور شرح صدر کا سبب بنی اور وہ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ کی ایک تصریح ہے جو ان کی کتاب السیر الکبیر میں موجود ہے اور آپ جانتے ہیں کہ فقہ حنفی کا سارا مدار انہیں امام محمد کی تصنیفات پر ہے۔"[۱]

ان حقائق کی روشنی میں یہ بات تو درست ہے کہ جمعیت علماء اسلام کے قیام کی تدبیر مسلم لیگ اور مسلمانوں کے حق میں کسی حد تک مفید ثابت ہوئی، اس سے جمعیت العلماء ہند کی صفوں میں ایک شگاف پڑ گیا اور مسلم لیگ کا منصوبہ کامیاب رہا ـــــــ لیکن یہ کوشش تاریخ کو مسخ کرنے کے مترادف ہے کہ برصغیر میں علماء و مشائخ کی تمام مساعی، جو مسلم لیگ کے حق میں مفید ثابت ہوئیں، کو صرف علامہ عثمانی یا جمعیت علماء اسلام کے کھاتے میں ڈال دیا جائے جبکہ سوادِ اعظم اہل سُنّت کے علماء و مشائخ ابتدا ہی سے نظریہ پاکستان کی حمایت کرتے رہے۔

---

۱ خطبات عثمانی: پروفیسر محمد انوار الحسن شیرکوٹی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء، ص ۱۷۳ - ۱۷۴،
خطبۂ صدارت مسلم لیگ کانفرنس۔ میرٹھ، طبع ہاشمی بک ڈپو، ص ۱۲

ملک کی نامور علمی شخصیت جناب ڈاکٹر وحید قریشی ایم اے، ڈی لٹ رقمطراز ہیں:

"حلقۂ علماء میں اگر کبھی تحریک پاکستان کے سلسلے میں ذکر آیا بھی ہے تو مولانا ظفر علی خاں مولانا شبیر احمد عثمانی کے نام نامی کے سوا کچھ یوں تاثر دیا جاتا ہے گویا علمائے دین کا اس تحریک سے کچھ زیادہ واسطہ نہ تھا۔ نیشنلسٹ علماء کا محور کانگرس کی امداد و اعانت تھا اس سے یہ خیال عام ہوتا گیا کہ علماء نے من حیث الجماعت پاکستان کی کبھی تائید نہیں کی۔ حالانکہ تحریک پاکستان میں جہاں تعلیم یافتہ طبقے نے حصول پاکستان کے لئے قربانیاں دیں وہاں اس آواز کو مسلمانانِ برصغیر کے دل میں جاگزیں کرنے کا سہرا ان دینی رہنماؤں کے سر ہے جنہوں نے شہر شہر قریہ قریہ مسلم لیگ کے پیغام کو پہنچایا اور مسلمانوں کو یہ احساس دلایا کہ الگ مملکت کا مطالبہ دراصل ان کے دلوں کی آواز ہے۔ دیوبند کے مقابلے میں علماء کی یہ آوازیں زیادہ مؤثر اور دوررس نتائج کی حامل رہی ہیں۔" [1]

تحریک پاکستان کی کوششوں میں سواد اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کی عظیم اور فعال تنظیم ——— "آل انڈیا سنی کانفرنس" کا نام سرِفہرست ہے ——— جو بدقسمتی ——— سے مورخین کی بے اعتنائی کا شکار ہو کر رہ گئی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نئی نسل کو اس عظیم جماعت سے روشناس کرایا جائے۔ ایک ایسی تاریخ ساز تنظیم جو ایک ربع صدی تک مسلمانانِ ہند کی رہنمائی و شیرازہ بندی کے فرائض انجام دیتی رہی ——— جو عملاً مسلم لیگ کی دست و بازو بنی رہی اور جس نے برملا اعلان کیا کہ ——— اگر مسلم لیگ بھی مطالبۂ پاکستان سے دستبردار ہو جائے تو وہ اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے جدوجہد جاری رکھے گی۔ دانستہ یا نادانستہ اغماض کی نذر ہو گئی۔ آئندہ صفحات میں شاندار ماضی کی حامل اس عظیم جماعت کا اجمالی تعارف ملاحظہ فرمائیں:

---

[1] تحریک پاکستان اور علمائے دیوبند: سید محمد فاروق القادری ایم۔ اے مطبوعہ لاہور ۱۳۹۶ھ، ص ۲۸-۲۹

آل انڈیا سُنّی کانفرنس

پس منظر ــــ اور ــــ مقاصد

غیر منقسم ہندوستان میں ہماری غفلتوں سے اغیار نے فائدہ اٹھایا۔ ہمارے تفرق و تشتت سے ایک طرف زرکشی و شہرت پسندی کی ہوس بڑھی تو دوسری جانب توہب اور ادّعاءِ نبوت کی بدولت نیچریوں، چکڑالویوں اور منکرین حدیث وغیرہ نے سر اٹھایا۔ کفار و مشرکین ہند کی کوششیں تھیں کہ تمام اسلامیانِ ہند کو ہندو بنا لیا جائے یا انہیں ملک سے نکال باہر پھینکا جائے۔ انہوں نے ہر موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا چنانچہ ــــ

- شدھی کی شکل میں فتنۂ ارتداد کی تحریک
- سنگھٹن کی صورت میں فتنۂ ارتداد کی تنظیم اور توسیع
- ہندو مسلم اختلاف کے بہانے ذبیحہ گاؤ پر پابندی
- اذان کہنے پر فساد
- مساجد کا انہدام
- کتاب مقدس کی بار بار توہین
- خونِ مسلم کی ارزانی
- رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں

- سُوراج اور آزادی کے نام پر گاندھویت کا جادو
- تحریکِ خلافت میں گاندھی کی قائدانہ حیثیت
- ہندو کے اشارے سے ہجرت اور عدمِ تعاون ——— کی تباہ کاریاں۔
- عقائدِ اسلامیہ کو مسخ کرنے کے لئے واردھا سکیم اور ودیا مندر سکیم۔
- تعلیمی اداروں کی ناگفتہ بہ حالت اور اُن پر ہندوؤں کا تسلط
- کانگرس کی ذیلی جماعتوں کی اسلام دشمنی
- مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ ملا کر ان کا قومی و ملی تشخص ختم کرنا ——— وغیرہ

ایسے بے شمار واقعات اور حادثات تھے جنہوں نے اسلامی قلوب کو تڑپا دیا۔

اگرچہ سُنّی علماء و مشائخ کے مدارس، آستانے اور خانقاہیں اپنے اپنے مقام پر مرکز کی حیثیت رکھتے تھے جن سے کفر و الحاد اور رسومِ بدعیہ کے انسداد اور عقائدِ حقہ کی حفاظت و صیانت اور اشاعت و تبلیغ اسلام کا کام لیا جاتا رہا مگر کفر کی آندھیوں اور اتحاد کے نام پر الحاد کی منظم یورشوں کے پیشِ نظر ضروری ہو گیا تھا کہ تمام سُنّی علماء و مشائخ اپنی اپنی تدابیر کو یکجا کر کے منظم طریقہ سے ملّتِ اسلامیہ کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیں۔ ——— باہمی کشاکش کے مریضوں، نفسانیت کے اسیروں اور دشمنوں کی چیرہ دستیوں کا شکار ہونے والوں کو بیداری بخشیں ——— اغیار کے ظلم و استبداد کے خلاف فریاد نہ کر سکنے والوں کو فریاد رسی کے منصب تک پہنچا دیں ——— حوادث و آفات کی گھنگھور اور بھیانک گھٹاؤں کی برقِ شرر بار کو معدوم کر دیں ——— غلامانِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خوابِ غفلت کی حیلہ گری کو اپنے اللہ اور رسول (جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم) کے فضل و کرم سے کافور کر دیں ——— کانگریسیوں، احراریوں، خاکساروں اور ہندو مسلم اتحاد کے داعیوں کے منصوبے خاک میں ملا دیں ——— اُن لوگوں کو جو گاندھی کے فسوں کا شکار ہو چکے تھے۔ سوادِ اعظم

کے قافلے کے ساتھ دوبارہ ملادیں ــــــ اسلامیانِ ہند کے قلبِ حزیں کو صبر وسکوں، اتحاد و وداد، نظم و ارتباط اور دینوی اعزاز عطا کریں ــــــ ضرورت اس امر کی تھی کہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود، شریعت کے مطابق ان کی مشکلات حل کرنے، دین کی طرف سے بے پروائی اور غفلت کو دور کرنے اور باہمی اتفاق و اتحاد کے لئے ایک "مرکز" ہو جو ہر معاملہ میں ان کی راہنمائی کرے۔ معاملات ملی ہوں یا سیاسی ــــــ معاشرتی ہوں یا اقتصادی ــــــ انفرادی ہوں یا اجتماعی ــــــ غرضیکہ ان اسباب کو اکٹھا کیا جائے جس سے مسلمانوں کی ترقی مقصود ہو۔

قبل ازیں اتحاد و اتفاق بین المسلمین کے مقدس مقصد کے لئے جتنی کوششیں ہو چکی تھیں، سب ناکام ہوگئیں، شاید ہر بار ایک ہی نوعیت کی غلطی کو دہرایا جارہا تھا کہ اتحاد کے ہر محرک نے مسلمانوں کے تمام فرقوں کو ملاکر ان میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی مگر غور کرنے پر معلوم ہوا کہ اگر ان میں اتحاد پیدا ہو سکتا تو یہ جدا ہی کیوں ہوتے۔ قوائے متخالفہ کو ایک جگہ جمع کرنے سے اتحاد کی بجائے فساد کا منظر سامنے آتا ہے ــــــ اور پھر یہ کہ ہر فرقہ کی ایک الگ فکری حیثیت ہے جس کی وجہ سے کسی دوسرے فرقہ کے کسی فرد کا اس میں شامل ہونا ناممکن ہوتا ہے، وہ اپنی اپنی کانفرنسیں الگ الگ منعقد کرتے ہیں۔ اس میں کسی دوسرے کی جھلک دیکھنے کے بھی روادار نہیں ہوتے۔ شیعہ اپنی کانفرنسوں میں سُنّی کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتے، اہلِ حدیث دغیر مقلد) تبلیغی اجلاس منعقد کرتے ہیں۔ اس کے اربابِ اختیار و مجاز اور مقررین صرف اہل حدیث ہی ہوتے ہیں اور ان کی تنظیموں میں کسی دوسرے کی شمولیت ناممکن ہے۔

مذکورہ بالا واقعات وحادثات ــــــ ضروریات اور مشکلات کو مدنظر رکھتے

ہوئے سُنّی علماء و مشائخ نے سوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کے اکابر اور عامۃ الناس کو خالص اپنے اجتماع کے لئے دعوت دی. چنانچہ برصغیر بھر میں اہل سنت و جماعت کا عدیم النظیر اجتماع ——— سنّیوں کا واحد نمائندہ اجلاس اور خالص ایوان سنّیت کا اقتدار

"الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ"

یعنی "آل انڈیا سُنّی کانفرنس"

کے نام سے موسوم ہوا. سُنّیوں کی اس ملک گیر تنظیم کا پہلا اجلاس مراد آباد میں

۲۰؍ شعبان تا ۲۳؍ شعبان ١٣٤٣ھ

بمطابق ١٦؍ مارچ تا ١٩؍ مارچ ١٩٢٥ء

منعقد ہوا. سنّیوں کی اس مرکزی ——— قومی جماعت کی تشکیل میں علماء و مشائخ کی دردمندانہ کوششیں بالعموم اور صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی مساعی جمیلہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں. آل انڈیا سنّی کانفرنس، مراد آباد کے پہلے چار روزہ اجلاس میں تین سو علمائے کرام، مفتیانِ عظام اور مشائخ ذوی الاحترام نے شرکت فرمائی، ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

عارف ربانی مولانا سید احمد اشرفی کچھوچھوی (م ١٣٤٣ھ) خلیفہ امام احمد رضا بریلوی

مناظر اسلام مولانا سید غلام قطب الدین برہمچاری اشرفی (م ١٣٥٠ھ)

مجاہد اسلام مولانا سید محمد سلیمان اشرف، بہاری (م ١٣٥٢ھ) پروفیسر علی گڑھ و خلیفہ امام رضا بریلوی.

شیخ المشائخ مولانا سید محمد علی حسین اشرفی (م ١٣٥٥ھ) زیب آستانہ کچھوچھہ شریف

مجاہد ملت مولانا شاہ احمد مختار میرٹھی (م ١٣٥٧ھ) خلیفہ امام احمد رضا بریلوی

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری (م ١٣٦٢ھ) ابن و خلیفہ امام احمد رضا بریلوی

شیخ الفقہاء مولانا عبدالمجید آنولوی (م ۱۳۶۲ھ)

صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی (م ۱۳۶۷ھ) خلیفہ امام احمد رضا بریلوی۔

امیر ملت مولانا سید جماعت علی محدث علی پوری (م ۱۳۷۰ھ)

زبدۃ الفقہاء مولانا عبدالحفیظ حقانی آنولوی (م ۱۳۷۷ھ)

رئیس المحدثین مولانا سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی (م ۱۳۸۱ھ) خلیفہ امام احمد رضا بریلوی

حضرت مولانا محمد یعقوب خاں بلاسپوری (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)

حضرت مولانا محمد حسین اجمیری

حضرت مولانا سید فاضل کچھوچھوی

حضرت مولانا موان حسین رامپوری

حضرت مولانا محمد یٰسین عباسی چڑیاکوٹی[۱]

سوادِ اعظم کی عظیم مذہبی و قومی تنظیم، ان کی دینی و دنیوی بہبودی کا مرکز، فرائض تبلیغ کی ادائیگی کا مقدس اجتماع اور سنیوں کی منتشر قوتوں کی جامع تحریک ——— "آل انڈیا سُنی کانفرنس" کے پہلے اجلاس کی کارروائی کا حال لکھتے ہوئے رئیس المحدثین سید محمد اشرفی کچھوچھوی رقمطراز ہیں:-

"یہ کانفرنس کس طرح شروع ہو کر ختم ہوئی۔ اس کے متعلق بلامبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ مجموعی حیثیت سے ہندوستان میں قومی قوت سے اس درجہ شاندار جلسہ کی مثال نہیں مل سکتی وہ حضرات جن کے سامنے ہندوستان کا مشرق و مغرب ہے اور جنھوں نے ایسے ایسے جلسے

---

[۱] ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ شوال ۱۳۴۳ھ / مئی ۱۹۲۵ء ص ۱۳ ـــ ۲۰

دیکھے ہیں جن کا تذکرہ بھی ہم لوگوں کو عجیب معلوم ہوتا ہے اون کا بیان ہے کہ اس قدر منظم و با قاعدہ و پرشوکت جلسہ کبھی نظر سے نہیں گذرا اور نہ شرکت سے پہلے گمان تھا کہ کانفرنس کا افتتاح اس شان و شوکت سے ہوگا۔

"جمعیت اشرفیہ" "انجمن اظہار الاسلام" اور "جماعت رضائے مصطفیٰ" کے رضاکاروں اور مجلس استقبالیہ کے اراکین کا نظم و ضبط اور انتظام و انصرام کا سلیقہ نہایت قابلِ تعریف تھا۔ رضاکار، جن کی تعداد کئی سو تھی، باقاعدہ وردی میں ملبوس تھے، جن میں فارغ التحصیل علماء، درجہ تکمیل کے طلبہ اور رؤسا شہر کے نونہال فرزند شامل تھے ان کا رویہ نہایت صبر و سکون کا آئینہ دار تھا۔ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کا خیمہ عجیب شوکت رکھتا تھا۔ اس کا بلند پھریرا مسلمانوں کو تبلیغ کی دعوت دے رہا تھا۔ بعض حضرات اس نظام کو دیکھ کر بے ساختہ کہہ اٹھے تھے:

"اس ملکوتی نظام کو کیا کہا جا سکتا ہے"؟ [1]

برصغیر کے تمام علاقوں ــــــ سندھ سے لے کر بنگال تک تمام مرکزی، علمی مقامات اور آستانہ ہائے عالیہ کے مقتدر علماء اور مشائخ اس کانفرنس میں تشریف لائے، بالخصوص بریلی، دہلی، رامپور، مرادآباد اور کچھوچھہ کے علماء کی شرکت نے کانفرنس کو مؤثر کر دیا قادریہ چشتی، نقشبندی اور سہروردی خیموں سے ذکر و فکر، ذوق و سرور سے کیف آور صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ غرضیکہ یہ منظر بجائے خود دیدنی تھا اور کانفرنس کے اندر اہلِ سُنّت و جماعت کی شوکت کا پتہ دے رہا تھا۔

انجمن حزب الاحناف، لاہور کی جانب سے شائع شدہ رسالہ "ضیاء القنادیل"

---

[1] ایضاً، ص ۱۵ ــــ ۱۶

مطبوعہ ۱۹۲۵ء کے آخری سرورق پر آل انڈیا سُنّی کانفرنس مراد آباد کے انعقاد پذیر جلسہ کا جو اشتہار شائع ہوا اس کا عکس آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں، جس سے کانفرنس کے مبارک اجتماع اور اس کے اغراض و مقاصد واضح طور پر معلوم کئے جا سکتے ہیں :

آل انڈیا سُنّی کانفرنس

بجمعیۃ العالیہ

منجانب

انجمن اہل سنت وجماعت مرادآباد

سُنّی تبلیغی کانفرنس کے شاندار اجلاس

تمام ہندوستان کے مشہور افاضل نامور علماء اکابر مشائخ ممتاز سجادہ نشین۔ معزز رؤسا و منتخب اہل زبان اور تبلیغی وفود کا مبارک اجتماع مسلمانوں کے اہم ترین مقاصد تبلیغ۔ تعلیم معاشرت ادائے قرض باہمی تعلقات اور دوسرے امور میں مسلمانوں کی رہنمائی اور ضروری اصلاحات و تنظیم اہلسنت کے لئے بتاریخ ۲۰ تا ۲۳ شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کیا جائیگا۔ امید کہ حامیانِ اسلام اس اہم اور ضروری کانفرنس کی شرکت مسلمانوں کے روزافزوں تنزل و انحطاط کو دور کرنیکے لئے ضروری خیال فرمائیں گے۔

المعلن (قاضی مولوی) محمد امداد حسین (رئیس اعظم و صدر انجمن اہلسنت وجماعت و معزز میونسپل کمشنر)

النجدی وہابی (ابن سعود) کے وظیفہ خوار یا مدح خوان اخبارات نے کچھ دنوں سے اپنے مربی ممدوح کو "غازی" لکھنا ترک کر دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ شروع سے ہم لکھ رہے ہیں اور اب معزز اخبارات وکیل اور تسنیم وغیرہ میں غیر مسلم حکومتوں سے ابن سعود کے خفیہ معاہدہ کا راز طشت از بام ہونے پر مسلم پبلک سے وہ شرما گئے ہیں۔ اجی جناب شریف حسین تو غدار تھا ہی کہو اب اپنے غازی ممدوح کا کیا نام رکھو گے۔ جس نے خفیہ معاہدہ کے ذریعہ آنیوالی ذریات کو بھی غیروں کے ہاتھ بیچ کر دیا ہے۔

تمت

اجلاس کی کارروائی شروع ہونے سے قبل امیر ملت پیر سید جماعت علی محدث علی پوری کی تحریک اور تمام حاضرین کی تائید پر شیخ المشائخ سید محمد علی حسین اشرفی کو کانفرنس کی صدارت کے لئے منتخب کیا گیا۔ صدارتی خطبہ آپ نے اسی مجلس میں خود لکھا اور اس کو حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی نے پڑھا۔ یہ خطبہ بعد میں ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ شوال المکرم ۱۳۴۳ھ مئی ۱۹۲۵ء میں "الخطبۃ الاشرفیۃ" کے نام سے شائع ہوا۔ کتاب ہذا میں اسی خطبہ کا عکس شامل کیا جا رہا ہے۔ اختصار کے باوجود خطبہ اپنی مثال آپ تھا، جس میں پیش آمدہ حالات و واقعات کو پیش کر کے اتحاد و اتفاق بین المسلمین کی ضرورت کو واضح کیا گیا۔

آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے اسی اجلاس میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری بریلوی صدر مجلس استقبالیہ نے اپنا استقبالی خطبہ پیش فرمایا، جو دو مجلسوں میں پڑھا گیا۔ یہ خطبہ اس قدر جامع تھا کہ اس میں

(ا) ہندوستانی سیاسیات

(ب) اغیار کی پالیسیاں

(ج) تدابیر دفاع

(د) نظام عمل

(ہ) اقتصادی اور معاشرتی ترقی کی تدابیر

(و) ہندو مسلم اتحاد کی حقیقت اور دو قومی نظریہ کی وضاحت

(ز) اور آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے مقاصد عالیہ وغیرہ

تمام شعبے شرعی نقطۂ نظر سے واضح کئے گئے۔

یہ عظیم الشان کانفرنس چار دن تک جاری رہی، ہر روز دو نشستیں ہوتیں۔ علماء و مشائخ اپنے مواعظ حسنہ سے حاضرین کو مالامال کرتے۔ امیر ملت پیر جماعت علی محدث علی پوری کا فی البدیہہ خطبہ سادگی اور صاف گوئی میں ہمیشہ مثال رہے گا ——

اتفاق اور اختلاف کی وجوہات بیان فرمائیں۔

اس کانفرنس میں مختلف تجاویز منظور ہوئیں جن کا تعلق عہدیداروں، مرکزی کمیٹی اور نظام عمل وغیرہ سے تھا۔ قراردادوں کے پیش کرنے کی سعادت مولانا احمد مختار میرٹھی کے حصہ میں آئی۔ آئندہ سال کے لئے آل انڈیا سنی کانفرنس کے صدر، حضرت پیر سید جماعت علی محدث علی پوری مقرر ہوئے اور ناظم اعلیٰ حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور نائب ناظم مولانا محمد یٰسین عباسی منتخب کئے گئے۔ شیخ المشائخ سید محمد علی حسین اشرفی کچھوچھوی اور مولانا سید محمد اشرف اشرفی سرپرست قرار پائے۔

قراردادوں میں رج بل کی مخالفت، امیر امان اللہ خان امیر افغانستان کے قتل مرتدین کی حمایت مرزائیوں اور مرتدین کے ساتھ افغانستان کے سلوک کے بارے میں لیگ آف نیشنز اور گورنمنٹ آف انڈیا کو مداخلت نہ کرنے پر ابن سعود نجدی کے غاصبانہ قبضۂ حجاز، ظالمانہ حرکات اور مرزائیوں کی حمایت میں کانگریس کے اشتعال انگیز کلمات پر نفرت کا اظہار کیا گیا۔ [1]

عہدیداروں کا انتخاب ایک سال کے لئے ہوا۔ ۱۹۲۷ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے صدر، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی منتخب ہوئے۔ [2]

سنی کانفرنس کا رکن ہر راسخ العقیدہ سنی بن سکتا تھا اور سنی کی تعریف رکنیت کے فارم پر درج کر دی گئی، تعریف یہ تھی:

"سنی وہ ہے جو ما انا علیہ و اصحابی کا مصداق ہو سکتا ہو یہ وہ لوگ ہیں جو ائمہ دین خلفاء اسلام اور مسلّم مشائخ طریقت اور متاخرین علماء دین سے

---

[1] ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ مئی ۱۹۲۵ء/شوال المکرم ۱۳۴۳ھ

[2] ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ/جولائی ۱۹۲۷ء، ص ۱۲

شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی حضرت ملک العلماء بحرالعلوم صاحب فرنگی محلی حضرت مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی۔ حضرت فضل رسول صاحب بدایونی حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین صاحب رامپوری واعلحضرت مولانا مفتی احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمہم المولیٰ تعالیٰ کے مسلک پر ہو۔[۱]

الجمعیتہ العالیۃ الاسلامیہ ـــــ آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے ان مقاصد کا خلاصہ جو اس کانفرنس کے قیام کا مقصد بنے، یہ ہے:

۱۔ برصغیر کے سُنّی مسلمانوں کی کثیر تعداد کے انتشار کو دور کرکے ان کو منظم کرنا۔

۲۔ انفرادی طور پر مذہبی اور تبلیغی کام کرنے والوں میں ربط پیدا کرکے متحدہ قوت بنانا

۳۔ برصغیر کے تمام شہروں قصبات اور دیہات میں اسلامی انجمنیں بنانا اور موجودہ انجمنوں کو جمعیت عالیہ کے ساتھ مربوط کرنا۔

---

[۱] ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۲۱/۲۸ اگست ۱۹۴۸ء، ص ۹

نوٹ: سُنّی کی تعریف اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ ـــــ سُنّی کانفرنس مرادآباد منعقدہ ۱۹ – ۲۰ شعبان المعظم، ۳ – ۴ اکتوبر (۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء) کے اجلاس میں ان الفاظ میں قرار پائی۔

"سُنّی سے مراد وہ حقیقی مسلمان اور قدیم طریقے کا مسلمان ہے جس طریقے پر تمام فقہا اور اکابر اولیاء حضور غوث اعظم و حضرت داتا علی ہجویری گنج بخش و حضور خواجہ غریب نواز و حضرت بہاؤالدین نقشبند و حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور سلاطین اسلام میں سے حضرت سلطان محمود غازی و سلطان اورنگ زیب غازی و امثالہما اور قریب زمانے فرنگی محل کے مشاہیر علماء میں سے حضرت ملک العلماء مولانا بحرالعلوم اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت فضل رسول بدایونی و حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی و اعلحضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم قائم رہے۔"

(قلمی یادداشت: حضرت ابوالبرکات سید احمد قادری مدظلہ العالی)

۴- تبلیغی کام کو منظم اور وسیع کرنا۔

۵- تبلیغی تربیت کے لئے خاص مدارس کا اجراء

۶- مذہبی تعلیم سے ہر مسلمان کو باخبر کرنا۔

۷- انگریزی خواں طلباء کے لئے مذہبی تعلیم کا خاص اہتمام کرنا۔

۸- مزدوروں اور پیشہ ور افراد کے لئے شبینہ مدارس جاری کرنا۔

۹- مسلمانوں کو تجارت کی طرف مائل کرنا ان کی معاشرت کی اصلاح کر کے مسلمانوں سے ہی اشیاء خریدنے کی رغبت دلانا۔

۱۰- مسلمانوں سے قرض کی عادت چھڑانا اور غیر اقوام سے قرض لینے سے بچاؤ کی تدابیر کرنا

۱۱- مقروض مسلمانوں کے لئے محدود مدت میں قرض اتارنے کے طریقے۔

۱۲- بیکار مسلمانوں کے لئے ذرائع معاش تجویز کرنا اور انہیں کام مہیا کرنا وغیرہ[۱]

علامہ عبد المصطفیٰ ازہری نے تقسیم ہند سے قبل ایک مضمون بعنوان "علمائے اہلسنت اور سیاست ہند کے تین دور" میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے پس منظر کو بیان کرتے ہوئے علمائے اہل سُنّت کی سیاسی بصیرت اور ان کے عملی اقدام کو تاریخی طور پر ثابت کیا، اس مضمون کو مندرجہ ذیل تین ذیلی عنوانات میں تقسیم کیا گیا:-

(ا) ۱۸۵۷ء

(ب) تحریک خلافت اور

(ج) مطالبۂ پاکستان

ایک اقتباس آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

---

[۱] ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد، ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ / مئی ۱۹۲۷ء

"تحریک خلافت" کے بعد جبکہ مسلمان نہ صرف منتشر و غیر منظم تھے بلکہ انتہائی غفلت و جمود کا عفریت ان پر مسلط ہو چکا تھا ادھر ملک کے سیاسی حالات میں تیزی کے ساتھ انقلاب آ رہا تھا۔ بین الاقوامی آویزش و تجارتی مصالح کی بناء پر ہندو مہاجنوں اور انگریز ساہوکاروں میں حکومت کا سودا ہو رہا تھا شدید خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ مسلمان اس برِ کوچک کی بساط سیاست پر کہیں ہمیشہ کے لئے مات نہ کھا جائے جس پر ہزار سال تک نہایت جاہ و جلال عدل و انصاف کے ساتھ اس نے حکمرانی کی ہے۔ ہندو کانگریس اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں کی حق تلفی کے درپے تھی۔ اور اپنی اکثریت و دولت کے بل پر اسلامی تہذیب بلکہ مسلمانوں کے ملی وجود کو یکسر نیست و نابود کر دینے کا تہیہ کر چکی تھی۔ ادھر علماء دیوبند جمعیۃ العلماء ہند دہلی برلا ڈالمیا کی تجوریوں کا شکار بن چکی تھی۔ اور اپنی دسیسہ کاریوں کی بدولت عین میدان جنگ میں مسلم افواج کے اندر انتشار و رخنہ اندازی کرنے میں پانچویں کالم کا کام کر رہی تھی۔ بیچاری مسلم لیگ علماء اہل سنت کے محبوب نصب العین پاکستان کو لے کر بے یار و مددگار تھی مسلمان راہِ حق کی تلاش میں حیران و سرگرداں تھا اُسے صحیح راہِ عمل نہیں ملتی تھی وہ ہر سراب کو چشمہء آب حیواں اور ہر خرمہرہ کو گوہر تاباں سمجھ کر لپکتا تھا مگر ہر قدم پر مایوسی اسے اپنا منحوس چہرہ دکھاتی تھی۔ قریب تھا کہ جہد للبقا کے عملی میدان میں فوج مسلم کے پاؤں اکھڑ جاتے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کمرِ ہمت ٹوٹ جاتی کہ نصرت الٰہی نے فوج مسلم کی دستگیری کی اور عین وقت علماء اہل سنت جمہوریت اسلامیہ نے پاکستان کا مطالبہ فرما کہ مسلمانان ہند کی ایسی صحیح بنامی و برمحل رہبری فرمائی کہ سیاسیات ہند کا نقشہ ہی بدل گیا اور ہندو کانگریس کی بے پناہ زرپاشیوں اور غدران ملک و ملت کی انتہائی غداریوں کے علی الرغم پاکستان کے

مطالبہ کو عالم سیاست کے میدان میں ایسی شاندار کامیابی نصیب ہوئی جو تاریخ سیاست میں بے مثال ہے۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ نہ صرف دنیائے ہندوستان بلکہ بیرون ملک بھی جو زبردست اثر در سوخ اسلامی سیاست و مطالبہ پاکستان کو حاصل ہے انہیں علماء و مشائخ اہل سنت کی مساعی جمیلہ کا مرہون منت ہے جن کا دوسرا نام جمہوریت اسلامیہ سُنّی کانفرنس ہے؛ [1]

غلام آباد ہندوستان میں سنی علماء کی یہ عظیم جماعت اس وقت بھی مؤثر کردار ادا کر رہی تھی جبکہ بساطِ سیاست پر مسلم لیگ ابھی تک اپنی نمائندہ حیثیت منوا نہ سکی تھی۔ یہ سنّی کانفرنس کی ہی معاونت تھی کہ مسلم لیگ کو عوامی رائے کی قوت حاصل ہو گئی۔

آل انڈیا سُنی کانفرنس کے یوم تاسیس ہی سے ملک کے کونے کونے میں اس کے اجلاس منعقد ہونے لگے۔ شہر شہر، قریہ قریہ تنظیمیں بنیں۔ مقامی، ضلعی، صوبائی اور مرکزی سطح پر اس کے اجلاس [2] منعقد ہوتے رہے۔

سُنّی کانفرنس کے اجلاس مختلف پلیٹ فارموں پر منعقد ہوتے رہے، جو اس کے وسیع اغراض و مقاصد پر شاہد ہے۔ جن پلیٹ فارموں سے آل انڈیا سُنّی کانفرنس کی آواز بلند ہوئی، ان میں سے چند یہ ہیں:

---

[1] اخبار دبدبہ سکندری رامپور مطبوعہ ۷ اپریل ۱۹۴۷ء

[2] پریس پر کانگرس کا قبضہ ہونے کی وجہ سے ان اجلاسوں کی کارروائی اخبارات میں بہت کم شائع ہوتی۔ اس کمی کے باوجود اس وقت تک ایک سو پچیس سے زائد سُنّی کانفرنسوں کی کارروائی دستیاب ہو چکی ہے جو انشاء اللہ تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس میں درج ہوگی۔ (مرتب)

۱۔ سُنّی کانفرنس کی تشکیل نَو کا اجلاس
۲۔ سُنّی کانفرنس کا سالانہ اجلاس
۳۔ سُنّی کانفرنس کا غیر معمولی خصوصی اجلاس
۴۔ اہلِ سنّت وجماعت کے مدارس کے سالانہ اجلاس
۵۔ مدارسِ اہلِ سنت کے جلسہ ہائے تقسیمِ اسناد و دستارِ فضیلت
۶۔ محافلِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۷۔ گیارہویں شریف کی محفلیں
۸۔ بزرگانِ دین کے اعراس مبارکہ
۹۔ مسلم لیگ کے اجلاس
۱۰۔ مختلف مذہبی اور اصلاحی انجمنوں کے اجلاس
۱۱۔ سُنی کانفرنس کے اکابر کے تنظیمی و اصلاحی دورے وغیرہ۔

آل انڈیا سُنی کانفرنس کے طریق کار سے راہنمایانِ سُنّی کانفرنس کے مسلک کی نشاندہی آسان ہے۔ اس کے باوجود ''سُنّی'' کی تعریف فارم رکنیت پہ درج ہوتی۔ سُنّی کی تعریف مختلف موقعوں پر اکابر کی تائید سے مؤید ہوتی رہی۔

''سُنّی'' کی تعریف اور اس کی بارہا وضاحت اس لئے ضروری سمجھی گئی کہ آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے شاندار کارناموں کو دیکھ کر بعض علمائے دیوبند نے اہلِ سنّت کے عوام کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لئے ''سنی'' کا لفظ استعمال کرتے ہوئے ''سُنّی بورڈ'' قائم کر دیا۔ جس کا مقصد سوادِ اعظم اہلِ سنت کے راسخ العقیدہ عوام کو مسلم لیگ کی حمایت سے باز رکھنا تھا۔ جناب محمد عبد الغفور صاحب، ناظم سنی کانفرنس بنارس مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آج کل ہندوستان کے ہر ہر گوشہ میں سُنی کانفرنس کا شہرہ ہو رہا ہے اور ملک کے ہر ہر قطعہ اور حصہ سے بنارس میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سُنّی کانفرنس

کی شرکت کے لئے تیاریاں ہو رہی ہیں۔ یوپی سنّی بورڈ کے نام سے لکھنؤ میں کوئی جماعت قائم ہوئی ہے، جو الیکشن کے معاملہ میں مسلم لیگ کی مخالفت کر رہی ہے اس خیال سے کہ لفظ سنّی سے مسلمانوں کو دھوکہ و مغالطہ نہ ہو ہم یہ اعلان کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کا اس سنّی بورڈ سے کوئی علاقہ نہیں ہے اور سنی کانفرنس سنی بورڈ اور اس کے اس طریقہ عمل کو نہایت مذموم اور مسلمانوں کے لئے مضرت رساں سمجھتی ہے حقیقت میں یہ وہابی جماعتیں ہیں جن میں سے کوئی کھل کر کانگریسی بنتا ہے جیسے کہ دیوبندی صاحبان اور کوئی جمعیۃ العلماء کے لباس میں نمودار ہوتا ہے اور کسی نے سنّی بورڈ کا عنوان اختیار کیا ہے مسلمان ان سب سے ہوشیار رہیں اور ان کے پروپیگنڈے میں نہ آئیں"۔ [۱]

لفظ "سنّی" کی جاذبیت کے پیش نظر اس کا استحصال تقریباً ہر دور میں ہوتا رہا مخالفین نے اس لفظ کو اپنے مخصوص عزائم کے لئے استعمال کیا ہے اور بعض اوقات اپنے جلسے "سنّی کانفرنس" کے نام سے کرتے ہیں۔

سنّی علماء نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اور انفرادی و اجتماعی طور پر تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ چونکہ آل انڈیا سنی کانفرنس قیام پاکستان کو اپنی منزل اور دینی فریضہ سمجھتی تھی اس لئے اس کے عہدے دار و کارکنان مسلم لیگ کے لئے ان تھک کام کرتے۔ چنانچہ ایسی مثالیں بہت ملتی ہیں کہ سنی کانفرنس کے اراکین کے پاس مسلم لیگ کے قابل ذکر عہدے بھی تھے۔

---

[۱] دبدبۂ سکندری رامپور ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء، الفقیہ امرت سر ۲۱/۲۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء

مسلم لیگ اور آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے درمیان تعاون و یک جہتی قیام پاکستان اور مسلمانانِ ہند کے بدخواہوں کے مقابل کوہ گراں ثابت ہوئی —— ان دونوں جماعتوں کی حیثیت عملاً یک جان و دو قالب کی سی ہوگئی تھی چنانچہ اکثر ان کے مشترکہ اجلاس منعقد ہوتے، جس کا کچھ اندازہ اخبار دبدبۂ سکندری کے بعض عکس جو آئندہ صفحات پر دیئے جارہے ہیں، سے ہوتا ہے۔

سنی کانفرنس کا کانگریس کو کھلا چیلنج!

از رپورٹر دبدبۂ سکندری

۔ ۱۷ اپریل ۱۹۴۶ء کو باغ خالص تحصیل سگڑی ضلع اعظم گڑھ میں ۸ بجے شب کے زیر اہتمام دفتر مسلم لیگ سنی کانفرنس کا ایک جلسۂ عام زیر صدارت رکن مسلم لیگ سید سلیمان صاحب منعقد ہوا جس میں اطراف کے ۷۔ ۸ گاؤں کے تقریباً ایک ہزار فرزندان توحید شریک ہوئے مولوی منظر صاحب ٹانڈوی نے کلام اللہ شریف کی تلاوت فرمائی بعدہٗ ایک نظم پڑھی۔ مولانا عبدالعزیز صاحب نے اتحاد بین المسلمین پر تقریر کی بعد ازاں مولانا صاحب منظہر جبل پوری پرو پیگنڈا سکریٹری سنی کانفرنس صوبۂ سی۔ پی نے تقریر کی آپ نے تقسیم ہند پر تاریخی حیثیت سے روشنی ڈالتے ہوئے وزارتی مشن کو متنبہ کیا کہ مطالبہ پاکستان کے خلاف اس کا ہر قدم نامناسب سمجھا جائے گا آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں سنی کانفرنس کی طرف سے کانگریس کو کھلا چیلنج پیش کرتا ہوں کہ وہ جب اور جس حیثیت سے چاہے مسئلہ پاکستان پر بزور استدلال ہم سے نبرد آزمائی کرلے۔ آخر میں مرزا احسن اللہ بیگ صاحب رکن مسلم لیگ نے مندرجہ ذیل رزولیوشن پیش کیا جو بالاتفاق آرا پاس ہوا۔

(رزولیوشن) "سنی کانفرنس کا یہ جلسہ بنارس میں ۲۷-۲۸-۲۹-۳۰ اپریل کو ہونے والے آل انڈیا اجلاس کی پرزور تائید کرتے ہوئے پاکستان کے لئے جانی و مالی ہر قسم کی قربانی پر مکمل آمادگی ظاہر کرتا ہے۔"

ضلع سنی کانفرنس بدایوں کی اہم تجاویز

اسلامی حکومت کے قیام اور انتخابات میں مسلم لیگ کی حمایت

از حضرت محترم جناب مولانا محمد یعقوب حسین صاحب ضیاء القادری ناظم نشر و اشاعت ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس بدایوں

۱۔ یہ اجلاس اس امر پر اپنی دلی مسرت کا اظہار کرتا ہے کہ حضرات مشائخین و علمائے اہلسنت اسلامی حکومت کے قیام یعنی پاکستان اور مسئلہ انتخاب میں مسلم لیگ کی پرجوش حمایت فرما رہے ہیں اور مشرکین و نصاریٰ کے بالمقابل اسلامی احکام کا نشر و ابلاغ فرمانے میں اپنا فریضہ دعوت و حق انجام دے رہے ہیں یہ اجلاس یقین کرتا ہے کہ آئندہ انتخابات میں بھی سابقہ انتخابات کی طرح پورے انہماک کے ساتھ کانگریس کا مقابلہ کریں گے۔

۲۔ یہ جلسہ صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی ناظم عمومی آل انڈیا سنی کانفرنس و حضرت مولانا شاہ سید محمد اشرف صاحب محدث کچھوچھوی مدظلہٗ کی

مورخہ ۱۵/ جنوری ۱۹۴۶ء

موصولات

ضلع سنی کانفرنس کا روح پرور اجتماع

محترم جناب سید اوصاف نبی صاحب جنرل سکریٹری انجمن اہلسنت والجماعت وصدر سنی مسلم لیگ مین پوری کے قلم سے

۱۲ تا ۲۵ نومبر بمقام مین پوری احاطہ خانقاہ رشیدیہ کے وسیع ہال میں ضلع سنی کانفرنس کے پُر شکوہ جلسے منعقد ہوئے جس میں ہندوستان کے مشہور حضرات علماء ومشائخ نے بکثرت شرکت فرمائی جن میں خصوصیت کے ساتھ استاذ العلماء صدر الافاضل حضرت مولانا الحاج الشاہ حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی محدثِ اعظم ہند حضرت ابوالمحامد مولانا الحاج الشاہ سید محمد صاحب قبلہ محدث کچھوچھوی فقیہ اعظم صدر الشریعہ حضرت مولانا الحاج امجد علی صاحب قبلہ رضوی اعظم گڑھی وشیخ طریقت حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد ابراہیم رضا خاں صاحب قادری صاحب سجادۂ حامدیہ رضویہ بریلی حضرت مولانا مصور معرفت شیخ التفسیر مولانا شاہ محمد عارف اللہ[1] صاحب میرٹھی ـ فاضل اجل حضرت مولانا مصباح الحسن صاحب پھپھوندوی وحضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب گجراتی وحضرت مولانا حافظ قاری احمد نورانی صاحب[2] میرٹھی قابلِ ذکر ہیں ـ صبح ۹ بجے کو ۱۲ بجے تک اور شب میں ۹ بجے سے ایک بجے تک پُر زور تقریریں ہوتی تھیں جلسگاہ کی زیب و زینت، اسٹیج کی آرائش، رضاکاروں کا اہتمام، سامعین کی ہجوم بانشست منظر قابل دید تھا ـ جناب مولوی حکیم محمد احمد صاحب علوی نے خطبۂ استقبالیہ پڑھا ـ حضرت محدث اعظم ہند نے خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا جس میں سنی کانفرنس کے انعقاد حالاتِ حاضرہ ملکی مسلمانوں کو کانگریس سے علیحدہ رہنے اور قیام پاکستان کو اہم پر ایسی روشنی ڈالی کہ حاضرین ہر ہر جملہ پر فلک شگاف نعرے بلند کرتے تھے کثیر التعداد علماء نے ان اجلاسوں میں مسلمانانِ ضلع کے سامنے وہ شاندار مواعظ بیان فرمائے کہ جو تاریخ مین پوری میں یادگار رہیں گے ـ ۲۳ نومبر کو بعد نماز جمعہ جامع مسجد سے حضرات علمائے کرام کا پُر شکوہ جلوس نکالا گیا راستوں میں جابجا ہار پھول اور پان پیش کئے جاتے تھے ـ رشیدیہ کور کے رضاکار دلکش نظمیں اور ترانے پڑھ رہے تھے جلوس کے گذرنے کے لئے نہایت شاندار پانچ دروازے (عارف گیٹ، رضوی گیٹ، اشرفی گیٹ، قادری گیٹ، چشتی گیٹ) بنائے گئے تھے ـ مسلمانان مین پوری نے اپنے جس ایمانی خلوص اور جوش عقیدت کا مظاہرہ کیا وہ ناقابل فراموش ہے ـ

۲۵ نومبر کے آخری اجلاس میں جنرل سکریٹری انجمن اہل سنت والجماعت ودیگر ممبران انجمن کی جانب سے شیخ التفسیر مصور معرفت مولانا مولوی شاہ محمد عارف اللہ صاحب قادری میرٹھی کی خدمت عالی میں مندرجۂ ذیل سپاس نامہ پیش کیا گیا ـ

نقل سپاس نامہ

حضرت محترم! اطراف واکناف ہند میں آپ کی تبلیغی خدمات غیر مسلموں کو دائرۂ اسلام میں داخل کرنے کے واقعات آفتاب سے زیادہ روشن ہیں ـ آپ نے سب سے پہلے جون ۱۹۴۲ء میں انجمن اہل سنت وجماعت مین پوری کی استدعاء پر ہمارے اس ضلع کو رونق بخشی اور اپنے ایمان افروز مواعظ سے تشنگانِ علوم کو سیراب فرمایا ـ آپ کی پُر کیف و نورانی صحبتوں نے وہ درسِ حقیقت دیا جو ناقابلِ فراموش ہے ـ

اے طبیبِ ملت! آپ نے اپنی جس فراستِ ایمانی وقوتِ عرفانی سے اس ضلع کے مسلمانوں کی نبض شناسی فرمائی اور جو علاج تجویز فرمایا اس کا اعتراف ہم نہ صرف زبانوں سے بلکہ ضلع سنی کانفرنس کے شاندار و بلند پایہ اجلاس کے مظاہروں سے کر رہے ہیں ـ آپ نے اس [illegible] میں پھیلی ہوئی تھی بدمذہبی وبے دینی کا فتنہ ابھر رہا تھا [illegible]

مٹانے کے لئے ایک جماعت میدان میں آچکی تھی دستگیری فرمائی ـ ہمارے عقائد کے استحکام وبقا کے لئے ضلع سنی کانفرنس کی داغ بیل ڈالی ـ اپنے زریں مشوروں سے نوازا ـ ہماری سیاسی و دینی زندگی کے لئے نظام عمل مرتب فرمایا ـ نظر بریں آج ہم مسلمانانِ مین پوری کے اس اجتماعِ عظیم کی طرف سے آپ کی جذبات ایمانیہ لبریز خدمات اور دینِ متین کی مجاہدانہ سرگرمیوں پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں ـ

والا جاہ! ہم میں سے ہر مسلمان کی دلی تمنا ہے کہ آپ اپنی درویشانہ دعاؤں میں ہمیں یاد رکھیں اور آپ نے اس نازک دور میں جو دین کی تڑپ پیدا فرمائی اس پر خداوند بزرگ و برتر (جل وعلا) آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور خدمتِ دین کی زیادہ سے زیادہ توفیق مرحمت فرمائے ـ آمین ـ

والا مرتبت! اب ہم کو رخصت ہوتے ہوئے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ آنکھ میں آنسو ہیں لہٰذا ارادت کیشی کے دل کے ٹکڑے لئے ہیں نذرِ عقیدت کیجئے ـ

ہم ہیں! (۱) مولانا محمود علی خاں چشتی صابری صدر انجمن اہل سنت (۲) (مولوی حکیم) محمد احمد علوی صدر مجلس استقبالیہ (۳) (سید) اوصاف نبی جنرل سکریٹری انجمن اہل سنت والجماعت وصدر سنی مسلم لیگ (۴) (حکیم قاضی) محمد اسماعیل ـ امام جامع مسجد مین پوری (۵) محمد ابراہیم خاں صدر خدام ملت ـ جملہ ممبران انجمن اہل سنت والجماعت مین پوری ـ

جواب سپاس نامہ میں مولانا ممدوح نے ایک تقریر فرمائی جس میں شکریہ کے ساتھ ساتھ دور موجودہ میں لیگ کی حمایت کا مشورہ دیا ضلع سنی کانفرنس کی طرف سے آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کو کامیاب بنانے کیلئے صدر انجمن مولانا مولوی محمود علی خاں صاحب نے مبلغ پانچ سو روپے کی تھیلی پیش کی رات کے تین بجے یہ اجلاس عام صلوٰۃ وسلام پر ختم ہوا اور تجاویز منسلکہ پاس ہوئیں

تجاویز سنی کانفرنس ضلع مین پوری

۱ ـ سنی کانفرنس ضلع مین پوری کا یہ عظیم الشان اجلاس طے کرتا ہے کہ کانگریس ایک مسلم کش جماعت ہے اور مسلم کشی کے سوا اس کا نہ کوئی مقصد تھا اور نہ ہے اور وہ مسلم کش ہندوؤں کی نمائندگی کرتی ہے اور ان ہی کی نمائندہ ہے اس کا چند مسلم نما اشخاص کو خرید کر یہ دعویٰ کرنا کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے غلط ہے ـ مسلمان ان میں سے کسی کے ساتھ تعاون نہ کریں اور کانگریسی چالوں سے ہوشیار رہیں ـ اور کانگریسی امیدوار کو ووٹ دیکر کانگریس کی مراد کو پورا نہ کریں ـ

محرک ـ مولانا مصباح الحسن صاحب

مؤید ـ مولانا شاہ محمد عارف اللہ صاحب ـ

۲ ـ سنی کانفرنس ضلع مین پوری کا یہ اجلاس قومی اور صنفی حیثیت سے جماعت بندیوں کو اسلامی اتحاد کے لئے مضر اور خود ان اقوام کے لئے غیر مفید سمجھتا ہے اور تمام اہل حرفت اور جملہ اقوام کے سنی حضرات سے استدعا کرتا ہے کہ وہ دینی اتحاد کو اپنا نصب العین بنائیں اور اس قسم کے تفرقوں سے اپنی طاقتوں کو کمزور تر نہ بنائیں ـ سنی ایک برادری ہے ہم میں ہر ایک دوسرے کا بھائی ہے اس دینی محبت کو ترقی دیں اور فرقہ بندی اور انتشار پیدا کرنے والی جماعت بندیوں سے اپنے آپ کو علیحدہ رکھکر اپنے وجود کو بیجا ظلم کا شکار نہ بنائیں ـ انصاری صاحبان خاص طور پر اس پر توجہ دیں

محرک ـ سید اوصاف نبی صاحب

مؤید حضرت مولانا ابراہیم رضا خاں صاحب قادری عرف جیلانی میاں

۳ ـ سنی کانفرنس ضلع مین پوری کا یہ عظیم الشان اجلاس طے کرتا ہے کہ فلسطین میں یہودیوں کا داخلہ اور ان کی حمایت اس جلسۂ عام کی نظر میں ناحق اور عربوں کے ساتھ بے انصافی ہے مسلمانانِ ہند یہودیوں کے داخلۂ فلسطین سے اس قدر رنج اور تکلیف محسوس کر رہے ہیں جس سے فلسطین عرب دوچار ہو رہے ہیں ـ حکومت برطانیہ کو عربوں کی پوری حمایت کرنا چاہیے اور ان کے حقوق کی نگہداشت اور یہودیوں کے داخلہ کو روکنے کے لئے مؤثر اور کارآمد تدابیر عمل میں لانے لازم ہیں ـ امریکہ نے جو پالیسی اختیار کی ہے نہایت مذموم ہے ہم ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں اور حکومت برطانیہ سے اس کے ناکام بنانے کی ساعی عمل میں لانے کا مطالبہ کرتے ہیں ـ

محرک ـ جناب حکیم محمد اسماعیل صاحب امام جامع مسجد ـ

مؤید حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب ـ

۴ ـ ضلع سنی کانفرنس کا یہ عظیم الشان اجلاس جس میں [illegible]

---

[1] حضرت مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری (چیئرمین رویت ہلال کمیٹی پاکستان)

[2] حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی (صدر جمعیت علمائے پاکستان)

ضلع جالون میں سنی کانفرنس اور مسلم لیگ کا بول بالا

از منشی رسول خاں صاحب ناظم سنی کانفرنس جالون

۹؍ فروری ۱۹۴۶ء کو ایک عظیم المرتبت جلسہ ہوا جس میں زیر صدارت حضرت ناصر الاسلام مولانا قاری سید محمد عبد السلام صاحب قادری باندوی ناظم تبلیغ آل انڈیا سنی کانفرنس حضرت ابو المسعود مولانا قاری سید عبد المعبود صاحب قادری جبل پوری رکن خاص آل انڈیا سنی کانفرنس اور مولانا عبد اللطیف صاحب نے تقریریں کیں۔ صدر موصوف نے رد کانگریس میں بہت بلیغ خطبہ دیا اور سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے بتلایا کہ سنی بورڈ لکھنؤ نے جو سنیت پر بدنما داغ کانگریس سے تعاون کر کے لگایا اس کو بحمدہ سنی کانفرنس نے مٹا دیا ورنہ سنیت ہمیشہ کے لئے بدنام ہو جاتی بحمد اللہ ہمیں ہزار علمائے حقانی کی جماعت پر آج تک کانگریسیت کا بدنما داغ نہیں، اور یہی کامیابی ہے کہ مسلم لیگ مرکزی اسمبلی کے موقع پر کامیاب ہوئی اور آئندہ بھی کامیاب ہوگی نیز مندرجہ ذیل ریزولیوشن نعرۂ تکبیر کے فلک شگاف نعروں سے پاس ہوا۔

”جالون کا یہ جلسہ عام آل انڈیا سنی کانفرنس کو آل انڈیا مسلم لیگ کیلئے رحمت باری سمجھتا ہے اور مسلمانانِ ہند سے پُر زور الفاظوں میں اپیل کرتا ہے کہ سنی کانفرنس اور مسلم لیگ کو کامیاب بنائیں۔“

مندرجۂ ذیل مجلس منتظمہ کی تشکیل ہوئی۔

صدر۔ جناب برکت اللہ صاحب متولی جامع مسجد۔ نائبین صدر۔ حافظ اسمٰعیل خاں صاحب سوداگر نیز محمد اسمٰعیل صاحب (ناظم) منشی رسول خاں صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ۔ (نائب ناظم) حافظ محمد موسیٰ صاحب سوداگر (خازن) محمد عیسیٰ صاحب سوداگر (ممبران) محمد عابد صاحب سوداگر عبد الحلیم صاحب۔ محمد زاہد صاحب سوداگر۔ رضا محمد صاحب۔ بابو خاں صاحب۔ محمد شفیع صاحب۔ شیخ عید و صاحب شیخ نتھو صاحب۔ عبد السلام صاحب

قصبۂ کلپاڑہ ضلع ہمیر پور میں سنی کانفرنس کی تشکیل

از نامہ نگار صاحب دبدبۂ سکندری

حضرت ناصر الاسلام مولوی سید محمد عبد السلام صاحب قادری باندوی ناظم تبلیغ آل انڈیا سنی کانفرنس ۲۶؍ فروری کو کلپاڑے تشریف لائے اور جلسہ میں تقریر فرمائی جس میں آپ نے سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد پیش کرتے ہوئے کانگریس اور کانگریسی مولویوں کا کامل رد کیا اور ثابت کیا کہ علمائے سنی کانفرنس میں سے ایک بھی آج تک کانگریسی نہوا۔ یہ اُن کا طغرائے امتیازی ہے سنی کانفرنس کی تشکیل کرتے ہوئے مجلس منتظمہ کا انتخاب کیا۔

قصبۂ نبواڑی ضلع ہمیر پور میں سنی کانفرنس کا جلسہ

یہاں بھی حضرت ناصر الاسلام ممدوح نے ایک عام جلسہ میں سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد مسلمانوں کو بتائے اور احرار و خاکسار و علمائے دیوبند اور جمعیۃ سنی بورڈ لکھنؤ کا کامل رد کیا اور کانگریسی مولویوں کی حقیقت کو بے نقاب کیا۔ مسلمانوں میں اسلامی جوش پیدا ہو گیا۔ آپ کی پُر جوش تقریر سے متاثر ہو کر مسلمانوں نے رزولیوشن پاس کیا۔

”مسلمانانِ نبواڑی کا یہ جلسۂ عام آل انڈیا سنی کانفرنس کے علمائے ربانی کا وجود مسلم لیگ کے لئے رحمت باری سمجھتا ہے اور مسلمانانِ ہند سے سنی کانفرنس و مسلم لیگ کے کامیاب بنانے کی اور کانگریس سے اجتناب کی پُر زور اپیل کرتا ہے۔“ بعدہ سنی کانفرنس کے لئے مجلس منتظمہ مقرر کی گئی اور اشراف مقامی کا انتخاب کیا گیا۔

قصبۂ پھپھوند ضلع اٹاوہ میں سنی کانفرنس کا قیام

از جناب حکیم بدر العباد صاحب ناظم سنی کانفرنس پھپھوند ضلع اٹاوہ

جناب اڈیٹر صاحب دبدبۂ سکندری رام پور۔ ۱۷؍ صفر المظفر ۱۳۶۵ھ کو قصبہ پھپھوند ضلع اٹاوہ میں سنی کانفرنس قائم کی گئی ہے اور عہدہ داران حسب ذیل تجویز کئے گئے۔ صدر مولوی سید اعزاز حسین صاحب نائب صدر عثمان احمد خاں صاحب ممبر دار۔ ناظم حکیم بدر العباد نائب ناظم سیٹھ عبد اللطیف صاحب خزانچی مولوی امیر حسن صاحب۔ (ارکان دیگر جمعیت منتظمہ) جناب مقبول الٰہی صاحب جناب ڈاکٹر اشفاق حسین صاحب قیصری۔ جناب سغیر خاں صاحب جناب لیاقت حسین صاحب۔ جناب حسن خاں صاحب۔

سنی کانفرنس پھپھوند ضلع اٹاوہ کی مساعی جمیلہ

(از جناب ظہیر السجاد صاحب سکریٹری پروپیگنڈا کمیٹی مسلم لیگ)

ہمارے ضلع اٹاوہ میں مسلمانوں کی بہت کم آبادی ہے اور زیادہ تر غریب ہیں نہ کوئی بڑا زمیندار ہے اور نہ رئیس اس لئے کانگریس نے مسلم لیگ کے مقابلہ میں اپنا ٹکٹ امیدوار کھڑا کیا ہے جس کے لئے دو مہینہ سے شب و روز دوڑ دھوپ ہو رہی ہے اور جوں جوں وقت قریب آتا جاتا ہے ویسے ہی پروپیگنڈہ تیز ہوتا جا رہا ہے لاریاں دوڑ رہی ہیں دیوبندی مولوی لوغط کہتے پھرتے ہیں کانگریسی مسلمان گاؤں گاؤں بھاگ رہے ہیں مسلم لیگ کا پروپیگنڈہ برائے نام ہو رہا ہے ایسے حالات سے متاثر ہو کر سنی کانفرنس پھپھوند نے منشی اللہ بخش صاحب کو ۲۰؍ جنوری سے دورہ پر روانہ کیا ۲۷؍ جنوری کو واپس آ کر انہوں نے اپنی رپورٹ پیش کی جس کے بعد حسب ذیل حضرات ضلع کا گشت کر رہے ہیں

کچھوچھہ شریف کا شاندار جلوس و اجلاس

از جناب سید آل حسن صاحب اشرفی جیلانی کچھوچھا شریف ضلع فیض آباد

۱۹ اپریل ۱۹۴۶ء کو مسلم لیگ کا ایک شاندار جلوس نکالا گیا جو درگاہ معلیٰ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کچھوچھا شریف سے چل کر سارے قصبے میں گشت ہوا جلوس کے ساتھ امراء و رؤسا تو اتنی بڑی تعداد میں ... مقامات سے کثیر تعداد میں ... آئے تھے۔ بمبئی سے مسٹر شوکت علی صاحب اور لکھنؤ سے مسٹر عبدالرزاق صاحب نے آ کر جلوس میں شرکت کر کے جلوس کو بہت کامیاب بنایا اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے مسلمانان قصبہ میں انتہائی جوش و خروش پایا جاتا تھا حضرات مذکورہ کی کوشش سے ۹ بجے شب کو ایک جلسہ زیر صدارت جناب مولانا مولوی سید شاہ ریاض احمد صاحب لکھاروی منعقد ہوا مجمع ایک دوسرے پر ٹوٹا پڑتا تھا۔ حافظ محمد صدیق صاحب ممبر لیگ کچھوچھہ مقدسہ کی تلاوت کلام پاک کے بعد جناب سید زبیر احمد صاحب رئیس اعظم و زمیندار و صدر مسلم لیگ کچھوچھہ مقدسہ نے ایک قومی پرجوش نظم پڑھی۔ اس کے بعد سید عزیز احمد صاحب و مسٹر شوکت علی صاحب و مسٹر عبدالرزاق صاحب پروپیگنڈہ سکریٹری مسلم لیگ اور سنی کانفرنس اور کچھو مسلم لیگ کے صدر محترم مولانا مولوی سید زبیر احمد صاحب فاضل جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف وغیرہ نے پاکستانی قومی ایمان افروز غزل پڑھی مجمع کا اصرار بڑھتا جا رہا تھا ہر شعر پر کہ پھر پڑھیے پھر پڑھیے۔ نعرۂ تکبیر کی صدا سے سرزمین کچھوچھہ مقدسہ گونج رہی تھی اور جلسہ کا انعقاد بھی ایک بہت پُرفضا جگہ پر ہوا (یعنی سید محب اشرف صاحب سکریٹری مسلم لیگ کے صحن کبیر میں) اس کے بعد جناب مولانا مولوی سید شاہ اکمل حسین صاحب فاضل جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ نے سنی کانفرنس اور پاکستان کو اسلامی نقشے میں لا کر ثابت کر دکھایا اور اس موضوع پر ایک پرجوش تقریر فرمائی اس کے بعد جناب مولانا مولوی سید شاہ معین الدین اشرف صاحب صدر المدرسین مدرسہ شیخ جامعہ اشرفیہ بنارس کینٹ نے اپنی تقریر میں سنی کانفرنس اور پاکستان پر روشنی ڈالی اور ایمانی روشنی میں پاکستان اور سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد بیان فرمائے۔ جملہ جملہ پر صدائے تکبیر بلند ہو رہی تھی۔ مجمع کے اندر ایک اسلامی شان پائی جاتی تھی سامعین کرام کے سر پر پرچم اسلام لہرا رہا تھا اور مسلمانان قصبہ و مضافات قصبہ کو عملی طور سے یہ بتلا دیا کہ اگر مسلمان دنیا میں رہنا چاہتے ہیں تو یہ پرچم جو اس وقت پبلک کے سامنے لہرا رہا ہے اس کے زیر سایہ آ کر یہ کہہ دیں کہ ہم جان مال قربان کر کے پاکستان اور آزادی حاصل کریں گے اور آل انڈیا سنی کانفرنس کو کامیاب بنائیں گے اور اس کے بعد جناب صدر صاحب موصوف نے مسلسل تین گھنٹہ مضمون بالا پر تقریر فرمائی۔ اور مسلمانان جلسہ ایسا بے خود ہو رہے تھے کہ منٹ منٹ پر نعرۂ تکبیر اور نعرۂ پاکستان کی صدا بلند کر رہے تھے اس کے بعد جلسہ بحسن و خوبی ختم ہوا میں تمام قرب و جوار خصوصاً اہل کچھوچھہ شریف کا شکر گذار ہوں کہ وہ اسی طرح اجلاس قائم کر کے دھوم دھام سے سنی کانفرنس اور یوم پاکستان منائیں۔

اخبار دبدبۂ سکندری رامپور نمبر ۱۵ جلد ۸۵

موصولات

دبدبۂ سکندری کے نامہ نگاروں کے مراسلے

کلکتہ سنی کانفرنس کا عظیم الشان اجلاس

۱۲ و ۱۳ مارچ ۱۹۴۷ء کو ایک خوبصورت پنڈال میں کلکتہ سنی کانفرنس کا اہم اور عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا۔ حضرت مولانا الحاج سید محمد عبدالرب صاحب جبل پوری و ناصر الاسلام مولانا سید عبدالسلام صاحب قادری باندوی نے صدارت فرمائی۔ خطبۂ صدارت کے بعد مولانا حکیم محمد یونس صاحب اکبرآبادی نے افتتاحی تقریر میں سنی کانفرنس کی پوزیشن کو واضح فرمایا اور بتایا کہ اس کا تعلق نہ سنی بورڈ سے ہے نہ خاکساروں کی سنی مسلم لیگ سے۔ الحمدللہ اس جماعت کے دامن پر کانگریس کا بدنما داغ آج تک نہیں آیا یہ جماعت پاکستان کی خصوصاً اور دیگر سیاسی معاملات میں جو اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کے لئے ہوں مسلم لیگ کی ہم نوا ہے آپ کے بعد مولانا سلیم اللہ صاحب بنارسی مولانا عزیز اللہ صاحب بلیاوی مولانا مظفر حسین صاحب فیض آبادی مولانا مظہر المحمود صاحب وغیرہم نے پاکستان پر مدلل اور مؤثر تقریریں کیں مجمع صدائے تحسین اور نعرۂ تکبیر و پاکستان و علمائے سنی کانفرنس زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے پُرکیف تھا بعدہ مندرجۂ ذیل رزولیوشن پاس ہوئے۔

(۱) پاکستان مسلمانوں کے لئے اشد ضروری ہے اور گورنمنٹ سے مطالبہ کہ مسلمان حصول پاکستان کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار ہیں۔

(محرک) مولانا مفتی عزیز اللہ صاحب

(مؤید) علماء مندرجۂ بالا و حضار جلسہ

(۲) زکوٰۃ بل بیرسٹر مسعود صاحب باندوی کی مخالفت میں پاس ہوا۔ اور درخواست کی گئی کہ جلد از جلد اس کو منسوخ کرایا جائے۔

محرک مولانا عزیز اللہ صاحب مؤید ڈاکٹر غنی بخش صاحب ایڈووکیٹ صدر مسلم لیگ [illegible]

(۳) ٹرام ہڑتال کلکتہ کے متعلق سمجھوتہ کر کے جلد ختم کیا جائے۔

محرک:۔ ڈاکٹر شمس (مؤید) سیٹھ عبدالستار صاحب

(۴) تعلیم کے لئے ہر محلہ میں مدارس اردو کھلے۔

محرک:۔ مولانا سلیم اللہ صاحب۔ مؤید: مولانا مظہر المحمود صاحب

(۵) پنجاب میں امن اور بہار کی امداد کے لئے پاس ہوا

محرک:۔ مولانا محمد یونس صاحب۔ مؤید:۔ مولانا مظفر حسین صاحب

(۶) یہ رزولیوشن سنی کانفرنس کی ہر جگہ شاخیں قائم کرنے کے متعلق مولانا عبدالسلام صاحب نے پیش کیا۔ نیز علمائے سنی کانفرنس پر اعتماد۔

عبدالستار صاحب قادری سلامی۔ ڈاکٹر غنی بخش صاحب ایڈووکیٹ

صدر مسلم لیگ و سنی کانفرنس [illegible]

اکابر اہل سُنّت نے اس امر کو شدت سے محسوس کیا کہ باوجودیکہ مسلم لیگ مسلمانوں کی —— نمائندہ سیاسی جماعت ہے اور اس کا نصب العین قیام پاکستان ہے. لیکن مسلمانوں کی مذہبی، تعلیمی، سیاسی، معاشرتی، تجارتی اور تمدنی رہنمائی کے لئے آل انڈیا سُنی کانفرنس کو فعال بنایا جائے تاکہ مسلم لیگ کی حمایت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے دیگر شعبہ ہائے زندگی میں فعال نمائندگی اور رہبری کی جائے، اور جہاں کوئی مسلمان احکام شرعیہ کے خلاف قدم اٹھائے اس کی اصلاح کی جائے. چنانچہ طے پایا کہ برصغیر میں شہر شہر اور قریہ قریہ آل انڈیا سُنی کانفرنس کی شاخیں قائم کی جائیں، ہر سطح پر اس کی تنظیم ہو، اس کے مقاصد عامۃ المسلمین تک پہنچائے جائیں. ملک بھر میں موجود مذہبی، تعلیمی اور معاشرتی اصلاح کی تنظیموں میں رابطہ پیدا کیا جائے. اور جب

۱۔ سُنّی تعلیم ۲۔ سُنّی تنظیم

۳۔ سُنّی اعتقاد اور ۴۔ سُنّی اتحاد

کی کارروائی مکمل ہوجائے تو مرکزی سطح پر آل انڈیا سُنی کانفرنس کا اجلاس منعقد کیا جائے جس میں ملک کے ہر حصہ کی نمائندگی کے لئے ملک بھر میں پھیلی ہوئی سنی کانفرنسوں کے نمائندوں کو شرکت کی دعوت دی جائے تاکہ حکومت اور عوام کو —— سُنّی تنظیم کی شوکت اور ہمہ گیری معلوم ہوجائے. اور سوادِ اعظم اہل سنت کی جماعتی آواز مؤثر ثابت ہوسکے.

مئی ۱۹۴۵ء میں طے پایا کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کا اجلاس مرکزی سطح پر اگلے سال منعقد کیا جائے۔ اس سلسلہ میں مرکزی اجلاس کو کامیاب بنانے کے لئے ۱۹۴۵ء ہی میں تیاریاں شروع ہوگئیں. ہندوستان بھر میں پھیلے ہوئے علماء و مشائخ سے رابطہ کے لئے عمائد اہل سنت نے ملک گیر دورے شروع کر دیئے تاکہ سُنّی کانفرنس کی موجود تنظیموں کو فعال بنایا جائے اور ملک کے باقی حصوں میں سُنی کانفرنس کی شاخیں قائم کی جائیں. ایک سال کے قلیل عرصہ میں صوبائی، ضلعی

مولانا سیّد محمود احمد رضوی (سابق نائب ناظم سُنّی کانفرنس، لاہور) ۱۹۴۶ء میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سُنّی کانفرنس کی اطلاع اس طرح دیتے ہیں:

"سال آئندہ کے لئے اہل بنارس نے آل انڈیا سنی کانفرنس کو مدعو کیا ہے. کوشش کی جارہی ہے کہ ہر ہر صوبہ میں آل انڈیا اجلاس سے قبل ضلع وار صوبائی کانفرنس منعقد کی جائے. تاکہ ہر ہر صوبہ سے معتمد نمائندے آل انڈیا کانفرنس میں شریک ہو سکیں، اور جہاں تک ممکن ہو سکے علماء و مشائخ کی بڑی تعداد آل انڈیا سُنّی کانفرنس میں بھیجنے کا اہتمام کیا جاوے. ایسے رؤسا و عمائد جو سُنّی کانفرنس کے مقصد کے ساتھ متفق ہوں. اور جذبہ و شوق رکھتے ہوں. ان کی شرکت بھی کانفرنس کی کامیابی کے لئے نعمت سمجھی جائے گی۔" [1]

زعماء اہل سنت کے تنظیمی دورے نہایت کامیاب ہوئے، ہر جگہ ان کے شاندار استقبال ہوئے ان کے مشن کو خوش آمدید کہا گیا اور ان کی آواز اس قدر موثر ہوئی کہ تھوڑے ہی دنوں میں ملک کے گوشہ گوشہ میں سُنّی کانفرنس کی شاخیں قائم ہوگئیں. بے شمار لوگ اس کے رکن بن گئے، جن میں مسلم لیگ کے بعض عہدیدار بھی شامل تھے. برصغیر کی سُنّی آبادی نے برملا آل انڈیا سُنّی کانفرنس کی حمایت کا اعلان کر دیا. کثیر تعداد میں علماء و مشائخ نے سُنّی کانفرنس سے اپنی وابستگی کا اعلان کر دیا ـــــ اور اس کے مقاصد کو کامیاب بنانے کے لئے اپنے اپنے حلقہ اثر میں اس کی مؤثر اشاعت کی. نتیجہ یہ ہوا.

(ا) برصغیر کے کونے کونے میں سُنّی کانفرنس کی مؤثر تنظیم قائم ہوگئی.

(ب) بائیس ہزار سے زائد مقتدر علماء و مشائخ ـــــ سُنّی کانفرنس کے سرپرست بن گئے. [2]

---

[1] ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۲۱/۲۸ مئی ۱۹۴۵ء، ص ۱۱

[2] اخبار دبدبۂ سکندری رامپور ۲۶ اگست ۱۹۴۶ء، ص ۳

(ج) سُنّی کانفرنس کے شرکاء کی تعداد ایک کروڑ سے متجاوز ہوگئی۔ اس میں زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد شامل تھے۔ علماء بھی، مشائخ بھی، انگریزی خواں بھی، وکلاء بھی، تاجر بھی اور مزدور بھی ــــــ![1]

حقیقت میں
یہ سب پاکستان کے ووٹر تھے

۱۹۴۶ء سے قبل بالعموم اور اس کے بعد بالخصوص اہل سُنّت کے تمام اجلاس ــــــ خواہ وہ مذہبی ہوں یا تعلیمی، سیاسی ہوں یا اصلاحی، عرس کی محفل ہو یا کسی دار العلوم کا جلسہ ــــــ تمام میں یہی موضوع مرکزی حیثیت کا درجہ رکھتا تھا کہ سُنّی کانفرنس کو مضبوط بنایا جائے اور اسلامی سلطنت ــــــ پاکستان ــــــ کو حاصل کر کے، اس میں اسلامی قوانین رائج کئے جائیں۔ اس نوعیت کے اجلاس ہر جگہ منعقد ہوئے۔ ملک کے گوشہ گوشہ سے سُنّی مدارس اور سُنّی خانقاہوں سے "لے کے رہیں گے پاکستان" کا نعرہ بلند ہوتا رہا۔ "پاکستان" ــــــ "ایک شرعی ضرورت" کے طور پر علماء و مشائخ کی تقاریر کا موضوع ہوتا۔ یہ مقام تفصیل کا متحمل نہیں۔ اختصار کے پیش نظر سُنّیوں کی ایک عظیم مذہبی و روحانی درسگاہ اور خانقاہ ــــــ آستانہ عالیہ ــــــ بریلی شریف کے ایک اجتماع کی خبر ملاحظہ ہو۔ مولانا غلام معین الدین نعیمی سابق منصرم مرکزی دفتر آل انڈیا سُنّی کانفرنس، مراد آباد **"عرسِ رضوی اور مسئلہ پاکستان!"** کے عنوان سے رقمطراز ہیں:

"۲۳ ـ ۲۴ ـ ۲۵ صفر ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۸ ـ ۲۹ ـ ۳۰ جنوری

---

[1] حیات صدر الافاضل: مولانا غلام معین الدین نعیمی مطبوعہ لاہور، ص ۱۸۸

۱۹۴۶ء کو بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائتہ حاضرہ قدس سرہ کا عرس شریف تھا۔ ملک کے اطراف و اکناف سے علماء مشائخ امراء رؤسا تشریف لائے تھے۔ پنجاب ۔ سندھ ۔ کاٹھیاواڑ۔ سرحد۔ گجرات۔ بمبئی۔ بہار۔ بنگال۔ سی۔ پی۔ وغیرہ کے بکثرت زائرین حاضر تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خانقاہ شریف کے باہر بازار لگے ہوئے تھے ان میں جہاں اور قسم کی دکانیں تھیں ان میں ہوٹل بھی تھے ایک ہوٹل کا نام

حامدیؔ پاکستان ہوٹل

اور ایک کا

رضوی پاکستان ہوٹل

تھا

۲۵ ؍ صفر عرس شریف کی اخیر تاریخ تھی اس روز بھی علمائے کرام کے بیان ہوتے رہے اور مسائل حاضرہ یعنی الیکشن اور پاکستان کے متعلق علمائے کرام تقریریں فرماتے رہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ”[۲]

اسی اجلاس میں صدر الشریعۃ مولانا محمد امجد علی اعظمی (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی) نے حالات حاضرہ کا تجزیہ کرتے ہوئے سنی علماء کا جماعتی موقف بیان فرمایا:

” ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کانگرس فتنۂ عظیمہ ہے وہ ہندوستان سے مسلمانوں کے استیصال کا ارادہ کر چکی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ علمائے اہل سنت مسلمانوں کو اس فریب کے جال میں پھنستا دیکھ کر صبر نہیں کر سکتے اس لئے ہم مدت سے اعلان کر رہے ہیں

---

[۱] منسوب بہ مولانا حامد رضا بریلوی (خلف الرشید امام احمد رضا بریلوی)

[۲] منسوب بہ امام احمد رضا بریلوی ؒ دبدبہ سکندری ۱۵ ؍ فروری ۱۹۴۶ء، ص ۹

اور ہماری تمام سنی کانفرنسیں جو ملک کے گوشہ گوشہ میں ہر ہر صوبہ میں قائم ہیں۔ کانگریس کے مقابلہ میں پوری جد وجہد کر رہی ہیں چنانچہ پچھلے الیکشن (نومبر ۱۹۴۵ء کے مرکزی الیکشن) میں ان کانفرنسوں کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور کانگریس کو شکست ہوئی۔ سنی کانفرنس کی کوششیں بہت مفید ثابت ہوئیں اس وقت (فروری ۱۹۴۶ء میں ہونے والے صوبائی انتخابات کے لئے) ہم پھر یہی اعلان کرتے ہیں کہ مسلمان کانگریس کو اور کانگریس کے کھڑے ہوئے امیدوار کو کانگریس کی حامی جماعتوں جمعیت علماء دیوبندی پارٹی مولوی حسین احمد کے زیر اثر طوفان برپا کر رہی ہے اس کے علاوہ احرار وخاکسار یونی نسٹ وغیرہ جن سے کانگریس کو مدد یں پہنچ رہی ہیں یا جو کانگریس کی ہواخواہی میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں مسلمان ہرگز ان کی فریب کاری میں نہ آئیں۔" [1]

حضرت مولانا امجد علی اعظمی کی تائید کرتے ہوئے صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس نے فرمایا:

"...... الیکشن کے معاملہ میں ہماری اجتماعی کوشش یہی ہے کہ کانگریس کو ناکام کر دیا جائے ہم اس خدمت کو مسلمانوں کے حق میں نافع سمجھ کر رضائے الٰہی کے لئے انجام دیتے ہیں ...... اس کے بعد آپ نے پاکستان کے مسئلہ پر بہت واضح اور مدلل تقریر فرمائی اور بتایا کہ "پاکستان کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستان کے ایک حصہ میں ایسی اسلامی حکومت قائم کی جائے جو شریعت طاہرہ کے آئین اور فقہی اصول کے مطابق ہو......" [2]

---

[1] ایضاً [2] ایضاً

۱۹۴۶ - ۱۹۴۵ء کے مرکزی اور صوبائی عام انتخابات برصغیر کی تاریخ میں معرکۃ الآراء نوعیت کے حامل تھے، انہی انتخابات کی بنیاد پر پاکستان حاصل ہونا تھا۔ کانگریس کا دعویٰ تھا کہ وہی تمام ہندوستان کے باشندوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ جمعیت علماء ہند، احرار، خاکسار اور یونی نسٹ وغیرہ کانگریس کی تائید کر رہی تھیں۔ ان کا پروپیگنڈا ــــــ دن رات ــــــ بھی وہی تھا۔ اس کے برعکس مسلم لیگ کا موقف تھا کہ اسلامیانِ ہند کی نمائندگی کا حق صرف مسلم لیگ کو ہے۔

انگریز کے چلے جانے کے بعد ملک کی حکومت کس کے پاس ہوگی ــــــ صرف ہندوؤں کے پاس ــــــ یا ہندوؤں اور مسلمانوں کا وطن الگ الگ ہوگا ــــــ ان تمام سیاسی امور کا فیصلہ انتخابات میں ہونا تھا۔ تاریخ اسلام کے اس نازک ترین موقع پر سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت کی نمائندہ مذہبی وسیاسی تنظیم آل انڈیا سنی کانفرنس نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ ــــــ مسلم لیگ کی حمایت کی جائے، مسلم لیگ کے نمائندوں کو ووٹ دیئے جائیں اور مسلم لیگ کے ہر اس طریقۂ عمل کی حمایت کی جائے جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو۔ چنانچہ اکابر علمائے اہل سنت نے یہ تاریخی فتویٰ جاری کیا:

"آل انڈیا سنی کانفرنس، مسلم لیگ کے اس طریقۂ عمل کی تائید کر سکتی ہے جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو جیسے کہ الیکشن کے معاملہ میں کانگریس کو ناکام کرنے کی کوشش اس میں مسلم لیگ جس سنی مسلمان کو بھی اٹھائے سنی کانفرنس کے اراکین وممبران اس کی تائید کر سکتے ہیں ووٹ دے سکتے ہیں دوسروں کو اس کے ووٹ دینے کی ترغیب دے سکتے ہیں۔ مسئلۂ پاکستان یعنی ہندوستان کے کسی حصہ میں آئین شریعت کے مطابق

؎ ایضاً ۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء ص ۳

فقہی اصول پر حکومت قائم کرنا سنی کانفرنس کے نزدیک محمود و مستحسن ہے۔[۱]

اس فتوی کی ترتیب میں جو علماء بریلی جمع ہوئے اور جن کے دستخطوں سے یہ فتوی جاری ہوا۔ ان میں چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔:-

مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفی رضا قادری (جانشین امام احمد رضا بریلوی)

مولانا ابوالمحامد سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)

صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)

صدر الشریعت مولانا مفتی امجد علی (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)

مولانا شاہ عبدالحامد قادری بدایونی ناظم نشرو اشاعت آل انڈیا سنی کانفرنس، ممبر ورکنگ کمیٹی یو پی مسلم لیگ

مولانا مفتی محمد ابراہیم القادری بدایونی، بمبئی، مولانا سید مصباح الحق سجادہ نشین پھپھوند

مولانا شاہ عارف اللہ قادری، میرٹھ، مولانا شاہ محمد ابراہیم رضا خاں بریلوی

مولانا مفتی محمد ابراہیم سمستی پوری، مولانا تقدس علی خاں رضوی، بریلی

مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری مبارک پوری، مولانا محمد اسماعیل محمود آبادی

مولانا دستارالدین پیلی بھیتی، مولانا محمد ایوب قادری ٹانڈوی

مولانا ابوالمعانی شمس الدین احمد جونپوری، مولانا محمد نذیر الاکرم مرادآبادی

مولانا غلام معین الدین نعیمی، مولانا ظہیر احمد مدرس عربیہ گجرات

مولانا غلام جیلانی میرٹھی، مولانا قاضی احسان الحق نعیمی، جموں و کشمیر

مولانا سید عبدالحق قادری اعظمی، مولانا محمد مختار اشرفی نعیمی

مولانا عبدالمصطفیٰ مدرس دارالعلوم اشرفیہ، مولانا محمد ثناء اللہ مدرس بنارس

---

[۱] ایضاً، ۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء، ص ۳

نوٹ: مذکورہ فتوی کا مطبوعہ عکس صفحہ ۲۴۸ پر دیکھیں

مولانا اختصاص الدین نعیمی، مولانا محمد مصطفیٰ علی مدرس، میرٹھ

مولانا محمد سردار احمد، منظر اسلام بریلی، مولانا محمد اجمل سنبھلی

مولانا مختار احمد، امرتسر، مولانا فضل الصمد سجادہ نشین پیلی بھیت [1]

مطالبہ پاکستان، سُنّی علماء کے تعاون سے ہمہ گیر تحریک کی صورت اختیار کر گیا۔ علماء ومشائخ نے ملک اور بیرون ملک "پاکستان"، کا مفہوم واضح کیا۔ مسلسل مساعی سے قیام پاکستان کے لئے راہ ہموار کی ۱۹۴۶ء میں مولانا عبد الحامد بدایونی ناظم نشر واشاعت آل انڈیا سنی کانفرنس نے کویز حج وفد کی حیثیت سے حجاز مقدس میں حج کے موقع پر آئے ہوئے ممالک اسلامیہ کے مسلمانوں کے سامنے مطالبۂ پاکستان کو واضح کیا۔ اس وفد میں مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی بھی شامل تھے وفد کی کوششوں سے ممالک اسلامیہ کے تمام مسلمان مطالبہ پاکستان کے ساتھ متفق ہو گئے۔ اس شاندار کامیابی پر ۳ رمئی ۱۹۴۶ء کو ایک ملاقات میں قائد اعظم محمد علی جناح نے مولانا عبد الحامد بدایونی کو ان کی کامیاب خدمات پر مبارک باد دی۔ اور ان کی خدمات جلیلہ کو سراہا۔ [2]

آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے مقاصد ایسے مفید اور ہر دلعزیز تھے کہ عامۃ المسلمین نے اس کانفرنس کا بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا۔ اور بڑھتے ہوئے طوفان کی طرح، اس کانفرنس نے سارے ہندوستان کو اپنے دامن میں لے لیا۔ ہندوستان کا کوئی ایسا شہر اور قصبہ نہ رہا، جس میں سُنی کانفرنس کی تنظیم قائم نہ ہوئی۔ آسام سے لے کر خیبر کے درہ تک، دکن سے لے کر ہمالیہ کے دامن تک تمام علاقہ سُنی کانفرنس کے زیر اثر ہو گیا۔ ہر جگہ سُنّی حضرات نے

---

[1] ایضاً

[2] ایضاً۔ ۲۱ رمئی ۱۹۴۷ء، ص ۸

سنی کانفرنس پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا اور اس کی پالیسی کو اپنا مقصد سمجھا۔

قوم مسلم کی تقدیر کا فیصلہ انتخابات پر تھا۔ انتخابات میں کانگرس اور اس کی حامی جماعتوں کی کامیابی کا صاف مطلب یہ تھا کہ برصغیر کے مسلمان ہمیشہ کے لئے غلامی کی زندگی بسر کرنے کے لئے تیار ہو جائیں، مسلم تشخص ہندو مت میں گم کر کے بے ضمیری کی زندگی گذارنے پر آمادہ ہو جائیں ——— یہ صورت حال کوئی بھی باغیرت مسلمان برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ہر باشعور سنی شہری اس بات کے لئے بے چین تھا کہ مسلم لیگ اپنے مشن "حصول پاکستان" میں کامیاب ہو۔ پاکستان سنیوں کے دل کی دھڑکن بن چکا تھا ——— ایسے نازک مرحلہ پر اسلامیانِ ہند کو بالعموم ——— اور سنیوں کو بالخصوص ——— یہ روح پرور اعلان سنایا گیا کہ تمہارے درد کا علاج آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے عدیم النظیر اجلاس میں ہونے والا ہے جو بنارس میں بتاریخ ۲۴تا۲۷ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء، دوشنبہ، یک شنبہ، دوشنبہ، سہ شنبہ کو انعقاد پذیر ہوگا۔ اس مہتم بالشان چار روزہ کانفرنس کو کامیاب بنانے ——— دنیا کو شوکت سنیت دکھانے ——— اور مسائل حاضرہ کا حل عامۃ المسلمین تک پہنچانے کے لئے ملک بھر کی سنی کانفرنس کی تنظیموں سے اپیل کی گئی کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنے نمائندے بھیجیں۔

ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کی طرف سے جو دعوت نامہ جاری ہوا، اس میں "بنارس کانفرنس" میں غور و خوض اور منظوری کے لئے پیش ہونے والے مسائل کی پوری تفصیل درج تھی۔ زیر غور مسائل کا تعلق سنی کانفرنس کی توسیع و تنظیم، عہدیداروں کے لئے معیار، ضروری قوانین تعلیم و تبلیغ، اصلاح اعمال، جسمانی و معاشرتی امور، حکومت سے متعلق مسائل، نکاح (عائلی قوانین) اوقاف، مطالبۂ پاکستان اور مسلم لیگ کی تائید سے تھا۔ سیاسی و اقتصادی مسائل، آئینی اور انتظامی امور، عبادات اور معاملات سے متعلق احکام ——— غرضیکہ تمام پیش آمدہ مسائل سے متعلق

امور اس کانفرنس کے ایجنڈے پر تھے ___ اس سلسلہ میں ایک اخبار کا عکس ملاحظہ فرمائیں:

اخبار دبدبۂ سکندری رامپور نمبر ۱۶ جلد ۸۴ — ۵ — مطبوعہ ۱۹ اپریل ۱۹۴۶ء

آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس بنارس کا دعوت نامہ

نہایت مسرت و ابتہاج سے حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء عالیجناب مولانا الحاج حکیم حافظ سید شاہ محمد نعیم الدین صاحب قبلہ ناظم آل انڈیا سنی کانفرنس کا دعوت نامہ جو بنارس سے موصول ہوا ہے ذیل میں شائع کیا جاتا ہے۔

مکرم محترم — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ — مزاج مبارک بخیر باد بحمدہٖ تعالیٰ وکرمہٖ جمہوریت اسلامیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس) کے عظیم الشان مبارک اجتماع کے لئے ۲۷-۲۸-۲۹-۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء مطابق ۲۴-۲۵-۲۶-۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ روز شنبہ یکشنبہ۔ دوشنبہ سہ شنبہ مقرر ہوئے ان بابرکت ایام میں ملت اور اہل ملت کی حمایت و نصرت کے لئے اکابر اہل اسلام علمائے کرام مشائخ عظام اور تمام صوبوں کی سنی کانفرنسوں کے نمائندے و دیگر معززین تشریف لائیں گے۔

جناب والا سے التجا ہے کہ اس اہم دینی اجتماع میں شرکت فرما کر کانفرنس کو کامیاب بنائیں اور اگر آپ کے یہاں سنی کانفرنس قائم ہو چکی ہے تو جناب بحیثیت نمائندے کے تشریف لائیں اور جتنے نمائندے آپ کی سنی کانفرنس تجویز کرے انہیں بھی ہمراہ لائیں۔ ہمراہیوں کی تعداد اور تشریف آوری کے وقت سے ۲۲ اپریل ۱۹۴۶ء تک مطلع فرما دیں ان مسائل کا خلاصہ بھی حاضر کیا جا رہا ہے جو سنی کانفرنس کے لئے غور طلب ہیں۔ ان امور کے متعلق اگر جناب کوئی تجویز پیش کرنا چاہیں تو وہ بھی ۲۲ اپریل ۱۹۴۶ء تک قلمبند فرما کر ارسال فرمائیں۔ اب صدر دفتر بنارس میں ہے اور ۳۰ اپریل تک یہیں رہیگا لہٰذا خط و کتابت کے لئے صرف میرا نام اور سنی کانفرنس بنارس لکھ دینا کافی ہے تار کا پتہ صرف اتنا ہے۔ اشرفی۔ بنارس کینٹ۔

میں آپ کی تشریف آوری سے بہت مسرور اور ممنون ہونگا۔ والسلام مع الاکرام

دستخط مبارک حضرت قبلہ صدر الافاضل ناظم آل انڈیا سنی کانفرنس۔

نوٹ جو حضرات کسی مجبوری سے تشریف نہ لا سکیں وہ اپنی معذوری اور کانفرنس کے ساتھ اپنے کامل اعتماد و اتفاق کا اظہار بذریعہ ڈاک یا تار فرما دیں۔

آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں غور و خوض اور منظوری کیلئے پیش ہونیوالے مسائل

(۱) سنی کانفرنس کے تدابیر توسیع و تنظیم (۲) عہدوں کے معیار (۳) سنی کانفرنسوں کیلئے ضروری قوانین

تعلیم

(۱) ابتدائی تعلیم کو عام کرنے کی تدابیر (۲) ہر صوبہ میں وہاں کی رائج زبان میں دینی ابتدائی تعلیم کا انتظام (۳) فارسی عربی کی تعلیم کا بہترین نظام (۴) ہر قسم کے نصاب بنانے کے لئے نصاب بنانے والی جماعت کی تشکیل (۵) سنی مدارس کے اعداد حاصل کرنا (۶) موجودہ مدارس کی نگرانی اور ان کی اعانت کی تدابیر (۷) واعظین کے لئے نصاب (۸) نکاح خوانوں کے لئے تعلیم کا انتظام اور ان کے لئے ضروری نصاب (۹) انگریزی مدارس کے لئے دینی تعلیم کا انتظام (۱۰) انگریزی خواں طلبہ کے لئے دینی معلومات بہم پہونچانے کے وسائل (۱۱) تعلیم طب کا انتظام (۱۲) مرکزی دار التصنیف کے قیام کی تدبیر۔

تبلیغ اسلام

(۱) تبلیغ اسلام کی تدابیر اور اس مقصد کے لئے مرکزی نظام کی ترتیب (۲) تبلیغی مدارس اور اس مقصد کے لئے مفید تصانیف (۳) نو مسلموں کی معاش کی تدابیر (۴) اشاعت دین و تبلیغ اسلام و مقاصد کانفرنس کے لئے اخبار و رسائل (۵) پریس

اصلاح اعمال

(۱) نماز روزہ اعمال صالحہ کی ترغیب اور اس کے مؤثر طریقے ائمہ مساجد کا بہترین انتظام (۲) مسلمانوں کے باہمی نزاعات کے تصفیہ اور ان میں اتفاق پیدا کرنا (۳) یتیم خانوں، شفاخانوں، محتاج خانوں کی نگرانی۔ (۴) محافل میلاد مبارک کی توسیع و ترویج اور ان کے لئے بہترین تصانیف بہم پہونچانا تاکہ وہ تبلیغ اسلام و اصلاح اعمال و اخلاق کے لئے مفید تر ہو جائیں۔ (۵) اعراس سے تبلیغی فوائد حاصل کرنے کے تدابیر اور واجب الاصلاح امور کی اصلاح (۶) خانقاہوں سے حسب استطاعت دینی خدمت اور علم تصوف و سلوک کے رائج کرنے کی سعی

جسمانی و معاشی امور

(۱) مسلمانوں کی تندرستی دم بدم خراب ہو رہی ہے نئی نسلیں کمزور ہوتی چلی جاتی ہیں نوجوان طبقے تعلیم یافتہ ہوں یا نا تعلیم یافتہ بالعموم اتنے کمزور ہیں کہ نہ وہ اپنے معاش کے وظائف پورے کر سکتے ہیں نہ خانہ داری کے ان کی صحت اور جسمانی قوتوں کے لئے نافع و مفید ریاضتوں کی تجاویز (۲) بے کار اور تنگ معاش افراد کے لئے وسائل معاش تلاش کرنا۔ (۳) قرضدار مسلمانوں کے لئے قرض سے خلاص حاصل کرنے کی تدابیر۔

حکومت کے قوانین

(۱) حکومت کے جو قوانین مسلمانوں کی دینی زندگی پر اثر انداز ہوں اور ان سے خلاف شرع عمل پر مجبور ہونا پڑے ان میں ترمیم کرانے کی کوشش (۲) جو مقدمات شریعت کے مطابق فیصل ہوتے ہیں ان کی سماعت کے لئے گورنمنٹ سے اسلامی کچہریوں (دار القضا) کا مطالبہ۔

نکاح

(۱) نابالغی کے نکاحوں کے متعلق غور اور اس امر میں مفید رہنمائی (۲) نکاح کے بعد کثیر الوقوع مشکلات کے سد باب کے لئے ایسے کابین ناموں کی ترتیب و تجویز جو عند الضرورت نافع و کار آمد ہوں (۳) مسائل نکاح طلاق مہر عدت اور اس کے متعلقات پر مشتمل ایک ایسی کتاب مرتب کرنا جس کو کم علم بھی سمجھ سکیں اور نکاح خوانوں کو اس کا مطالعہ لازم کر دینا اور نکاح خوانی کے لئے کانفرنس کی طرف سے سند دینا۔ یہ سند اسی شخص کو دی جائے جو کتاب کو اچھی طرح سمجھ کر امتحان میں کامیابی حاصل کرے

اوقاف

(۱) اوقاف کے متعلق بہترین تجاویز۔

پاکستان

(۱) آئین شریعت اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر ایک آزاد با اختیار حکومت کا مسئلہ

مسلم لیگ

(۱) تمام ایسے امور میں جس سے اسلام اور مسلمین کو فائدہ پہونچے سنی کانفرنس مسلم لیگ اور ہر جماعت کی بے دریغ تائید کر سکتی ہے اور دینی امور میں سنی کانفرنس مسلم لیگ اور ہر جماعت کی اصلاح اور صحیح رہنمائی کا حق رکھتی ہے اور کسی کی غلط روی کی مؤید نہیں

ایک ہزار علماء کی قیادت میں بیشمار حق پرستوں کا روح پرور اجتماع

از محترم مولانا منظر جمیل پوری پروپیگنڈہ سکرٹری سنی کانفرنس صوبہ سی۔ پی و بہار

چمن چمن جاں پہ نسیم سحر انگیز چلی — کشت امید پہ ابر طرب آثار آیا
بادۂ عیش سے مینا لئے تمنا رنگیں — ساغر شوق لئے ذوق سے گلزار آیا

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور صبح فیروزی کا ایمان افروز خورشید و امید سے نکل کر کامرانی کی آسمان پر طلعت بار ہو گیا یعنی جلسہ ہائے آل انڈیا سنی کانفرنس کی تاریخیں مقرر ہو گئیں۔ ۲۷-۲۸-۲۹-۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو بنارس میں مسلسل چار ایسے اجلاس ہونے والے ہیں جن پر نہ صرف بنارس یا صوبۂ یو۔ پی بلکہ پورے اسلامی ہندوستان کو بجا طور پر فخر و مباہات سے سربلندی کا حق حاصل ہے۔ آٹھ کروڑ اہل سنت کے ہزارہا علماء و مشائخ کبار یائی گروہ بنارس کے اسٹیج پر ایک وقت میں جلوہ آرا ہوگا۔ بنگال و مدراس، پنجاب و بہار، سی۔ پی و یو۔ پی، سندھ و آسام، سرحد و بلوچستان، غرض بلاد مشرق کے طول و عرض سے شریعت و طریقت کے آفتاب و ماہتاب نکل نکل کر آفاق بنارس کو

اس عظیم الشان کانفرنس کی اطلاع جہازی سائز کے پوسٹرز اور اخبارات کے ذریعہ ہندوستان بھر میں پہنچائی گئی ۔ عامۃ المسلمین کا جوش و ولولہ کانفرنس کے سلسلہ میں دیدنی تھا ہر چھوٹا بڑا "بنارس چلو" کی تحریک کا کارکن نظر آتا تھا۔ اسلامیان برصغیر کا جوش ایمانی ہی تھا، جو سنّی کانفرنس کی کامیابی اور بعد ازاں قیام پاکستان کی ضمانت بن گیا۔

بنارس چلو

آل انڈیا سنی کانفرنس کا اعلان
نواں اجلاس بنارس میں بتواریخ
۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-اپریل
۱۹۴۶ء منعقد ہوگا ہندوستان
کی تمام سنی کانفرنسیں انہیں
تاریخوں میں نمائندے بھیجنے کا
انتظام کریں ۔ مرکزی دفتر بنارس میں بھیج دیا
گیا ہے اب تمام خط و کتابت ذیل کے پتہ پر ہونی
چاہیے حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب
دامت برکاتہم ناظم آل انڈیا سنی کانفرنس
معرفت شیخ عبد الله صاحب نقاش اشرفی لکسا بنارس کینٹ

ایک اشتہار ◀◀

تمام مجالس ہائے سنی کانفرنس کو مژدۂ فرح افزا

از حضرت والا مقام جناب مولانا مولوی سید شاہ محمد عبد السلام صاحب قادری باندوی ناظم تبلیغ آل انڈیا سنی کانفرنس

جس کا انتظار چشم اختر شمار کو تھا جس کی تمنا جان آرزو کو تھی وہی ساعت وہی وقت آ پہونچا یعنی آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کا اجلاس ۲۷ سے ۳۰ اپریل تک بڑی دھوم دھام اور اہتمام و انتظام سے منعقد ہو رہا ہے حضرت صدر الافاضل فخر الاماثل استاذ العلما جناب مولانا الحاج حکیم حافظ سید شاہ محمد نعیم الدین صاحب مدظلہ العالی مہینوں قبل سے مصروف اہتمام تھے حضرت ناظم اعلیٰ نیز خطیب السنہ حضرت قبلہ ابو المحامد سیدی مولانا مولوی مفتی شاہ سید محمد صاحب قبلہ محدث کچھوچھوی دامت برکاتہم العالیہ کی پیرانہ سالی دیکھئے اور اس اہم ترین کام کی انجام دہی اور شب و روز کی مصروفیات اگر اللہ تعالیٰ ہمارے تمام علمائے اہل سنت کے جذبات حضرت قبلہ محدث صاحب کچھوچھوی مدظلہ العالی کے ایسے کر دے تو یقیناً باطل صفحۂ ہستی سے معدوم و نیست و نابود ہو جائے گا۔ دعاگو تمام سنیوں کو آواز دیتا ہے کہ دوڑو : چلو ۔ بنارس چلو۔

▲
▲

ایک خبر

ھو المعین
رجسٹرڈ حرف اے نمبر ۱۵

ھو القادر
تار کا پتہ: دبدبۂ سکندری رامپور اسٹیٹ

خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

بظلِ حمایتِ سلطانِ کونین تاجدارِ دارین سرکارِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء

بنارس چلو

اہلِ سنت اپنی مذہبی زندگی کا ثبوت دینا چاہتے ہیں تو بنارس چلیں۔ جہاں آل انڈیا سنی کانفرنس کا اجلاس ۲۷ سے ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء تک منعقد ہو رہا ہے

(ادارہ)

نوابُ الحاج سر سید کلبِ علیخاں بہادر خلد آشیاں کی علمی یادگار

دبدبۂ سکندری
رامپور

قیمت ۲ ر

حکمِ رئیسِ رامپور سکہ بہ مہر و ماہ زد
ترکِ سپہر بہ ورزش بستہ کمر بہ چاکری
گشت ز طبع ہر خبر نظم و نسق زیادہ تر
شہر بہ شہر دور گرد رعب و جلالِ اکبری
دال بایں وقائع است مصرعۂ گفتہ ذکی
سطوتِ شاہ نامور دبدبۂ سکندری
۱۲۸۳ھ

سنہ ۱۸۶۶ء سے چھپتا ہے

سنہ ۱۲۸۳ھ میں جاری ہوا

قیمت سالانہ: والیانِ ریاست سے پچاس روپے امراء و بزرگانِ قوم و وطن سے بارہ روپے

مالک و مدیر محمد فضل حسن صابری

چندہ سالانہ: عام شائقین سے چھ روپے سادات کرام و علمائے عظام سے چار روپے ممالکِ غیر سے ایک پونڈ

نمبر ۱۵ | مطبوعہ ۹ رجمادی الاول سنہ ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۲ اپریل سنہ ۱۹۴۶ء یوم جمعہ | جلد ۸۰

کیفستان

شانِ رسالت

از جناب مولانا عبد القادر صاحب قادر اکبر آبادی

مرسلہ مکرمی جناب سید بنیاد حسین صاحب پیکر دسلی دامت برکاتہم

کس کی طاقت ہے جو لکھے شانِ رسولِ ہاشمی
جب خدا خود ہے ثنا خوانِ رسولِ ہاشمی

مرحبا صلِ علیٰ شانِ رسولِ ہاشمی
رَوِشِ جنت ہے گلستانِ رسولِ ہاشمی

عرش سے اونچا ہے ایوانِ رسولِ ہاشمی
اور ہیں جبریل دربانِ رسولِ ہاشمی

ہم کو بخشا ہے خدا نے ساکنِ دنیا پہ شرف
ہم ازل سے ہیں غلامانِ رسولِ ہاشمی

اپنی جنت کی طرف دیکھے نہ رضواں بھول کر
دیکھ پائے گر وہ بستانِ رسولِ ہاشمی

طاعتِ معبود برحق ہے اطاعت آپ کی
عینِ حکمِ حق ہے فرمانِ رسولِ ہاشمی

رحمت للعالمیں ہے ذاتِ اقدس آپ کی
دونوں عالم پہ ہے فیضانِ رسولِ ہاشمی

روز و شب گردش میں رہتے ہیں جو یہ شمس و قمر
ہوتے ہیں قربانِ ایوانِ رسولِ ہاشمی

جیتے جی قادر نکل جاتا یہ ارمانِ دلی
دیکھ لیتا کاش بستانِ رسولِ ہاشمی

بدرگاہِ سلطان الہند

از جناب سیادت مآب سید محمد عبد الرزاق صاحب چشتی خادم دربارِ معلیٰ سرکارِ اعظم غریب نواز اجمیری

مرسلہ محترمی جناب سید عباد حسین صاحب پیکر دسلی دامت فضائلہم

معین الدین وہ جو یوسفِ کنعانِ چشتاں ہے
معین الدین وہ جو بلبلِ بستانِ چشتاں ہے

معین الدین وہ جو دلبرِ جانانِ چشتاں ہے
معین الدین جس میں جو پوری شانِ چشتاں ہے

معین الدین جو دستِ کرم سے خواجہ عثماں کا
معین الدین جن کا فیض بھی فیضانِ عثماں ہے

معین الدین وہ جسکو ولی الہند کہتے ہیں
معین الدین چشتی سنجری جو جانِ عثماں ہے

معین الدین حسن وہ جس پہ حضرت ناز کرتے تھے
معین الدین جو خاصہ خاصانِ عثماں ہے

معین الدین کو رحمت بنا کر ہند میں بھیجا
یہ خطہ بھی بہت شرمندۂ احسانِ عثماں ہے

عقیدہ تیرا اُس کر کہتی ہے رزاق سب دنیا
وہ جانِ محبوبِ ہے تو یہ جانِ عشاں ہے

منقبت حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی

جانشین حضور پُر نور سرکار اعظم اجمیر شریف رضی اللہ تعالیٰ عنہما

از رشید ائے خواجہ قطب الدین شاہ محمد اسمٰعیل صاحب اختر تانپوری کوثرنشین

مرسلہ خواجہ سید ظفر حسین صاحب قطبی پیرزادہ درگاہ معلیٰ قطبیہ دہلی شریف

مبارک ہو مجھے دیدارِ قطب الدین کاکی کا
مری آنکھوں میں ہے دربارِ قطب الدین کاکی کا

بجا دِ بادشاہِ عالم ہے فدا اسکی ہر اک شے پر
نہیں دہلی پہ ہرگز بارِ قطب الدین کاکی کا

نہیں ہے دیکھتا رہتا ہے ہر لحظہ ہر اک تماشہ
تماشا دیدۂ بیدارِ قطب الدین کاکی کا

ہزاروں نعمتیں بھی ہوں تو اس بیمار پر قرباں
جو ہے اس دہر میں بیمارِ قطب الدین کاکی کا

میں اس قسمت پہ اپنی ناز جتنا بھی کروں کم ہے
کہ ہوں رسوا سرِ بازارِ قطب الدین کاکی کا

مجھے ہے فخر اس دنیا میں اس طوقِ غلامی پر
کہ ہوں بندہ سرِ بازارِ قطب الدین کاکی کا

یہی کیف و سرور اپنا یہی لطفِ حیات اپنا
ازل سے ہوں جگر افگارِ قطب الدین کاکی کا

زمانہ معترف ہے اب بھی اس فیضِ عرفاں کا
نہیں ممکن کہ ہو انکارِ قطب الدین کاکی کا

کبھی وہ بھی زمانہ آئے گا میرے لئے اختر
کریں سجاؤں خود دلدارِ قطب الدین کاکی کا

علمائے کرام اور مشائخ عظام کا جذبہ رہنمائی اور سواد اعظم اہل سنت کے عامۃ الناس کا اپنے اکابر پر غیر متزلزل اعتماد ہیں کشاں کشاں بنارس لے گیا۔ ملک کے طول و عرض سے علماء مشائخ، وکلاء، امراء تجار، محنت کش، مزدور غرضیکہ ہر طبقہ کے مسلمان کثیر تعداد میں شامل ہوئے۔

شمس الاطباء حکیم محمد حسین بدر (علیگ) نے جو اس عدیم النظیر اجلاس میں شامل تھے، اپنی رپورٹ میں لکھا ہے:

"اس کانفرنس میں
پانچ صد مشائخ
سات ہزار علمائے کرام اور
دو لاکھ سے زائد عوام
نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں حضرت سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے لندن سے آئے ہوئے، وزارتی مشن لارڈ کرپس وغیرہ کو بھی شرکت کی دعوت دی لیکن ان لوگوں نے اجلاس کے آخر میں اپنی مصروفیت کی بناء پر عدم شرکت پر معذرت کا تار بھیج دیا۔" [1]

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے وزارتی مشن کو دعوت اس لئے دی کہ وہ بطور گورنمنٹ کے نمائندہ وفد کے مسلمانان ہند کی شوکت اور ان کے سیاسی موقف کو بچشم خود دیکھ لیں۔ سواد اعظم کے اجتماعی موقف اور مسئلۂ پاکستان کی حمایت میں اتنا عظیم اجتماع اس دور میں ایک تاریخی مثال ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ مشائخ اہل سنت کا شوق ملاحظہ ہو کہ پیرانہ سالی، ضعف اور نقاہت کے باوجود امیر ملت پیر سید جماعت علی

---

[1] سات ستارے مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء، ص ۸۳

محدّث علی پوری نے کانفرنس میں کرسئ صدارت کو زینت بخشی۔

اجلاس کے آغاز میں خطبۂ استقبالیہ رئیس المحدثین ابوالمحامد سید محمد، محدث کچھوچھوی صدر مجلس استقبالیہ نے ارشاد فرمایا۔ حضرات علماء اور شرکائے کرام میں اس خطبہ کی دھوم مچ گئی۔ اس خطبہ کی بلاغت و ندرت تبصرہ سے بلند ہے۔ اسی اجلاس میں آئندہ کے لئے آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا صدر متفقہ طور پر آپ کو منتخب کیا گیا۔ پانچ سو مشائخ کرام، سات ہزار علمائے عظام اور ایک کروڑ سے زائد سُنّی مسلمانوں پر مشتمل آل انڈیا سُنّی کانفرنس نے جو جماعتی متفقہ موقف اختیار کیا وہ یہ تھا کہ پاکستان ہماری زندگی ہے اس کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں (خدانخواستہ) مسلم لیگ اگر مطالبۂ پاکستان سے دستبردار بھی ہو جائے تو آل انڈیا سُنّی کانفرنس اس مطالبہ سے دستبردار نہ ہو گی۔[۱]

سُنّی کانفرنس کے اس اجلاس میں جو قرار دادِ پاکستان سے متعلق بالاتفاق منظور ہوئی، وہ یہ ہے:

(۱) آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پُرزور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہلِ سنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں، اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں، جو قرآن کریم اور حدیث نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔

(۲) نیز یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کے لئے مکمل لائحۂ عمل مرتب کرنے کے لئے حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے:۔

صدر الافاضل استاذ العلماء حضرت مولانا نعیم الدین صاحب

صدر الشریعت حضرت مولانا امجد علی صاحب

---

[۱] ایضاً۔ ص ۶۸، حیات صدر الافاضل، ص ۱۸۶

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب
مبلغ اعظم حضرت مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی
حضرت مولانا عبد الحامد صاحب قادری بدایونی
حضرت مولانا الحاج سید ابو المحامد سید محمد صاحب محدث اعظم ہند کچھوچھوی
حضرت مولانا مولوی سید شاہ دیوان آلِ رسول علی خاں صاحب سجادہ نشین اجمیر شریف
حضرت مولانا ابو البرکات سید احمد صاحب، لاہور
حضرت مولانا شاہ قمر الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف
حضرت پیر سید شاہ عبد الرحمٰن صاحب بھرچونڈی شریف (سندھ)
حضرت مولانا شاہ سید زین الحسنات[1] صاحب مانکی شریف
خان بہادر حضرت حاجی مصطفیٰ علی صاحب بخشی (مدراس)
حضرت مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد صاحب، لاہور

(۳) یہ اجلاس کمیٹی کو اختیار دیتا ہے کہ مزید نمائندوں کا حسب ضرورت و مصلحت اضافہ کرے، یہ لازم ہوگا کہ اضافہ میں تمام صوبجات کے نمائندے لئے جائیں۔[2]

آل انڈیا سُنّی کانفرنس، بنارس کی منظور کردہ تجاویز اور قراردادوں کو پڑھنے سے اس سوال کا جواب بخوبی مل سکتا ہے کہ مسلم لیگ جیسی "مسلم نمائندہ جماعت" کی موجودگی میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا قیام اور اس کی فعال کارکردگی وقت کی ایک "اہم ترین ضرورت" تھی۔ چونکہ مسلم لیگ کا نصب العین صرف ایک اسلامی ریاست

---

[1] آپ کا اسم گرامی امین الحسنات ہے، زین الحسنات لقب ہے۔

[2] خطبۂ صدارت جمہوریۂ اسلامیہ مطبوعہ مراد آباد ۱۹۴۶ء، ص ۲۹، اخبار دبدبۂ سکندری رامپور ۲۰ مئی ۱۹۴۶ء، ص ۳، حیات صدر الافاضل ص ۱۸۹ تا ۱۹۰

کا قیام تھا (جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاصل ہو گیا) مگر آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا نصب العین اس سے کہیں ارفع تھا۔ سُنّی کانفرنس، سیاسی امور میں مسلم لیگ کی ہم نوا اور حامی تھی، لیکن وہ وسیع تر مقاصد جن کی ایک جھلک آپ گذشتہ صفحات پر ملاحظہ فرما چکے ہیں، ان کے حصول کے لئے سنی کانفرنس کا علیحدہ وجود از بس ضروری تھا۔ سُنّی کانفرنس کے مرکزی دفتر سے جاری ہونے والے ایک مطبوعہ سوال نامہ (جو ہر علاقہ کے سُنّی اکابر کے نام جاری کیا گیا) اس کی مزید تصدیق کرتا ہے۔

۷۸۶

(الجمہوریۃ الاسلامیہ)

از صدر دفتر آل انڈیا سنی کانفرنس
مراد آباد

جناب مکرم زاد الطافہٗ   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جمہوریتِ اسلامیہ (آل انڈیا سُنّی کانفرنس بنارس) کا خطبۂ صدارت مع تجاویز منظور شدۂ اجلاسِ مذکور حاضرِ خدمت ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ کام مستعدی سے کیا جائے، اسلیے مکلف ہوں کہ امورِ مستفسرہ کے جواب بعد تحقیق، جسقدر جلد ممکن ہو، ارسال فرما کر مشکور کریں۔

(۱) تجاویز پر عمل کرنے کیلیے آپ کیا تدبیر اختیار فرماتے ہیں اور آپکے اندازہ میں کسقدر عرصہ میں کام باقاعدہ جاری ہو جائیگا

(۲) آپکے حدود میں یتیم خانے، شفاخانے، مسافر خانے، جیلخانے کتنے اور کس کس مقام پر ہیں؟ ان میں مسلمان بچوں، بچیوں، عورتوں اور جاہل مردوں کے دین و اخلاق کی نگرانی کی کیا صورت ہے؟ مسلمان یتیموں کی تعلیم و تربیت کے لیے کیا انتظام ہے؟

(۳) آپ کے حدود میں ابتدائی اور متوسط اور اعلیٰ تعلیم کی کتنی درسگاہیں اہلسنت کے زیرِ اہتمام کام کر رہی ہیں، اور انکی حیثیت کیا ہے؟ براہِ کرم نقشہ نمبر (۱) کے صحیح اندراج کرکے صدر دفتر میں ارسال فرمایئے۔

(۴) آپ کے علاقہ میں کتنی درسگاہیں اور خانقاہیں ہیں؟ وہاں کے متولی، صاحب سجادہ، مراسم، اعراس وغیرہ کے حالات سے نقشہ نمبر (۲) پُر کرکے مطلع فرمایئے۔

(۵) سُنّی مسلمانوں کی جسمانی تربیت کیلیے ریاضت کا انتظام، ورزشیں، بنوٹ، کُشتی وغیرہ کے اکھاڑے تیر اندازی اور غلیل کی مشق کے انتظامات مکمل کرکے صدر دفتر کو مطلع فرمائیں۔

(۶) کیا آپ نے ایسے کابین نامہ کا کوئی مسودہ طیار کیا ہے جسکے ذریعہ سے عورت عند الضرورت خلاص حاصل کر سکے اور اُس میں یہ احتیاط بھی ملحوظ ہو کہ معمولی رنجش پر وہ اپنی بدعقلی سے خانہ بربادی نہ کر ڈالے؟

(۷) امر بالمعروف و نہی عن المنکر یعنی نیکیوں کی ترغیب اور بُرائیوں سے نفرت دلانے کیلیے رضاکار بھرتی کیجیے، جو حُسن اخلاق کے ساتھ خلق کو طاعت و حُسنِ اخلاق و معاشرت کی تلقین کریں اور ناقص خیال سے روکیں۔ ان رضاکاروں کی تعداد اور انکے نظامِ عمل سے مرکز کو مطلع کیجیے۔ والسلام

محمد نعیم الدین عفی عنہ
ناظم آل انڈیا سُنّی کانفرنس

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اسلامی ریاست ـــــــ پاکستان کے قیام کے باوجود مذکورہ بالا امور ابھی تک معرض التواء میں پڑے ہیں۔ پاکستان کے حصول میں مسلم لیگ کا کردار قائدانہ رہا اور عنانِ حکومت بھی اسی کے ہاتھ میں رہی۔ سُنّی کانفرنس کے اکابر مطمئن تھے کہ مسلم لیگ پاکستان میں اسلامی قوانین کا ضرور نفاذ کرے گی ـــــــ لیکن بدقسمتی سے قائدِاعظم کو زیادہ مہلت نہ ملی، وہ جلد ہی اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ ان کا کوئی جانشین ایسا نہ آیا، جو اسلامی قوانین کا نفاذ کرکے مسلم لیگ کے سر سے اس قرضہ کو اتارتا۔ تاحال قوم اس مردِ مجاہد کی منتظر ہے۔

؎ مردے از غیب آید و کارے کند

آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے مختلف اجلاسوں میں اجمیر شریف کا اجلاس خصوصی نوعیت کا حامل ہے، اس اجلاس کے انعقاد کی تشہیر کی گئی۔ ایک اخباری اشتہار کا عکس ملاحظہ فرمائیں:

دربار خواجہ غریب نواز میں ہندستان کے علما و مشائخ کا اہم فیصلہ

آزاد اسلامی حکومت کیلئے عظیم ترین قربانیاں پیش کیجائینگی

از محترم المقام جناب الحاج شیخ محمد عارفین صاحب ناظم اعلیٰ انجمن تبلیغ الاسلام پھاٹک حبش خاں دھلی

اسلامی ہند کو معلوم ہے کہ گزشتہ مہینے میں دس کروڑ مسلمانوں کی مذہبی نمائندہ جماعت آل انڈیا سنی کانفرنس کا ایک عظیم اجتماع سرزمین بنارس میں منعقد ہوا تھا۔ اس اہم اجلاس میں صوبہ سرحد۔ سندھ۔ بلوچستان۔ پنجاب یو۔ پی۔ سی۔ پی۔ بمبئی۔ مدراس۔ بنگال۔ اور آسام کے با اثر مشائخ و علماء شریک تھے۔ اس اجلاس میں غور و فکر کے بعد متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ

فرزندانِ توحید کی عزت وحیات کی حفاظت کے لئے پاکستان یعنی آزاد اسلامی حکومت قائم ہونا اشد ضروری ہے لہذا اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بڑی سے بڑی قربانیاں پیش کرنے کی شاندار تیاریاں کی جائیں۔

الحمدللہ کہ اس عظیم فیصلے کے ماتحت علما و مشائخ نے طوفانی دورے شروع کر دئے ہیں اور انہوں نے اپنے فرائض کی اہمیت کو صحیح طور پر محسوس کر لیا ہے۔ چنانچہ صوبہ سرحد کے علماء و مشائخ اور آزاد قبائل کے سرداروں کا ایک اہم اور نمائندہ اجتماع حضرت تقدس مآب پیر صاحب مانکی شریف کے زیر اہتمام منعقد ہوا اور اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہم اپنے محبوب مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بڑی سے بڑی قربانیاں پیش کریں گے۔

۵ رجب کو دربار خواجہ غریب نواز میں علماء و مشائخ کا

ایک اہم شاندار جلسہ بمقام اجمیر شریف

منعقد ہو رہا ہے۔ اس جلیل القدر اجتماع میں ہندستان کے تمام صوبوں کے علماء و مشائخ شریک ہو رہے ہیں اس جلسہ میں وزارتی مشن کی تجاویز کے ہر گوشہ پر گہری تنقید کی جائے گی اور آزاد اسلامی حکومت کے قیام کے لئے مناسب پروگرام طے کیا جائے گا۔

خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمتہ کے سالانہ عرس کے موقع پر دیوان سید شاہ آل رسول علی خاں سجادہ نشین دربار، اجمیر کی دعوت اور صدارت میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا خصوصی اجلاس ۵-۶ رجب ۱۳۶۵ھ / ۷-۸ جون ۱۹۴۶ء کو اجمیر میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں ہزاروں علماء و مشائخ نے شرکت فرمائی۔ ایک لاکھ سے زائد کا اجتماع رہا۔ شرکاء حضرات میں چند کے اسماء گرامی یہ ہیں :۔

مولانا ابوالمحامد سید محمد اشرفی (صدر آل انڈیا سنی کانفرنس)

مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب (ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس)

مولانا شاہ محمد عبدالحامد قادری بدایونی (ناظم نشر و اشاعت آل انڈیا سنی کانفرنس)

مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی

حاجی محمد عارفین صاحب

مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی میاں

مولانا مخدوم میاں صاحب

مولانا نذیر حسین دہلوی

مولانا عبدالمجید صاحب

مولانا محمد عابد القادری بدایونی [1]

علماء کی تقاریر کا موضوع بنارس سنی کانفرنس کی منظور کردہ تجاویز پر اعتماد، پاکستان کا حصول، مہا سبھائی تحریک کے مظالم کے خلاف احتجاج اور نفرت، اعراس مقدسہ کے لئے اصلاحی پروگرام وغیرہ امور تھے۔

---

[1] اخبار دبدبۂ سکندری رامپور مطبوعہ ۲۰ جون ۱۹۴۶ء ص ۳

آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے اکابر ہندوستان کے تمام علاقوں میں موجود تھے۔ تقسیم ملک کے بعد تبادلۂ آبادی میں بعض علماء و مشائخ پاکستان چلے آئے اور بعض اپنی اپنی خانقاہوں، مدارس اور مساجد میں ہی محدود ہو گئے۔ مسلم لیگ کے اسلامی قوانین کے نفاذ کے وعدہ پر اعتماد کرتے ہوئے سُنّی کانفرنس کے اکابر نے اپنی سرگرمیاں صرف محراب و منبر تک ہی محدود کر دیں۔ تقسیم ملک کے بعد ہندوستان میں رہ جانے والی مسلم آبادی کی رہنمائی بھی انہی حضرات کو کرنا تھی۔ ملک کی تقسیم کے بعد دونوں حصوں میں موجود اکابر نے اپنے دائرہ کار کو ہنگامۂ سیاست سے الگ رکھتے ہوئے روحانی و تعلیمی تربیت تک محدود کر لیا۔

قیام پاکستان کے بعد آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے پاکستان میں موجود اکابر اہلِ سنت نئی صورت حال پر غور کرنے اور آئندہ کے لئے لائحۂ عمل مرتب کرنے کے لئے مارچ ۱۹۴۸ء میں ملتان کی عظیم درسگاہ "انوار العلوم" میں جمع ہوئے، بڑے غور و خوض کے بعد طے پایا کہ آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا اب نیا نام ــــــ "جمعیت علمائے پاکستان" ہو گا۔ اور اب صدارت کے فرائض علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری خطیب جامعہ وزیر خاں لاہور، سر انجام دیں گے اور ناظم اعلیٰ غزالی دوراں سید احمد سعید کاظمی مہتمم دار العلوم انوار العلوم، ملتان رہیں گے۔[1]

اس طرح حضور اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ۲۳ سال تک (۱۹۲۵ء تا ۱۹۴۷ء) اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے جو کوششیں آل انڈیا سُنّی کانفرنس نے انجام دیں وہ تاریخ کا ایک سنہری باب بن گئیں۔ لیکن بدقسمتی سے تاریخ نویس اس عظیم تنظیم کے عظیم کارناموں سے انصاف نہ کر سکے۔

---

[1] ہندوستان میں اس تحریک کو کلیتہً ختم کر دیا گیا۔ چونکہ آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا مقصدِ حقیقی صرف تعمیرِ پاکستان تھا۔ (فاضل بریلوی اور ترکِ موالات، ص ۸۰)

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس دور کی تاریخ لکھنے والوں میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو قیام پاکستان کے مخالف تھے اور آج تک یہ نظریہ ان کے قلب و ذہن قبول کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں سے یہ توقع کہ وہ تحریک پاکستان کے مجاہدوں کا اچھے الفاظ میں ذکر کرتے۔

ع ایں خیال است و محال است و جنوں

اس سلسلہ میں ایک کوتاہی اہلِ سنت کی بھی ہے کہ ہم اپنے اکابر کے زریں کارناموں کو نہ خود سپرد قلم کر سکے اور نہ غیر جانبدار مؤرخین کو اس طرف متوجہ کرا سکے جس کا شکوہ بجا طور پر بعض نامور مؤرخین کو ہے۔ بحمد اللہ اب غیروں کی اچھال ہوئی گرد کی دبیز تہیں جھڑ رہی ہیں اور حقائق بے غبار ہو کر سامنے آ رہے ہیں۔ یہ مختصر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

کچھ خطبات کے بارے میں

اس کتاب میں سنی کانفرنس کے عظیم المرتبت قائدین کے چند مدلل خطبات ہیں جو انہوں نے مختلف اجتماعاتِ ملّی میں ارشاد فرمائے. جہاں تک ان خطبات کی مذہبی وسیاسی افادی حیثیت کا تعلق ہے، وہ ایک مسلّمہ امر ہے. ان میں سے کا ہر خطبہ اور اس کے ضمنی عنوانات بجائے خود ایک مکمل عنوانات ہیں، جو ہر قاری کو غور وفکر کی دعوت دے رہے ہیں. لیکن ان خطبات کی ایک دوسری حیثیت سُنّی کانفرنس کے اکابر کے ذہنی رجحانات اور فکری میلانات کی وہ سرگذشت ہے جو میدانِ عمل میں سُنی مشائخ و علما کی قربانی و ایثار اور استقامت و استقلال کی ایسی داستان ہے، جو آئندہ نسلوں کے لئے عمل کی دعوت ہے.

- برصغیر میں سُنی اکابر جن بڑے بڑے مسائل سے نبرد آزما ہوئے ان میں
- غیر ملکی سامراج کی گراں بار زنجیریں
- ہندوؤں کا متعصبانہ رویہ اور ان کے مظالم ——— اور

چند مدعیانِ اسلام کی خود غرضانہ اغراض کے تحت غیر اسلامی حرکات وغیرہ امور سب سے نمایاں اور معرکتہ الآرا رہے.

ان خطبات میں اگرچہ وقتی مقتضیات کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے. تاہم وقت کی تمام صداؤں، حوادث کے پیہم وار ——— اور مرورِ زمانہ کے باوجود سُنی کانفرنس

کے بنیادی نصب العین میں کبھی بھی کوئی فرق نہیں آیا، یہی اس کی صداقت وحقانیت کی دلیل ہے۔ ان خطبات کے پڑھنے سے جو جزئیات آسانی سے سامنے آتی ہیں، ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

(ا) آل انڈیا سنی کانفرنس کیا ہے؟

(ب) آل انڈیا سنی کانفرنس کا نصب العین کیا ہے؟

(ج) آل انڈیا سنی کانفرنس اور دیگر جماعتوں میں کون کون سی باتیں ما بہ الامتیاز ہیں؟

(د) آل انڈیا سنی کانفرنس برصغیر میں پیش آمدہ مسائل میں کس حد تک راہنمائی کرتی رہی؟

(ہ) آل انڈیا سنی کانفرنس کے اکابر کی سیاسی بصیرت اور جذبۂ دینی کی جھلک۔

(و) اسلامیانِ ہند پر وارد ہونے والے پے درپے مصائب میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے اکابر کا قائدانہ طرز عمل۔

(ز) دو قومی نظریہ کے احیاء اور تحریکِ پاکستان میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے زعماء کی بے مثال قربانیاں اور ان تھک جدوجہد وغیرہ۔

بعض طبائع جو ناقدانہ فرائض کو انتقامی جذبہ کے تحت ادا کرنے کی عادی ہیں، ممکن ہے وہ اِن خطبات میں اپنی حسب پسند مین میخ نکالیں۔ اُن کی خدمت میں گذارش ہے کہ دورِ حاضر کے بعض دانشور یہ بھول جاتے ہیں کہ دین اور ریاست لازم و ملزوم ہیں۔ دین کی جدائی سے سیاست ——— چنگیزیت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ سیاست ——— دین کے تابع ——— ایک رحمت ہے۔ اور دین ——— بغیر سیاست کے رہبانیت ہے۔ دونوں کے حسین امتزاج میں ہی خلافت راشدہ کا صحیح پَرتو دیکھا جا سکتا ہے ——— مردِ مومن کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ایک ہاتھ میں قرآن ہو تو دوسرے میں تلوار۔

یہ دونوں ایک دوسرے کے محافظ ہیں ؎

گفت اگر از رازِ من داری خبر
سوئے ایں شمشیر و ایں قرآں نگر!
ایں دو قوّت حافظِ یک دیگر اند
کائناتِ زندگی را محور اند!

اکابر اہل سنت کے خطبات میں ایسے مقامات بھی آئیں گے جہاں محض سیاستدانوں کو ان کی بے راہروی پر تنبیہہ کی گئی ہے اور ایسے کلمات بھی ملیں گے جہاں کسی مدعی اسلام کی اسلام سے بیگانگی یا اسلامی مزاج کے خلاف کسی حرکت پر سرزنش کی گئی ہے۔ یہ مردانِ حُر ایسے قافلے سے تعلق رکھتے ہیں، جو شرعی اور سیاسی تقاضوں کے مطابق قوم کی نہ صرف صحیح رہنمائی کرتے ہیں بلکہ بقدر ہمت اسلامی مزاج کے خلاف سرزد ہونے والی حرکات کا سدباب بھی کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے ان کا یہ دوسرا فرض بعض اوقات بظاہر ناخوشگوار محسوس ہوتا ہے۔ مگر یہ حضرات ایک طبیب کی طرح فاسد مواد کی نشاندہی اور ایک ماہر جراح کی مانند تیز نشتر سے اس کے اخراج میں کوتاہی نہیں کرتے۔ یہ ناخوشگوار فریضہ ہی صحت مندانہ نظریات کا محافظ ہے۔

اِن خطبات کا تعلق اگرچہ ماضی کے انقلابات و حادثات سے ہے۔ مگر عالمگیر صداقتوں کی طرح ان خطبات کی افادی حیثیت آج بھی مسلّم ہے۔ اکابر اہل سنت نے اپنے ان خطبات میں قوم کو جو لائحہ عمل دیا ہے، وہ آج بھی قابل عمل بلکہ واجب العمل ہے۔ اقتدار کی شکست و ریخت کے باعث قومی و ملّی جذبات میں جو ہیجان و اشتعال پیدا ہوتا ہے۔ ان جذبات کو شاہراہِ مقصود تک پہنچانے کے لیے یہ خطبات ایک راہنما سے

کسی طرح کم نہیں۔ بالخصوص وہ حضرات جن کے سپرد قومی رہنمائی کا فریضہ ہے یہ خطبات اُن کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ انہی کی روشنی میں وہ ملی پروگرام طے کر سکتے ہیں۔ ان سب امور کا کریڈٹ اکابر علماء و مشائخ اہل سنت کو پہنچتا ہے، جن کی سیاسی بصیرت اور دور اندیشی پر حالات شاہد عادل ہیں۔

اکابر اہل سنت کے ان خطبات کا ایک اور افادی پہلو بھی ہے، اور وہ ہے اُردو زبان کی خدمت۔ سُنّی علماء و مشائخ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ اُردو ـــــ مسلمانوں کی قومی زبان کے طور پر استعمال ہو۔ حالانکہ ماضی میں ـــــ غیر منقسم ہندوستان میں ـــــ اور بد قسمتی سے مملکت خداداد پاکستان میں بھی ـــــ اردو کے خلاف گہری سازشیں کی گئیں۔ اس کا درجہ کم کرنے کے تمام حیلے انہی حضرات کے تعاون سے ناکام رہے ان خطبات کا اردو زبان پر ایک گونہ احسان ہے اور بذات خود یہ خطبات اردو ادب کے شہ پارے بھی ہیں، اور بعض عبارات تو اردو نثر نگاری کا بہترین نمونہ ہیں۔

اِن خُطبات کو مرتب کرتے وقت آل انڈیا سنی کانفرنس کی تدریجی رفتار کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اس سے سُنی کانفرنس کی فکری و عملی ترقی کا اندازہ ہو سکے گا۔ گذشتہ صفحات میں شامل عکسوں کے علاوہ کوشش یہ کی گئی ہے کہ مشائخ عظام کے خطبات بھی اصل حالت میں آپ تک پہنچیں۔ اس مقصد کے لئے اکثر مطبوعہ خطبات کے عکس شامل کئے گئے ہیں۔

خطبات کے آخر میں چند اہم تقاریر جو اخبارات میں شائع ہوئیں، وہ بھی درج ہیں یہ تقاریر اگرچہ مختصر ہیں، تاہم سُنی علماء کی پاکستان سازی کے سلسلہ میں ان کی مساعی جمیلہ کا ایک دستاویزی ثبوت ہیں۔

الخطبۃ الاشرفیہ

خطبہ صدارت شیخ المشائخ حضرت سیّد محمد علی حسین اشرفی سجادہ نشین کچھوچھہ شریف (قدس سرہ)

آل انڈیا سنّی کانفرنس مراد آباد

۲۰ - ۲۳ شعبان ۱۳۴۳ھ / ۱۶ ــــ ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء

آل انڈیا سنّی کانفرنس کے یوم تاسیس کے موقع پر دیئے گئے اس خطبہ میں نہایت سادگی اور بے ساختگی سے جو امور بیان ہوئے وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) اعلانِ حق کے ارکانِ خمسہ جرأت و ہمت، عقل و فراست، استقلال و شجاعت، صبر و قناعت اور تحمل و مروّت۔

(۲) حق کہنے میں موانع خمسہ ــــ مادی قوت سے مرعوبیت، ملامت و نفرت سے بچنے کا خیال، جوش کا جذبۂ جنوں میں تبدیل ہو جانا، دین کی پاسداری نہ رہنا۔ اور شکم پروری، دنیا طلبی اور شہرت پسندی کی ہوس۔

(۳) نئے فرقوں کی پیدائش۔

(۴) برصغیر اور بلاد عرب میں مصائب کا باعث۔

(۵) جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی اور انجمن خدام الصوفیہ کی پاک و ہند میں خدمات کا جائزہ۔

(۶) مدرسہ و خانقاہ کا ربط اور اتفاق بین المسلمین کی ضرورت۔

(۷) خالص سُنی تنظیم ——— آل انڈیا سُنی کانفرنس کا نصب العین اور نظام عمل

آئندہ صفحات پر "خطبہ اشرفیہ" کا وہ عکس دیا جا رہا ہے، جو ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ شریف / شوال المکرم ۱۳۴۳ھ مئی ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

خطبہ صدارت شیخ المشائخ حضرت سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی
سجادہ نشین کچھوچھہ شریف (قدس سرہ)
آل انڈیا سنی کانفرنس مرادآباد

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

الخطبة الاشرفية

یعنے خطبہ صدارت شیخ المشائخ امام الاولیا سند الاصفیا حضرت مولٰنا مولوی ابو احمد سید شاہ علی حسین صاحب قبلہ اشرفی جیلانی صاحب سجادہ کچھوچھہ مقدسہ ضلع فیض آباد جو آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس مرادآباد مین پڑھا گیا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

اَللّٰھمّ انی اٰمنت بانک موجود وحبیبک محمود ومن اتبعہ مسعود وآمنت بانک مشہود ودونک مفقود ومن خالف نبیک فہو مردود یا سبوح یا قدوس یا بدوح یا ودود صل وسلم وبارک علی احمد محمود وافضل مولود سیدنا ومولٰنا محمد ظل الوجود وعلی آلہ وصحبہ المنفذین للحقوق والحدود

امابعد- معاصر بزرگو- اور سلف علم شریعت کے علمبردارو- اے پیارے سنی بھائیو اور میرے اشرفی عزیزو مین اپنی تقریباً ہشتاد سالہ عمر کے جن مبارک ساعت مین آج پہنچا ہون اوسکو اگر مین اپنی نصف صدی مدت کی تمناؤن اور رات دنکی دعاؤن اور زاریون کا نتیجہ کہون تو بالکل بیجا نہ ہوگا میرا اشارہ آپ کے اوس شاندار جلوس اور پرشوکت استقبال کی طرف نہین ہے جسکو آپ نے آج اس فقیر کی آمد پر جوش وخروش کے ساتھ کیا تھا اور جسکا نتیجہ آپ کی مہمان نوازی اور سفید بالون کی عزت افزائی کے سوا کچھ نہ تھا اور جسنے میری شخصیت مین کسی دینی حیثیت کا اضافہ نہین کیا اگر میرے مقاصد مین جلوس و استقبال کا کچھ حصہ ہوتا تو آج مین کلکتہ مین ہوتا جہان لاکھون مسلمانون نے غیر معمولی اہتمام سے بے مثال جلوس کا حیرت افزا نظارہ کرایا تھا اور اوس مقام کو چھوڑ کر کئی سو کوس کے فاصلہ کو طے کر کے دوڑا ہوا مرادآباد نہ آتا مگر مین جانتا

ہون کہ میرے لیے نفع اسی مین ہے کہ آج کی مقدس نشست مین شریک ہو کر اہل علم اور باخدا حضرات سے فیضیاب ہون اور یہی جذبہ ہے جو مجھکو یہان کھینچ کر لایا ہے اور مین اپنی کامیابی پر بیحد نازان ہون بہرحال مین آپ کے اخلاص و محبت کی عزت کرتا ہوا آپ کا سچا دُعاگو ہون کہ آپ کی پاک اور بے لوث نیت کا ثمرہ حق سبحانہ تعالےٰ آپ کو عطا فرمائے اور اور آج مین اپنے اوس درد کی کہانی آپ کو سناتا ہون جو نصف صدی کی عمر رکھتا ہے یا یون کہئے کہ ایک ہشتاد سالہ ضعیف و ناتوان کا تجربہ ہے مین محسوس کرتا ہون کہ اپنی حیات کا دور قریب قریب ختم کر چکا ہون اسلئے آپ سے امید ہے کہ اسوقت کی باتون کو میری وصیت سمجھکر آپ سنین گے اور بلا خوف لومتہ لائم حق گوئی اور حق پسندی کا آپ حلف اوٹھائینگے مین نہایت سادہ الفاظ مین اپنے واقعات کے تذکرہ کو آج سے شروع کرتا ہون اور آپ سے پوچھتا ہون کہ اس اجلاس مین حاضرین جلسہ کون لوگ ہین - اس سوال کا جواب صرف اسقدر ہے کہ سادات و شیوخ و خوانین وغیرہ جو مذہبی طور پر پورے سنی ہین اونکا یہ مجمع ہے اور شرکا مین زیادہ حصہ اون لوگونکا ہے جنکے آباو اجداد بیرون ہند کے رہنے والے تھے مین خود اون دور افتادہ لوگون مین سے ہون جنکا کرۂ زمین پر مکۂ معظمہ اور مدینہ طیبہ مین اہلبیت کے گھر مین مسکن ہونا چاہئے تھا یا کم از کم جیلان و بغداد مین رہنا چاہئے تھا مگر آج اپنے اجداد کی قبرون سے دور اس تاریک ملک مین پڑا ہون - اب آپ ذرا دل و دماغ پر زور دیجئے اور اسپر غور کیجئے اپنا پیارا وطن محبوب گھر اپنا مقدس میراث آبائی نورانی گہوارہ ہمسے کیون چھوٹا اور ایک اجنبی ملک مین ہم خوشی کے ساتھ کیون چلے آئے اس سوال کو آپ جسقدر سوچین گے اوسی قدر آپ اپنے اعیان ثابتہ سے قریب ہوتے جائینگے اور دمبدم سلوک کی ایک ایک منزل طے کرتے رہینگے یہانتک کہ حقیقی جواب تک پہونچکر آپ اون تجلیون کا نظارہ کرینگے جنکے کشف و شہود کا نام خدارسی و ولایت ہے - یعنے وہ سوال جو آج اس مجمع مین اوٹھا ہے اوسکا جواب وہ واقعات ہین جنکی ابتدا آ سے تیرہ سو برس پہلے ہوئی تھی یہ وہ زمانہ تھا جبکہ عرب کی تاریکیان شب دیجور کو شرمندہ کرتی تھین اور اس خطہ پاک کی جہالتین ضرب المثل ہو گئی تھین یہ ٹھیک ہے کہ یوروپ کی وحشت ایشیا کی بت پرستی افریقہ کا غرور بھی حد سے متجاوز تھا مگر عرب کی اندھیر نگری کا وہ عالم تھا کہ کرہ زمین مین اوسپر لعنت و نفرت کی بوچھار پڑتی تھی اور کسی قلب مین اونکی انسانیت

تسلیم کرنے کی گنجائش نہ تھی یہانتک کہ وجود مطلق کی تجلیون کے تنوعات وتعینات کی نیرنگیان ظاہر ہوئین شان جمال کی گھنگور گھٹائین تمام عالم پر اودھئین اور رحمت کا بھرن برسائین سیاہی دور ہوئی تاریکی چھنٹ گئی صبح ہوئی اور دیکھنے والون نے اپنی آنکھون سے دیکھا کہ عرب کے افق اور فاران کے مطلع سے ایک بینظیر آفتاب قرب وخورشید محبوبیت چمکا جسکی نورانی کرنون اور شعاعون نے تمام عالم کو روز روشن کردیا اور جسکی گرمی کا نظارہ آج بھی کرلو کہ کرۂ زمین کے چپہ چپہ پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی دھوم ہے ایک سایۂ الٰہی ہے جو عالم کے سرون پر جلوہ فرما ہے اور جس سایہ کی وسعت بڑھتے بڑھتے اج بھی ما کان وما یکون کو محیط ہے یہی ظل ہے جسکی درازی پر شان ربوبیت مباہات فرماتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے الم تر الی ربک کیف مد الظل یعنے قادر وقیوم نے اپنے بندون پر رحم فرمایا اور اپنے بنانے کی لاج رکھی کہ اپنے پیارے سید المرسلین خاتم النبیین اس انجمن دنیا کے صدر نشین حضور پر نور سید عالم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو زمین پر بھیجا اور حضور کی افضلیت مطلقہ ومحبوبیت خاصہ کے حضور عرش سے فرش تک نے بکمال نیاز مندی سر جھکادیا پھر کیا تھا ظلمت کافور ہوگئی تاریکی کی جگہ نور حزن وملال کے بدلے امید وسرور نے جگہ پائی سعادت مندر وحین حلقۂ بگوشی کا عہد کرنے لگین جاہل عالم ہوگیا بزدل بہادر کردیا گیا اور جزیرۃ العرب کی خوفناک حالت اوسکے امن وتقدس سے بدل گئی جو لوگ چوری ڈکیتی، بیحیائی، خونریزی، بت پرستی، شراب نوشی بے امنی کے عادی ہورہے تھے وہی لوگ بے حرصی، عدل پسندی، جاداری، توحید پرستی، خدائے قدوس کی رضامندی وبا امنی کے مثال بنگئے جس قوم کے افراد کا مضحکہ اوڑایا جاتا تھا اوس قوم مین صدیق اکبر فاروق اعظم، ذوالنورین، حیدر کرار ہو ہو کر نکلے جنکا نام ادب سے لینا حق پرستی کا جزء لاینفک ہوگیا رضی اللہ تعالےٰ عنہم ورضوا عنہ وارضاہم عنا۔

ان توحید کے متوالون شمع رسالت کے پروانون حق پرستی کے دلدادون خدائے قدوس کے سوا کسی سے نہ ڈرنے والون کی حیات کا مطمح نظر اور زندگی کا مقصد غیر حق سے ہٹ کر صرف اعلان حق ہوگیا اور اوسمین وہ اپنے کو زیادہ کامیاب باور کرتا تھا جو اعلان حق مین زیادہ حصہ حاصل کرتا تھا چنانچہ یہی جذبہ تھا جو توحید کا نعرہ مکہ معظمہ کے

گلیون اور مدینہ طیبہ کے کوچون ہی مین چکر کھا کر نہین رہ گیا بلکہ جزیرۃ العرب سے نکلکر تمام ایشیا
وافریقہ ویورپ غرض ربع ارض مسکونہ مین پھیل گیا اور اسلامی تکبیر کی آواز بازگشت
یورپ کے ایوانون اور افریقہ کے صحراؤن اور ایشیا کے پہاڑون سے آنے لگی ہر سرزمین
ہوا برکات توحید ساتھ لاتی اور ہر مشرقی ہوا اوسکا شاندار استقبال کرتی۔ انشا پردازو
کے قلم کتابون کی سطرون علوم کی روشنیان عبادت کی شیرینیان بلکہ سمندر کی موجین
پہاڑون کی چوٹیان ریگستان کے ذرے سواحل کے دندل بلکہ نیزہ کی نوک تلوار کی دھار
گھوڑون کی ٹاپین اور توپون کی گرج کا واحد فرض یہ تھا کہ اعلان حق کی رفاقت
کرین اور اسلامی صداقت کے اعتراف سے رطب اللسان رہین یہی اعلان حق کا جذبہ
تھا جسکے نشہ نے توحید ورسالت کے متوالون سے گھربار عزیز ویار سب کچھ چھڑایا او
دنیا نے دیکھا کہ حق پرستون کا گروہ عرب سے نکلکر دنیا مین پھیل گیا کیا تم اوسکو نہین
پہچانتے جو عرب سے چشت آیا اور بڑھتے بڑھتے جس نے سرزمین ہند مین آکر اعلان
حق کا فرض ادا کیا اور اپنی قوت صداقت سے بڑے بڑے نبرد آزماؤن کے زور بازو
اور شجاعت کے عزم کو خاک مین ملا دیا جسپر دار الخیر اجمیر شریف کا تقدس قیامت
تک گواہ رہیگا۔ درحقیقت اعلان حق کا نشہ وہ کیف نہین ہے جسکو دنیا کی کوئی قوت
اوتار سکے۔ یہی سرور تھا جسنے حضور غوث العالم محبوب یزدانی تارک السلطنۃ مخدوم
سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی کو سمنان کے آزاد تخت وتاج سے علیحدہ کرکے
ہندوستان کے ایک بیابان کچھوچھہ شریف مین بٹھا دیا اور آج اوس بارگاہ
بیکس پناہ کی عظمت محتاج بیان نہین ہے اعلان حق کرنے والے تنہا آئے مگر اپنے
صداقت کی بدولت یہان یہ دیکھا کہ توحید ورسالت کے دلدادون کی جماعت اونکے
ساتھ اور ہو رہی ہے ایسی جماعت جسکا ہر فرد بجائے خود تبلیغ کا سرچشمہ بنا ہوا تھا
مجھے اب اسکے کہنے کی ضرورت نہین کہ مسلمان اعلان حق کرنے والون کا نام تھا
اور اسی جذبہ نے قوم مسلم کو عزت دی بھی بیان اتنا اور بتا دون کہ اعلان حق کی
استعداد اوس قلب مین پیدا ہوتی ہے جس مین جرأت وہمت۔ عقل وفراست۔ دین
ودیانت۔ استقلال وشجاعت صبر وقناعت۔ تحمل ومروت موجود ہو اور اگر انمین
سے کسی ایک کی بھی کمی ہے تو اعلان حق صحیح معنون مین ایک امر محال ہے اگر آپ

خدائے قدوس ہی سے ڈرتے ہین اور اپنی عقل و فراست سے خطرات و مہالک سے اپنے کو بچا سکتے ہین دین حق و دیانت صادقہ سے ایک انچ ہٹنا آپ کو گوارا نہین ہو ظاہری ناکامیابیان آپ کی پامردی کو متزلزل نہین کر سکتی ہین اور مصائب کی تاب آپ مین موجود ہے اور انتقام پسندی کے بجائے آپ چشم مروت رکھتے ہین تو آپ کو اطمینان رکھنا چاہیے کہ آپ با ایمان ہین اور آپ کی کامیابی و برتری کا ازلی وعدہ ہو چکا ہے انتم الاعلون ان کنتم مومنین برخلاف اسکے اگر آپ کا دل مادی قوتون سے مرعوب ہو چکا ہے یا اندھیر نگری کی حالت مین جاہلون کی ملامت اور کمیٹیون کی نفرت سے بچنے کا خیال جاتا ہے یا جوش کا درجہ جنون تک پہونچ چکا ہے یا دین کا پاس اور دیانت کا لحاظ معاذ اللہ باقی نہین رہا یا ناکامیون کو یاد کر کے سکتہ طاری ہو جاتا ہے یا شکم پروری اور دنیا طلبی مدنظر ہے یا شہرت پسندی و اظہار جاہ و جلالت مطلوب ہے تو آسمان کے تارے اور زمین کے ذرے گواہ ہین کہ اسکا نتیجہ دارین کی روسیاہی کے سوا اور کچھ نہین ہے جبتک قوم مسلم مین صفات خمسہ مذکورہ کا وجود تھا اوسوقت تک "اعلان حق کا عروج کسی پر پوشیدہ نہ تھا یورپ کے سلاطین ہماری رضا جوئی کے درپے تھے اور ایشیا کی قوم ہماری اطاعت کی خواہشمند تھی اور افریقہ کا صحرائی ہماری غلامی پر نازان تھا یانتک کہ بساط عالم کا رخ باد مخالف سے پلٹ گیا اور جذبات صداقت پر حملہ اور وہ قوم پیدا ہوئی جسکا کبھی خیال بھی نہین ہو سکتا تھا کلمہ طیبہ پڑھ پڑھ کر اسلامی تنظیم و اجتماع کے خلاف خروج و بغاوت کا مادہ پیدا ہوا اور اسقدر پھیلا کہ جسکی داستان غم برسون مین ختم ہو گی۔

ابھی کم و بیش سو برس کی بات ہے کہ نجد کے مشہور جنون خیز ملک مین ابن عبدالوہاب نے توہب کی بنیاد رکھی اور دیکھتے دیکھتے اوسکا اثر ہندوستان مین پھیل گیا۔ دہلی مین اوسکا تخم لگایا گیا اور اوسکی پرورش اس شان سے کیگئی کہ اوسکے ثمرات کی تجارت اب علانیہ دیوبند مین ہو رہی ہے انکی شرک فروشی و بدعت نوشی کا یہ حال ہو کہ ماتھے پر قشقہ لگانے۔ گائے کی پرستش کرنے ممبر رسول پر مشرک کو بٹھانے قرآن و رامائن کو برابر رکھکر گشت کرانے کمیٹی کے پنڈال سجانے وغیرہ پر انکی زبانین گونگی اور قوت طاقت

معدوم ہوجاتی ہے مگر میلاد شریف فاتحہ عرس کے خلاف زہر اوگلنے کے لیے ہر وقت کمر بستہ رہتے ہین زمانہ رسالت سے لیکر آجتک سب مشرک ہو جائین انکی بلا سے مگر انکی فرقہ بندی کا شکم بھرا رہے مثل ہے۔مصرعہ بدنام اگر ہونگے تو کیا نام نہ ہوگا چنانچہ دربار رسالت مین بڑی بڑی گالیان اور دربار الوہیت مین شرمناک منھ زوریان دکھا کر کفرستان ہند کے شیخ و امام بایون کہو کہ کفر و جہنم کے صدر نشین بنگئے اور ہزارون ذلتون اور رسوائیون کے باوجود نہ توفیق توبہ میسر ہوئی نہ اسی قاعدہ کو بدلا کر جوانکو مانے وہ مسلمان ورنہ مشرک بدعتی ہے اون جنت و دوزخ کے ٹھیکیدارونکو دیکھکر قادیان مین ایک شخص کو بلند پروازی سوجھی اور وہابیون نے مسئلہ امکان نظیر مین جو کمائی دکھائی تھی اوسکو وہ لے اوڑا اور نبوت کا دعوے کر بیٹھا دوسریطرف چکڑالویون نے سر اوٹھایا اور اتباع النبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے انکار کر دیا کچھ لوگ وہابیت کے ساتھ ساتھ تقلید پر بدلگامیان دکھانے لگے غرض ایک اندھیر مچ گیا اور شور و غل اسقدر بڑھ گیا کہ اعلان حق کی آواز کا امتیاز دشوار ہوگیا اسلام کے اس نازک وقت مین علماء کرام و علم برداران شریعت کے لیے جایز نہ تھا کہ وہ اسکے دفاع سے غفلت برتین اور اس تہلکہ کو نذر تغافل کردین بلکہ واقعات کی نشو و نما اس انداز پر تھی کہ ائمہ شریعت و حاملان دین کی ذمہ داری اسطرف بڑھ گئی تھی اور "اعلان حق" کا فرض ان مرتدین کی بیخکنی مین محدود ہو گیا تھا وقت کی نزاکت اسوجہ سے زیادہ بڑھگئی تھی کہ مسلمانون کے پانچون صفات حمیدہ مین کمزوری آگئی تھی اور بعض صفات حمیدہ کا تو بالکل فقدان ہو گیا تھا اسی لیے "اعلان حق" کی جرأت ہونا درکنار اوسکی طرف سے غفلت بلکہ معاذ اللہ نفرت سی آگئی تھی اور دردمندان اسلام کو کلمۃ الحق کہنا دشوار ہو گیا تھا کہ پھر اوسی خدای قدوس نے ہماری حالتون پر رحم فرمایا جس نے اسلام کو انمٹ قانون قرار دیا ہے چنانچہ ہندوستانیون نے دیکھا کہ بدایون مین حضرت مولانا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اور رامپور مین حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ لکھنؤ مین حضرت مولانا عبد الرزاق صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ وغیرہ وغیرہ اور سرزمین بریلی پر ایک حق گو حق پرست اور حق شناس ہستی تھی جس نے بلاخوف

لوجہ اللہ اعلان حق کے لیے میدان جہاد مین قدم رکھدیا اور قوم کے تفرقون سے بے پرواہ ہوکر اپنی اوس شان امامت وتجدید کو عرب وعجم پر روشن کردیا جسکی عظمت کے سامنے اعداے دین کے کلیجے تھراتے رہتے ہین میرا اشارہ اعلیحضرت امام اہلسنت مجدد مائۃ حاضرہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی طرف ہے جنکے فراق نے ہبرے بازو کو کمزور کردیا اور مسلمانون کو جنکی وفات نے بیکس وناتوان کردیا۔

(آپ لوگ عقیدت کے پھول اسوقت پیش کرین اور سورہ فاتحہ پڑھکر اوسکا ثواب مولانا کی خدمت مین ہدیہ کرین)

اس امام وقت کی وفات اسلامی ہند مین کوئی معمولی واقعہ نہ تھا بلکہ یہ اوس عظیم انقلاب کا پہلا واقعہ تھا جسکی گردش مین آج ہم آپ پریشان ہین مسلمانون کا افسوسناک جمود۔ یورپ کی حریصانہ نظر اعداے اسلام کی بلند پروازی کا ارتقاء اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ اگر بیرون ہند اسلامی حکومت کے حصے بخرے تقسیم کرنے پر وہ دشمن قومین تلی ہوئی ہین جنکو ہماری کفش برداری نے تاجدار کردیا تھا اور آج حرم پاک کے بیگناہون کے خون سے اوس سفاک وظالم ابن سعود کا ہاتھ رنگین ہورہا ہے جسپر دارالاسلام کا داخلہ حرام تھا۔

تو اندرون ہند وہ پیڑ پتھر ڈھیلے مٹی سے ڈرنے والی قوم مسلمانون کے ایمان پر حملہ آور ہے اور سنگھٹن شدھی وغیرہ کا حربہ لیکر اون بہادر ونکو مادہ پرستون نے ڈرانے کی دھمکی دی ہے جو ہمالیہ کی چوٹیون کو ہزار برس سے پامال کررہے ہین وہ ہمالیہ جسکے کنکر پتھر کو یہ لوگ معبود بنائے ہوئے ہین یاکم از کم روح ومادہ کی بھول بھلیان اور تناسخ کے چکر مین سرگردان ہین اور جنکی فطرت مین غلامی وقوت پرستی ہمیشہ سے تھی اسیطرح شقی ابن سعود کی سفاکیون اور بیحیائیون کو دیکھکر ہندی وہابیون نے مسلمانون پر فقرے کسنے شروع کردئے ہین اور اب علانیہ اوس توہب وبخدیت پسندی کو کہا جاتا ہے جسکو امام اہلسنت کے زمانہ مین کہتے ہوے شرم آتی تھی کیا غضب ہے کہ اعلیحضرت غازی اسلام امیر امان اللہ خان فرمانروا افغانستان خلد اللہ تعالےٰ ملکہ وسلطنتہ ایک مرتد قادیانی کو بحکم شریعت قتل کرکے سنت صدیقیہ کی مثال قائم کرتے ہین اور عالم اسلامی اس واقعہ پر مبارکباد

کو رہا ہے مگر ہندوستان ہی وہ مقام ہے جہان دنیا بھر کے ٹھیکے دار بستے ہین چنانچہ وہ گنتی کے لوگ جنھون نے اسلامی سلطنت پر بیجا انداز سے ناجائز حملہ کیا تھا وہ ہندوستان ہی کے تھے ابن سعود ایک فرضی و خود ساختہ جعلی "موتمر اسلامی" کی دعوت موجودہ زمانہ کی مشہور مکاریون کے لیے دیتا ہے اور دنیائے اسلام اوسکی صدا کو شور خوک و خر کے برابر بھی نہین سمجھتی مگر ہندوستان ہی وہ جگہ ہے جسکے ساحل بمبئی مین صرف ایک شخص نے بطور خود مدعو بنکر اپنے ساختہ پرداختہ تین ہستیون کو شرکت جلسہ کے لیے روانہ کیا اگرچہ اونکے لیے داخلہ حرم ازل سے مقدر نہ تھا اعلیحضرت حامی الاسلام فرمانروائے حیدرآباد کے زیرنگین ایک اتفاقی سبب سے ایک بتخانہ منہدم ہوجاتا ہے اوسکا معاوضہ سلطنت زیادہ سے زیادہ دے رہی ہے مگر وہ ہندوستان ہی کا ملک ہے جس مین ابتک مخالفت کی آواز بلند کی جارہی ہے بلکہ الحاق برار کے جیسے ضروری مسئلہ سے اسلیے لوگو نکو ہٹایا جاتا ہے کہ بتخانہ کے عوض کوئی مسجد کیون نہ منہدم کرادی گئی یعنے ترکون کے نظام عمل پر نکتہ چین - ہاشمیون کے عروج کا مخالف - افغانیون کے امور داخلیہ پر معترض احترام حرم پاک کا دشمن غرض دنیا بھر کا ٹھیکیدار ہر معاملہ مین ہندوستانی ملتا ہے آخر یہ کیا ہے ؟ اسکا جواب صرف اتنا ہے کہ مسلمانون نے اپنا فرض فراموش کردیا ہمکو یاد نہین رہا کہ ہم ہندوستان کیون آئے تھے ہمنے زمینداری تجارت - ملازمت وغیرہ ہی کو مقصود اصلی قرار دیدیا اور اسکا خیال نرہا کہ اس قسم کے حرص ہا مین ہرگز یہ قوت نہ تھی کہ ہمکو ہماری بابرکت گھر سے علیحدہ کردیتی اگر راحت دنیا کوئی چیز قابل قدر ہوتی تو گروہ انبیا سلاطین وقت ہوتا اور کربلا کی انجمن جلتے تپتے ریگستان پر قائم نہوتی اور ہم تو اپنی کہتے ہین کہ بغداد کا راج اور سمنان کا تخت و تاج چھوڑکر آج ہندوستان کی مشکلات کو اختیار نہ کیا جاتا مگر ہمارے بزرگون نے اپنے نظام حیات سے اس حقیقت کو آفتاب سے زیادہ روشن کردیا کہ مسلمانون کے سفر و قیام کا صرف ایک مدعا ہے اور وہ اعلان حق ہے مگر ہماری فراموشی اور غفلتون کی انتہا ہے کہ صفات محمودہ آہستہ آہستہ ہم سے رخصت ہوتے جاتے ہین اور ہمارے تفرقہ و تشتت کا افسوسناک منظر ہمارے اعدا کو شہ دے دے کر اوبھار رہا ہے - ہمین معلوم ہے کہ اب بھی ہندوستان مین مشائخ کرام د

و علماء عظام کی مبارک ہستیان موجود ہین جنکی برکت سے اس تاریک ملک کا زمین و آسمان قائم ہے مگر سب کا شیرازہ اسطرح بکھرا ہوا ہے کہ ہر ہستی کے مقامی اثر کا پھیلاؤ ایک درجہ پر جاکر محدود ہو گیا ہے اور وہ اپنے تمام نمایان کامون کا تنہا ذمہ دار ہو کر رہگیا ہے اور اب بھی مسلمانون کا بڑا گروہ اونکے برکات سے محروم ہے اسی کا نتیجہ ہر کہ آریون اور مشرکون نے نڈر ہو کر ملکانہ کے علاقہ پر حملہ کیا اور مسلمانون کو اقرار کرنا پڑا کہ اونکے سایۂ عاطفت سے یہ ملک برسون سے علیحدہ پڑا تھا اس موقع پر میرا فرض ہے کہ اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی اور ممبران انجمن خدام الصوفیہ علی پور سیدان ضلع سیالکوٹ کو دلی مبارکباد دون جنھون نے قوم کی طرف سے ملامت کی بوچھار ہونے پر بھی ایک منٹ کی تاخیر نہ کی اور وقت پر پہونچکر مشرکین کے پرغرور سر کو کچل کر رکھدیا جب اشرفی جھنڈا اس علاقہ مین پہونچا تو مینے خود جاکر اس منظر کو دیکھا کہ کام کرنے والون کی دشواریان اسدرجہ بڑھی ہوئی ہین جنکا تصور بھی گھر بیٹھنے والے دماغ پر بار ہے۔

ماہ مبارک ہے گرمی کی شدت ہے پانچ پانچ دس دس کوس کا پا پیادہ سفر ہے افطار کے لیے چنا بھی کبھی میسر نہین ہے مگر عزم و ثبات کا یہ عالم ہے کہ ہر خار راہ ان مجاہدین کی نگاہ مین گل بوٹا نظر آرہا ہے ایک ایک فرد کی دولت ایمان کو بچانے کے لیے اون اون مصیبتون کو برداشت کیا گیا ہے جسکی داستان بہت طویل ہے لیکن کیا ہماری بدقسمتی اور قیامت خیز بدقسمتی اس سے بڑھکر ہو سکتی ہے کہ وہ متدین اور کارکن جماعت آج اپنی ذمہ داریون سے اسلئے علیحدہ ہو رہی ہے کہ مالی ناداری نے اوسکو کھوکھل کر دیا ہے اور اب اونکو ایک قطرہ پانی کا پلانے والا ہندوستان مین نہین ملتا انجمنون کے بننے بگڑنے کا تماشہ تو ہندوستان کا روزمرہ ہو رہا ہے اور دنیا طلبی کے کامون مین بھی مذہبی رنگ پیدا کرنا ایشیائی مذاق کا ایک کھیل ہے کل کی بات ہے کہ ترکون کے نام پر کمیٹیون کی اسقدر بھرمار ہو رہی تھی کہ نام کا ملنا دشوار ہو گیا تھا کھینچ تان کے آڑ سے اپنے مہراج بننے کو بھی ترکون کی خدمت قرار دیا تھا اور بڑا لطیفہ تو یہ ہے کہ ترکون کے سینہ پر ہندوستان آنے کے وقت بھالے رکھدینے پر آمادگی دکھائی اور اسکو ترکون کی خدمت بتایا مگر آخر دنیا فانی دنیا کے اغراض فانی ایک ایک

کرکے خود بخود ساری کمیٹیان معدوم ہوگیئن اوراب اوس وسیع خزانہ کے سوا کچھ نہ رہ گیا جو غریب مسلمانون کا پیٹ کاٹکر جمع کیا گیا تھا ان انجمنون کے اغراض و مقاصد سے علیحدہ ہوکر اگر اونکی فنا کے اسباب پر نظر کرو تو صرف یہی پاؤگے کہ اون صفات خمسہ کا فقدان تھا جنکے بغیر مین کہ چکا ہون کہ اعلان حق ایک محال امر ہے اول تو کسی مین جرأت و ہمت نہ تھی اور تھی تو عقل و فراست سے وہ خالی تھے اگر تدبر بھی تھا تو دیانت و دیانت سے واسطہ نہ تھا اگر کسی کو دین کی بھی لاج تھی تو مزاج مین استقلال نہ تھا اور صبر و قناعت کا کیا حال لکھون کہ ممبری کے بعد بالخصوص جیلخانہ کا وضعدار بننے پر اوسکے باورچیخانہ کا جائزہ لینا حرام اور اوسکے موٹر کا خرچ دریافت کرنا جرم ہو گیا تھا۔ تحمل و مروت کے فقدان پر یہی کافی دلیل ہے کہ اپنے ناصح مہربان پر اوسلٹے غرانا اونکا کام تھا لہذا ایسے کامون کا اوبھر کر دب جانا مقام حیرت نہین ہے۔ ہان تعجب اسکا ہے کہ ایک جری و باہمت عقیل و دیندار و متدین و مستقل المزاج و شجاع صابر و قانع متحمل و بامروت جماعت خالص دینی مذہبی تبلیغی کام کرتی ہے اور صرف مالی ناداری اوسکے بلند حوصلون کے راہ مین رکاوٹ بنجاتی ہے۔ پیارے عزیزو اگر ہم اسی حالت مین ہون اور پھر قیامت برپا کر دیجائے اور سب سے پہلا سوال یہ ہو کہ اعدائے اسلام مملکت اسلامیہ کی دھجیان اوڑاتے تھے ابن سعود نجدی حرم پاک کی بیحرمتیان اور عتبات عالیہ کو منہدم کرتا تھا عراق و حجاز یعنے مقدس جزیرۃ العرب کا احترام خطرہ مین تھا۔ تمھارے پڑوس مین وہابیون کا زور شور اور اونکے فتنون کا بازار گرم تھا قادیانیون کی بدزبانیان بڑھی ہوئی تھین آریون کا حملہ روز بروز بڑھتا جاتا تھا اسوقت تمنے اے اسلام کے مدعیو۔ اے حسین مظلوم کے سوگوارو اے غوث پاک محی الملۃ والدین کے نیازمندو۔ اے خواجہ ہند معین الملۃ والدین کے حلقہ بگوشو اے خواجہ نقشبند ناصر الاسلام والمسلمین کے غلامو تم یوروپ کی درازدستیان ابن سعود کی سفاکیان وہابیون کی منہ زوریان قادیانیون کی بے لگامیان آریون کی چیرہ دستیان دیکھتے تھے بولو کہ تمنے ہمارے بتائے ہوئے طریقہ پر کیا کیا تمھارے اعمال نے تمکو سنی قادری چشتی نقشبندی ثابت کر دکھایا یا یہ کہ تمھارے کرتوت نے تمھارے دعوے کو غلط قرار دیا پیارے عزیزو؟ سچ بتاؤ کہ اس سوال کا جواب ہمارے پاس کیا ہوگا

جماعت رضائے مصطفے اگراپنی کارہائے نمایان دکھاکر بری ہوگئی تواس سے ہمارا کیا بھلاہوگا لہذا مرنیسے پہلے توبہ کرلواور قیامت آنیسے پیشتر توشہ جمع کرلو جماعت کی موت کو اپنی تباہی کا مقدمہ سمجھو اور اوسکو دائمی حیات سے مطمئن کردو میںنے آپ کا وقت بہت زیادہ ضائع کیا اور اب مین مختصر لفظوںمین صرف اتنا عرض کردونگا کہ ہماری تاریخ کی ابتدا اور انتہا مین جو زمین وآسمان کا فرق ہے وہ آپ پر ظاہر ہوگیا اور آپ نے سمجھ لیا کہ اس مصیبت کا خاتمہ اسی پر موقوف ہے کہ منتشر قوتین یکجا کردیجائین اور خانقاہ ومدرسہ سے لیکر غریب مسلمانون کے جھوپڑے تک کو ایک سلسلہ مین منسلک کردیا جائے اور اپنی تمام ملکی قومی مذہبی امور کی باگ اسطرح حضرات علماء کرام کے مقدس ہاتھون مین دیدیجائے جس سے سرتابی کی مجال کسی مین باقی نہ رہے ہم نہایت آزادی کے ساتھ توپ کے دہانے کے سامنے کفر پسندون کی نفرت سے بے پرواہ ہوکر "اعلان حق" کرین کیونکہ اعلان حق تیرہ سو برس سے صرف ہم مسلمانون اور خالص سنیون کا کام رہا ہے اس مین کسی وہابی قادیانی گاندھوی وغیرہ کا کوئی حصہ نہین ہے اسی درد نے ہمارے فرزند روحی وبرادر ایمانی استاذ العلما مولٰنا حافظ سید محمد نعیم الدین صاحب اشرفی جلالی کو بےچین کردیا اور یہ اونکے جذبات صادقہ کی ادنی کشش ہے کہ پنجاب سے بنگال تک کے ہر صوبہ کا مسلمان آپ کے سامنے موجود ہے جو آل انڈیا سنی کانفرنس کے دست ہمت وکارپردازی پر بیعت کرنے کو تیار ہے۔

پیارے سنیو! یہ کانفرنس آپ کی تنظیم واجتماع کی بہترین صورت ہے اور عالم اسلامی مین ہماری واحد نمائندہ جماعت ہے اور اسکے اعلے مقاصد مین ہماری اون مصیبتون کا دفعیہ بھی داخل ہے جو منحوس قرض کے نام سے ہماری مالیات کو کمزور کررہی ہے یعنے ہماری بہبودی دارین کی یہ اپنے شان کی ایکہی کانفرنس ہے اور تمام سنی انجمنین اسمین منضم ہوگئی ہین اسکے ماتحت صوبہ کانفرنس ضلع کانفرنس تحصیل کانفرنس کا جلد سے جلد قیام سنیون کے بازوے عمل پر فرض ہے۔

میںنے آل انڈیا سنی کانفرنس کا نام کلکتہ مین سنا تھا اور اسکے مقاصد حسنہ کو معلوم کرکے ان تاریخون کا بےچینی کے ساتھ انتظار کررہا تھا مجھے جو غم کھائے جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس مبارک بنیاد کے وقت میری عمر کا بڑا حصہ گذرچکا ہے اور ضعیفی وناتوانی نے

اسطرح مجھکو گھیر لیا ہے کہ مین آپ کا ایک عضو معطل ہو کر رہ گیا ہون اور سخت شرمندہ ہون کہ اس مقدس تحریک کی کوئی نذر پیش کر کے مین حق سے سبکدوش نہین ہو سکتا ہون۔

ہان میری اسّی برس کی کمائی مین صرف دو چیزین ہین جنکی قیمت کا اندازہ اگر آپ میری نگاہ سے کرینگے تو ہفت اقلیم کی تاجداری ہیچ نظر آئے گی یہ میری بڑی قیمتی کمائی ہے جسپر مجھکو دنیا مین ناز ہے اور آخرت مین فخر ہوگا جسکو مین کبھی اپنے سے جدا نہین کر سکتا تھا لیکن آج اعلان حق کے لیے مین اپنی ساری کمائی نذر کر رہا ہون میرا اشارہ پہلے اپنے لخت جگر و نور العین مولٰنا الحاج ابو المحمود سید احمد اشرف اشرفی جیلانی پھر اپنے نواسہ و جگر پارہ مولانا الحاج ابو الحامد سید محمد محدث اشرفی جیلانی کی طرف ہے جن دونون کی ذات میری ضعیفی کا سرمایہ ہے مین آج ان جگر کے ٹکڑون کو نذر پیش کرتا ہون کہ "اعلان حق" مین حیات کی آخری ساعت تک سنت و اہل سنت کی خدمت جو سپرد کی جائے اوس مین میری تربیت و حقوق کا حق ادا کر دین۔

امید کہ آپ ایک متوکل درویش کی ناچیز نذر کو قبول فرما کر مجھے رب کی سرکار مین سرخرو فرمائین گے اور آپ یقین رکھین کہ میری رات دن کی دعائین آپ سے جدا نہ ہونگی اور آپکا درد میرے دل سے کبھی نہ جائیگا۔

اے میرے پیارے سنیو! خدا کرے کہ تم غفلت کو ہٹاؤ ہوشیار ہو اغیار کو پہچانو اپنی تنظیم کی قدر کرو محبت اور اتفاق کا تخم جماؤ۔ بڑھو پھولو پھلو اور تمھارے اقتدار کا پرچم زمین پر لہراتا ہو۔

این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد

وما ذالک علی اللہ بعزیز و انہ علی کل شئ قدیر و الصلوۃ والسلام علی حبیبہ البشیر النذیر و الہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین

فقیر ابو احمد المدعو سید محمد علی حسین اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانہ عالیہ
کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد

خطبۂ صدارت

حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہ

آل انڈیا سُنّی کانفرنس مُراد آباد

۲۰ ـــــ ۲۳ر شعبان ۱۳۴۳ھ / ۱۶ ـــــ ۱۹ر مارچ ۱۹۲۵ء

صدر مجلس استقبالیہ کی حیثیت سے حضرت مولانا حامد رضا خاں قدس سرہ کا یہ خطبہ سُنی کانفرنس کے پس منظر اور اغراض و مقاصد کی مکمل جامعیت سے وضاحت کرتا ہے۔ بعد کے تمام علماء اور خطباء نے حضرت مولانا موصوف کی دینی معلومات کی وسعت اور ملی وسیاسی امور کی بصیرت کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ اس خطبہ میں جو امور بیان ہوئے ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

(۱) تنگ دل ہندوؤں کے مظالم ـــــ شدھی تحریک، سنگھٹن، ذبیحہ گاؤ پر فساد بلکہ قتل عام، ہندوؤں کا مزاج ـــــ جانوروں سے محبت اور انسانوں پر ظلم، سوراج کے بہروپ میں مسلمانوں کو دائمی غلامی کے جال میں پھنسانا۔

(۲) بعض مدعیان اسلام کی غیر اسلامی حرکات۔ ہندو مسلم اتحاد کی دعوت کے مضر اثرات تحریک خلافت، عدم تعاون، ہجرت میں مسلمانوں کے بے پناہ نقصانات ان تحریکوں میں بعض لیڈروں کی بے اعتدالیاں۔

(۳) تعلیم، تبلیغ، تعلیم بالغاں، قدیم اور جدید علوم کی ضرورت،

(۴) اتحاد بین المسلمین، تنظیم مساجد،

(۵) معاشرتی زندگی کے رہنما اصول، امن پسندی، تحمل، رسوماتِ بد سے احتراز۔

(۶) مسلمانوں کی اقتصادی ترقی کا انحصار —— تجارت، مسلمانوں سے خرید و فروخت، مقدمہ بازی کی لعنت سے بچاؤ کی تدابیر، قانونی چارہ جوئی کے لئے مسلمان وکلا کی تنظیم، ملازمت کی بجائے ہنر حاصل کرنا، صنعت و حرفت کی ضرورت، گداگری کی لعنت سے نجات کا طریقہ، زمین و مکان کی خرید، اسراف سے پرہیز اور میانہ روی کی تلقین، کسب معاش کی اہمیت، قرضہ لینے سے حتی الامکان احتراز، سودی قرضہ سے بچنے کے لئے بیت المال کی طرز پر مسلمان قرضہ حسنہ کے ذخیرہ کا اہتمام کریں۔

(۷) مسلمانوں کا تمدن، تہذیب، روایات، مذہب وغیرہ دوسرے مذاہب خصوصاً ہندوؤں سے بالکل الگ ہے —— دو قومی نظریہ کی تشریح۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مقاصد مندرجہ بالا اصول ہیں۔ مسلمانوں کی دینی و دنیوی ترقی کے یہ دائمی اصول ہیں۔ جن کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وقت گزرنے کے باوجود یہ اصول آج بھی مسلمانوں کی ترقی کے ضامن ہیں۔

اس خطبہ کو مولانا محمد ابراہیم رضا خاں نے ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۵ء میں مطبع اہل سنت بریلی سے طبع کروا کر شائع کیا تھا۔ کتاب ہذا میں اسی مطبوعہ خطبہ کے سر ورق کا عکس پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ خطبہ ہمیں دیمک خوردہ (شاید ناقص الآخر) فوٹو سٹیٹ کی صورت میں جناب پروفیسر محمد ایوب قادری (کراچی) سے دستیاب ہوا ہے۔ آپ تک اصل خطبہ پہنچانے کی غرض سے دیمک خوردہ مقامات خالی[1] چھوڑ دیئے گئے ہیں۔

اس خطبہ کی فراہمی کے سلسلے میں ہم پروفیسر صاحب موصوف کے شکر گزار ہیں۔

---

[1] قارئین کرام کو ان مقامات پر زحمت پیش آئے گی جس کیلئے ہم معذرت خواہ ہیں، ہمیں فی الحال سعیِ بلیغ کے باوجود مکمل نسخہ دستیاب نہ ہوا۔ انشاء اللہ العزیز آئندہ ایڈیشن میں اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ مدیر مرتب

نوٹ: چونکہ فوٹو سٹیٹ سے دو عکس تیار نہیں ہو سکا اس لئے مذکورہ خطبہ کی کتابت کرائی گئی۔

بحمدہٖ سبحنہٗ وتعالیٰ وہ نفیس وجمیل عظیم وجلیل

خطبۂ صدارت

جمعیت عالیہ

جو

حضرت حامی سنن ماحی فتن نحریر علامہ حبر کلامہ حجۃ الاسلام شیخ الانام المولوی
المفتی الشاہ **محمد حامد رضا خانصاحب** قادری برکاتی رضوی بریلوی صدر مجلس استقبالی
جمعیۃ عالیہ اسلامیہ دام فیضہم نے اجلاس ہائے

آل انڈیا سنی کانفرنس

منعقدہ ۲۰ تا ۲۳ شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء بمقام مرادآباد کے لیے
مرتب فرمایا

مطبع اہلسنت بریلی میں

باہتمام مولوی محمد ابراہیم رضا خاں صاحب طبع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ

افضل رسلہ وسید الانبیاء محمد و الہ اجمعین

عہد حاضر

اگرچہ اسلام کی نشو و نما ہی مخالفتوں میں ہوئی اور ہر زمانہ میں مخالفین کی زبردست طاقتیں اُس کے درپے استیصال رہیں لیکن عہد حاضر کے مصائب اور دُور موجودہ کے فتنے بہت زیادہ مہیب اور بھیانک نظر آ رہے ہیں. ایک طرف تو مختلف قسم کے دشمنوں کا اسلام اور مسلمانوں کو مٹا ڈالنے کے لئے ٹوٹ پڑنا اور اس خیال میں مجنونانہ کوششیں کرنا اور شب روز مصروف ایذا و آزار رہنا اور مسلمانوں کی تباہی و بربادی کو اپنی زندگی کا بہترین مقصد قرار دینا. دوسری طرف مسلمانوں کی ہر طرح کی کمزوری اپنے مآل سے غفلت اپنی حفاظت سے بے پرواہی مذہب سے ناواقفیت باہمی مناقشات تھوڑی سی طمع پر دشمنان اسلام کی تائید اور غداری پر آمادہ ہو جانا. اپنے اوپر اعتماد نہ کرنا دشمنوں کو دوست سمجھنا اور اپنے آپ کو ان کے ہاتھ میں دیدینا. دوست نما دشمنوں اور مسلم نما بدخواہوں کو نہ پہچاننا امراء کا غرباء سے نفرت کرنا اپنے اسلامی بھائیوں کو ان کی غریبی یا ناداری کی وجہ سے بہ نظر حقارت دیکھنا. پیہم پیش آنے والے حوادث سے عبرت پذیر نہ ہونا. بار بار اہل غرض کے فریب میں آجانا اور کمال بدعقلی سے پھر بھی ہوشیار نہ ہونا اور ان کے دام تزویر کے شکار ہوتے رہنا. یہ وہ حالات ہیں جن پر نظر کر کے کہا جا سکتا ہے کہ پچھلے ادوار میں مسلمانوں کو جن مصائب سے سامنا پڑتا رہا ہے وہ ان عبرت انگیز حالات

کے مقابل، ہیچ ہیں بہت سے ملت فروش مسلمانوں کے نمائشی ہمدردین کران کی رہنمائی کے دعاوی کے ساتھ دشمنانِ اسلام سے دولت حاصل کرنے کےلالچ میں مسلمانوں کی بدخواہی اور اغیار کی خدمت گزاری کر رہے ہیں۔ مسلمان ان کے اسلامی نام اور دعوی اسلام سے دھوکے کھاتے اور غلطی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

سبز رنگے بخطِ سبز مرا کرد اسیر　　دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم

دردمندانِ اسلام

دردمندانِ اسلام کس سوز و گداز میں ہیں اور ان کی راتیں کس بیچینی سے تاب میں رہتے ہیں۔ لیل و نہار کی ساعات اُن پر بلیں حسرتوں کی تصویریں اور امیدوں کے بن بن کر بگڑنے والے نقشے اُن کے لئے عذاب ہیں خود بھی مدتوں سے اس سرگردانی میں ہوں بایں خیال کہ کوئی عالی دماغ دردمند مذہب اس مقصد کے لئے کوئی تدبیر اور مسلمانوں کے فلاح و اصلاح کا کوئی مؤثر و کامیاب طریقہ تجویز فرمائے تو ضرور وہ اُن کے حق میں نافع ہوگا میری فکر کیا چیز ہے جو پیش کرنے کے قابل ہو لیکن جب کسی طرف سے صدا نہ اُٹھی کسی بزرگ نے کوئی کافی رہنمائی نہ کی اور مسلمانوں کے لئے حالاتِ موجودہ کے اعتبار سے کوئی دستور العمل تجویز نہ کیا گیا تو بناچاری میں نے قصد کیا کہ اپنے خیالات کو قلمبند کرکے حاضر کروں اہلِ علم و اہلِ رائے اس میں جو تدبیر مناسب اختیار فرمائیں براہِ کرم خاکسار کو اُس سے مطلع فرمائیں۔

مقاصد

مسلمانوں کی درستی اور کامیابی کے لئے جو اہم مقاصد اس وقت نصب العین اور فوری جدوجہد کے طالب ہیں وہ کم از کم یہ چار ہیں (۱) تبلیغ (۲) مذہبی تعلیم (۳) حفظ امن

(۴) اصلاحِ معاشرت۔

پہلا مقصد

ہمارا پہلا مقصد تبلیغ ہے جس دن سے اسلام دنیا میں چمکا اُسی روز سے اُس کی شعاعوں نے دشت وجبل برو بحر کو اپنا فیض پہنچانا شروع کیا داعیِ اسلام علیہ الصلوٰۃ و السّلام کی پہلی صدا دینِ حق کی تبلیغ تھی اور تمام عمر شریف کا لمحہ لمحہ تبلیغ میں صرف ہوا حضور سے پہلے جو ربانی ہادی (انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام) تشریف لاتے رہے وہ بھی ہمیشہ تبلیغ فرماتے رہے اور اُسی وجہ سے اُنہیں بے شمار جانکاہ اور خطرناک مصیبتیں اور ایذائیں برداشت کرنا پڑیں جنکو رضائے الٰہی کے لئے وہ بخوشی برداشت فرماتے رہے حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے صحابہ (رضوان اللہ علیہم) اور تابعین کا ہر فرد اسلام کا مبلغ تھا اور ایسا مبلغ کہ اُس کی زندگی کا مقصد تنہا اسلام کی تبلیغ تھی اور بس۔ اس تبلیغ کے لئے اُنہوں نے کیسی محنتیں اٹھائیں مشقتیں برداشت فرمائیں جانیں نذر کیں

کارناموں پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہے اُن کے بعد کے مسلمان بھی اس طرح

کہ اُن کے کا مطالعہ انسان کو حیرت میں ڈالتا ہے اقالیم فاتح

چیز ملکوں پر قابض ہو کر دولت و مال اور حکومت و سلطنت کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ دین کا اعلا اور اسلام کی تبلیغ وہ چیز تھی جو اُن کا نصب العین رہتی تھی جب تو اُن کے غلاموں نے سلطنتیں کیں اور ایسی سلطنتیں کہ تاجداری کا عہد درویشی اور دینداری کی زندگی کا اعلیٰ نمونہ ہے وہ تخت سلطنت پر متمکن ہو کر ایک نادار فقیر کی طرح بسر اوقات کرتے تھے سلطنت کے معمور خزانوں کے باوجود اُن کی معاش ان کے اپنے ہاتھ کے کسب پر موقوف تھی اُن کا طرزِ عمل دینداری و پاکبازی کا بہترین معلم تھا۔ غرض مسلمانوں کے جس طبقہ پر نظر ڈالئے وہ اسلام کا مبلغ نظر آتا ہے۔ بادشاہ ہے تو مبلغ وزیر ہے تو مبلغ امیر ہے تو مبلغ بینوا فقیر ہے

تو مبلغ حضر و سفر میں تبلیغ بر و بحر میں تبلیغ دنیا میں دھوم مچادی غلغلے ڈال دیئے زمانہ معمور کردیا جہاں رنگ ڈالا عالم کو اسلام کا متوالہ بنا دیا سرزمین کفر میں توحید کی صدائیں بلند کیں گنگا اور جمنا کے کنارے برج اور کاشی کے میدان پرستارانِ توحید اور علمبر دارانِ اسلام سے بھر دیئے جو قومیں صدیوں سے تاریکی میں تھیں جن کی پشتہا پشت سے بت پرستی آبائی ترکہ چلی آتی تھی اُن کے دل منور کئے اللہ واحد لاشریک لہ کے حضور اُن کی گردنیں جھکائیں جہاں ناقوس بجتے تھے وہاں سے قرآن پاک کی آوازیں آنے لگیں غرض ہر قرن میں مسلمان مصروف تبلیغ رہے۔ اور یہی اُنہیں حکم تھا۔

قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و قال تعالیٰ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر۔

موجودہ زمانہ

موجودہ زمانہ میں ہمسایہ قوم نے مسلم آزاری کی جو پیہم کوششیں جاری کر رکھی ہیں اُن میں شدھی کا فتنہ سب سے اہم ہے شدھی مسلمانوں کو مرتد کرنے اور معاذ اللہ مشرک بنانے کا نام ہے جس کے لئے ہندو دو برس سے سالہاسال کی منتظم کوششوں اور تیاریوں کے بعد پوری قوت کے ساتھ ٹوٹ پڑے ہیں ہر طبقہ کے ہندو اس سعی میں سرگرم ہیں ہندو والیان ریاست اور راجگان ان کی سبھاؤں میں شرکت کرتے ہیں۔ مدتوں کی پُر اطمینان کوششوں سے وہ ہندوستان بھر میں

ہر گاؤں میں سبھائیں قائم ہیں۔ کثیر التعداد مناظر

جابجا مسلمانوں کو چھیڑنا پریشان کرنا جاہلوں دیہاتیوں کو بہکانا بزرگان دین کی شان میں گالیاں دینا گستاخیاں کرنا اسلام کی توہین کے ٹریکٹ چھاپنا اور اُن میں حضرت پروردگار عالم تک کو گالیاں دینا یہ ان کا شیوہ ہے۔ طمع اور دباؤ سے مسلمانوں کو مرتد کرنے کی کوشش کررہے ہیں یہی اُن کے دین کی تبلیغ کا ذریعہ ہے بہت سے نادار اور جاہل اُن کے اس دام فریب میں پھنس کر ایمان کھو بیٹھے۔ ان حالات پر نظر کرتے ہوئے تبلیغ دحفاظت

اسلام کا مسئلہ اور بھی اہم ہو جاتا ہے۔ اب تک تو اشدھی کی کوششیں راجپوتانہ ہی میں تھی لیکن اب انہوں نے اپنا میدان عمل وسیع کر دیا ہے اور تمام ہندوستان میں جہاں موقع ملتا ہے ہاتھ مارتے ہیں قومیں کی قومیں اُن کی دستبرد سے تباہ ہو رہی ہیں مسلمانوں کی مذہبی انجمنیں ہر جگہ نہیں جو ہیں اُن میں کوئی رابطہ نہیں جس سرزمین کو خالی دیکھا وہاں آریہ دوڑ پڑے جب تک علمائے اسلام کو کسی حصۂ ملک سے بلائے تب تک کتنے غریب شکار ہو چکتے ہیں۔ راجپوتانہ میں ہمیں تجربہ ہو چکا ہے کہ آریوں کے زر زور طمع اور دباؤ وغیرہ کی تمام قوتیں اسلامی فضلا کی دعوت حق کے مقابل بیکار ہو جاتی ہیں اور حقانیت کی جذب قوی کی تاثیر کو اس قسم کے جادو کم نہیں کر سکتے جو جاہل ناداروں کے سامنے ہزارہا روپیہ پیش کیا جاتا تھا اور انہیں مرتد ہو جانے پر بہت ولولہ انگیز مژدے سنائے جاتے تھے۔ نوجوانوں کے جذبات مشتعل کرنے والے مناظر سے تسخیر کرنے کی کوششیں ہوتی تھیں اور وہ اُن دلفریبیوں پر دار فتہ سے ہو جاتے تھے۔ جوانی کا جنون اُنہیں اندھا کر دیتا تھا اور اُن کی عقل سرشار مخمور کی طرح نکمی ہو جاتی تھی۔ وہاں ہمارے پاس اسلامی زہد اور بزرگوں کے ذکر کے سوا کوئی نسخہ نہ تھا جو ایسے مریض پر کارگر ہوتا ہے مگر یہ نسخہ ایسا بجلی اثر کرتا تھا کہ دیہاتی نوجوان اپنی سرمستی سے ہوش میں آکر دل لبھانیوالی صورت کی چاہت اور مال و منال کے لالچ دونوں کو نفس ٹھوکر مار کر طاعت الٰہی کے لئے کمربستہ ہو جاتا تھا غریب محتاج لوگوں کا

جوانوں کا خوبصورتی کے بتوں کو لات مار دینا اور فقر عبادت کو شوق کے ساتھ اختیار کرنا موسم گرما میں روزے رکھنا نمازیں پڑھنا اور پچھلی رات سے اُٹھ کر یاد خدا کرنا اور اُس سے لطف اُٹھانا۔ اسلام کی حقانیت کی وہ زبردست تاثیر تھی جس نے دشمنوں کی تمام تدبیریں اور جملہ سامان بیکار کر دیئے۔

اب ان کے پاس روپیہ ہے لیکن وہ اس روپیہ کو ہاتھ لگانا گناہ سمجھتا ہے ان کے ساتھ خوش لباس خوبرو ہیں مگر وہ ان کی طرف نظر کرنے سے نفرت کرتا ہے۔ صیادوں کے حوصلے پست

ہو گئے قریب کے زمانہ کا ایک تذکرہ ہے۔ ایک بوڑھا صدر تبلیغ میں آیا کہنے لگا آریہ ہم سے شدھی ہونے کو کہتے ہیں اور روپیہ بھی دیتے ہیں اور ہمارے مقدمات میں پیروی کرنے کا بھی وعدہ کرتے ہیں اگر تم ان سے زیادہ ہمدردی کرو تو ہم آریوں کو نکال دیں نہیں تو شدھی ہو جائیں۔ دفتر نے اُس کو محبت سے بٹھایا اور کہا کہ مسلمانوں کا تو یہ عقیدہ ہے کہ کوئی قوم کسی شخص کے افلاس و مصیبت کو دُور نہیں کر سکتی دینے سے خدا رسول کے بھلا ہوتا ہے ہم اُن کے سوا کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا نہیں چاہتے۔ مسلمان اللہ کے بندے ہیں اللہ نے انہیں عزت دی ہے اُن کی غیرت کا تقاضہ ہے کہ چاہے بھوک سے دم نکل جائے چاہے کنبہ مرجائے مگر وہ منگتا نہیں لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے نہ پھریں۔ بادشاہ کا غلام چاہے بھوکا مرے مانگنا گوارا نہیں کرتا۔ تو اللہ کا بندہ کیا اللہ کے دشمن کے سامنے ہاتھ پھیلانا گوارا کرے گا۔ اس قسم کی باتیں سن کر یک لخت اُس بوڑھے کے خیالات بدل گئے اور جوش میں کھڑا ہو کر کہنے لگا مولوی صاحب اب ہم کسی کے پاس نہ جائیں گے اور اپنے خدا ہی سے فریاد کریں گے تم نے ہمیں ٹھیک راستہ بتا دیا اور اُس نے اپنی زبان سے بہت شکر گذاری کی اور الحمدُ للہ کہ اسلامی عقیدے پر مستقل ہو گیا۔ غرض تعلیم اسلام قلوب میں زبردست تاثیر کرتی ہے لیکن ملک میں کہاں کہاں یہ تعلیم اور اس کے دلائل ہیں علاقے کے علاقے وہ ہیں جہاں کے مسلمان اسلام کی تعلیم دینے والے کی صورت سے ناآشنا ہیں مدتیں جہل و نادانی میں گزر چکی ہیں ایسی حالت میں آریوں کی زبردست اور منتظم

میں چند افراد کو بھیج کر نہیں ہو سکتا جب تک کہ تمام ملک

نہ کیا جائے کہ ایک ایک گاؤں کے مسلمانوں کی مذہبی تربیت کا سہل انتظام ہو سکے اس لئے ضرورت ہے کہ ہم ملک کے دردمند اہل اسلام اور ہر ہر صوبے کے علمائے کرام اور حامیانِ ملت کو حرکت دیں اور ایک مشترک نظام سے تمام ملک میں دینیات کی تعلیم کا سلسلہ قائم کریں۔

مدرسۃ التبلیغ یہ عرض کرنا بھی بے محل نہ ہوگا کہ علاقہ راجپوتانہ میں تبلیغ کے سلسلہ میں تبلیغ کے سلسلہ میں معقول تعداد کام کرنے والوں کی دو ڈھائی سال سے مصروف عمل ہے ان میں بہت افراد ناکارہ بلکہ بعض مضر اور سخت مضر ثابت ہوئے اُن سے بجائے فائدہ کے ایسے نقصان پہنچے جن کی تلافی دشوار تھی اس کا باعث اکثر و اغلب اُن کی ناتجربہ کاری اور کام کی ناواقفیت تھی اس تجربہ کے بعد یہ طرز عمل اختیار کیا گیا کہ نئے آدمیوں کو کارکردہ لوگوں کے ساتھ رکھ کر کچھ دنوں کام سکھایا جاتا تب انہیں تنہا کسی مقام پر بھیجا جاتا تھا لیکن ایسا کہاں تک ممکن ہے اور اس طرح کتنے آدمی کام کے قابل ہو سکتے ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ کم از کم ایک مدرسۃ التبلیغ کھولا جائے جس میں مدرس مبلغ مناظر تیلن امتحان ہوں اسی مدرسہ کے سندیافتہ سلسلہ تبلیغ میں رکھے جائیں اس ضرورت پر نظر کرکے انجمن اہل سنت و جماعت مراد آباد نے مدرسۃ التبلیغ کی تجویز کی جس کے قواعد و ضوابط اور نصاب اور مدت تعلیم آپ کے ملاحظہ کے لئے آخر میں درج کی جائے گی اس مدرسہ کے لئے اور ملک کے تمام تبلیغی مدارس کے لئے اور مسلمانوں کی اعانت و حفاظت کے لئے بہت سی جدید تصانیف کی بھی ضرورت ہے جس کو قابل اور واقف کار لوگوں کی ایک جماعت اپنے ذمہ لے پھر اس کی طبع و اشاعت یہ خود ایک مستقل کام ہے جو تبلیغ کے ماتحت انجام دینا ضروری ہے اُس کے لئے جو ضروری امور ہیں اُن کو میں اس وقت بحث میں نہیں لاتا میں اس طرف بھی آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ یہ تمام کام کوئی شخص یا کوئی جماعت ہندوستان کے کسی ایک مقام پر بیٹھ کر انجام نہیں دے سکتی نہ کوئی وفد تمام ملک کا دورہ کرکے اس مقصد میں کامیابی کا ذمہ لے سکتا ہے میدان عمل کی وسعت عقل کو حیران کرتی ہے دشمن کی سبھائیں اور تعلیم گاہیں ملک کے گوشہ گوشہ میں کام کر رہی ہیں ایسی حالت میں بجز اس کے کوئی صورت نہیں ہے کہ ملک کے اطراف و جوانب اور صوبہ صوبہ سے با اثر علماء اور حامیان ملت کو حرکت دی جائے اور انہیں ان ضروریات سے باخبر کرکے تمام ملک کی ایک متحد مشترک جماعت اس کام کی

سرپرست بنائی جائے اس جماعت کے وفود ملک میں اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے پھیل پڑیں اور جس صوبہ میں وفد جائے وہاں کے مقامی علماء اُس کے ساتھ کام کریں اس طرح جا بجا اضلاع و قصبات میں تبلیغی جماعتیں اور دینیات کے مدارس اور دیہات میں اسلامی مکاتب جاری کر دیئے جائیں یہ تمام مدارس و مکاتب ایک سلسلہ میں مربوط ہوں اور ایک نظم محکم کے ماتحت کام کرتے رہیں

خیال میں یہ ہے کہ اضلاع و قصبہ جات میں تبلیغی جماعتیں قائم کی جائیں ہوش مند شائستہ ان کے ممبر بنائے جائیں ہفتہ وار ان مجلسوں کا جلسہ ہوتا رہے جس میں ہفتہ بھر کے کام کی فہرست

جماعتوں میں دو قسم کے ممبر ہوں ایک وہ جو مالی اعانت کریں اراکین وہ جو عملی خدمات کے لئے اپنا وقت پیش کریں ان کا نام عاملین ہر پرگنہ کے متعلقہ دیہات حلقوں میں تقسیم کر دیئے جائیں پانچ پانچ چار چار دیہات کا جیسا جہاں مناسب ہو حلقہ مقرر کر دیا جائے پرگنہ کے تبلیغی انجمن کے عاملین میں سے ان کی تعداد کے لحاظ سے دو دو یا تین تین ممبروں کو ایک ایک حلقہ دیا جائے یہ ممبر اپنے حلقہ کے دورے کرتے رہیں اور اس حلقہ کے مسلمانوں کی تعداد میں وہ تمام مساعی صرف کریں جن کی اُنہیں انجمن سے ہدایت ملے۔ انجمن کے دفتر میں ان حلقوں کی ایسی فہرستیں مکمل رہنا چاہیئں جن کا نقشہ ذیل میں درج ہے۔

نقشہ کیفیت مواضعات برائے معلومات محکمۂ تبلیغ انجمن اہل سنت و جماعت مراد آباد

موضع — تحصیل — تھانہ — ڈاک خانہ — ضلع — تاریخ اندراج

[illegible]	[illegible]		[illegible]	[illegible]	[illegible]	نام	[illegible]	[illegible]	تعداد آبادی		قومیت		آبادی	مساجد		[illegible]	[illegible]	تعداد تعلیم یافتہ		[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
									مسلم	ہندو	مسلم	ہندو	میزان	پختہ	خام			مسلم	ہندو						

یہی ممبران دیہات میں مسلمانوں کی تعلیم کا انتظام کریں جہاں قریب قریب چھوٹے چھوٹے کئی گاؤں ہوں وہاں دو یا چار گاؤں کے لئے کسی ایک ایسے گاؤں میں مدرسہ قائم کر دیا جا

جس میں قریب کے دیہات کے لڑکے بآسانی پہنچ سکیں اور بڑے گاؤں میں جداگانہ مدرسہ کھولا جائے ان مدارس میں بچوں کی تعلیم کے لئے وقت معین ہو اور ایک وقت جوانوں اور بوڑھوں کو دینیات کی تعلیم دینے کے لئے رکھا جائے اور یہ تعلیم تقریر کے ذریعہ سے ہو تاکہ ناخواندہ لوگ بھی اُس سے فائدہ اُٹھائیں مدرسہ قائم کرتے وقت سب سے پہلے گاؤں کا ایسا شخص تلاش کرنا چاہئے جو تعلیم دینے کی صلاحیت رکھتا ہو اگر وہ بوجہ اللہ اس خدمت کو قبول کرے بہت بہتر ورنہ کوئی قلیل معاوضہ اُس کے لئے مقرر کر دیا جائے اور جہاں دیہات میں پڑھے رہوئے لوگ نہ ملیں وہاں لامحالہ باہر سے انتظام کرنا پڑے گا۔

بچوں کی تعلیم

ابتداءمیں بچوں کو اسلامی قاعدہ (مصنفہ مولانا مولوی امجد علی صاحب اعظمی) یا اور کوئی قاعدہ جو انجمن اہل سنت یا مدرستہ التبلیغ نے منظور کیا ہو شروع کرایا جائے۔ قرآن پاک کی تعلیم لازمی ہے اس کے ساتھ ساتھ دینیات کے لئے بہار شریعت پڑھائی جائے جب اُردو کی کچھ استعداد ہو جائے تو تاریخ حبیب الہ پڑھائی جائے اس کے ساتھ ہی قدر ضرورت حساب بھی سکھایا جائے لکھنے پر خاص توجہ مبذول رہے۔ لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام بھی نہایت ضروری ہے اور اس میں دینیات کے علاوہ سوزن کاری اور معمولی خانہ داری کی تعلیم تا بحد امکان لازمی ہے۔ پردہ کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔ بوڑھے جوان کاشتکار مزدور محنتی جو پڑھنے کا وقت نہیں پائے انہیں روزانہ ایک وقت مقرر کر کے بہار شریعت کے مسئلے سمجھا کر سنائے جائیں اور کوشش کی جائے کہ اُس پر عمل بھی کریں۔

اس طرح قصبات میں محلہ وار مدرسہ کھولے جائیں اور نصاب جائے ایک مدرسہ ان چھوٹے مدرسوں سے زیادہ نصاب کا بھی کھول دیا جائے جن میں چھوٹے مدرسوں کے طلباء اپنی تعلیم پوری کرنے کے بعد حاصل کرنے کیلئے داخل ہوں

علاوہ بریں انگریزی مدارس کے طلبہ کے لئے مدرستہ اللیل کھولا جائے جس میں ایک گھنٹہ انہیں دینیات کی تعلیم دی جائے۔

قصبات کے مدرسوں میں ممکن ہوسکے تو فارسی و عربی کا محدود

اور اگر دیہات کا کوئی طالب علم

تعلیم حاصل — مدرسہ سے سند حاصل کرنے کے بعد قصبہ کے مدرسہ میں

کرنے کے لئے داخلہ کی اجازت دی جائے۔

ضلع کا مدرسہ اس اور زیادہ بڑا ہونا چاہئے، اور وہاں ایک عالم کم از کم رہنا ضروری ہے۔ اگر بالفعل ممکن نہ ہوسکے تو معمولی مدرسہ کھول کر بتدریج ترقی کی جائے۔ اگر کسی ضلع میں مسلمانوں کی تعداد کم ہو اور وہاں کے تمام مصارف برداشت نہ کرسکیں تو صدر دفتر صوبہ سے استدعا کی جائے کہ وہاں کی تعلیم کی اعانت کرے۔ ملک میں دو یا چار ایسے کامل النصاب مدرسہ ہونے ضروری ہیں جو جملہ علوم و فنون کی تکمیل کا عمدہ ذریعہ ہوں بلکہ ہر صوبہ میں کم از کم ایک ایسا مدرسہ ہونا ضروری ہے۔ ان مدارس کو مدرسۂ عالیہ کہنا چاہئے۔ باقی تمام مدرسے ان کے ماتحت ہوں، اور مدارس عالیہ مدارس ماتحت کے نگرانی کے ذمہ دار قرار دیئے جائیں اور حسب ضرورت ان مدارس کو ان سے مدد بھی ملے، یہ جملہ مدارس ایک جمعیۃ عالیہ کے ماتحت ہوں اور اُس کو ان پر عام اختیارات حاصل ہوں، نصاب جمعیۃ عالیہ کا منظور کیا ہوا پڑھایا جائے۔ جمعیت عالیہ کے ماتحت ایک محکمہ تصنیف ہونا چاہئے جس میں ملک کے منتخب افاضل شامل ہوں، اور وقتی ضروریات کے علاوہ جو دفعتہً پیش آئیں۔ باقی ہر تصنیف جمعیۃ عالیہ کی پسندیدگی اور منظوری کے بعد قابل رواج سمجھی جائے یہ بہت فتنوں اور اختلافوں کا سد باب ہے۔

ہر کامل النصاب مدرسہ میں ایک دارالافتاء بھی ہو مگر اہم فتاوے جمعیۃ عالیہ کے ملاحظہ کیلئے بھی بھیجے جائیں اور تا بمقدور ہر طبع ہونے والی چیز جمعیۃ عالیہ

کی جائے۔ واعظ، مدرس، مناظر، مفتی، سب کیلئے — کے

تکمیل کے بعد انہیں جمعیۃ عالیہ یا اُس کا — کسی کامل النصاب مجاز مدرسہ سے

سند دی جائے۔ موجودہ اصحاب جو ان عہدوں پہ کام کر رہے ہیں سند سے مستثنیٰ کئے

جائیں مگر فتویٰ اور تصنیف بہر حال محکمہ تصنیف کی تصدیق و منظوری کے بعد قابل قبول سمجھا جائے۔

تبلیغ کا کام

ہر مدرسہ کا مقصد تبلیغ ہے اور اس کو اس میں سعی بلیغ لازم ، تمام مدارس بالخصوص قصبوں اور ضلعوں کے طلبہ کو تبلیغ کے اصول سکھائے جائیں اور ہر مدرسہ میں منتخب طلبہ ہفتہ میں دو روز تبلیغ کا کام کریں۔ مدرسوں کے مدرس بھی دورے کریں۔ تبلیغی کارروائیوں کی اطلاع صدر دفتر میں اور اہم امور کی اس کے علاوہ دفتر جمعیتہ عالیہ میں ضرور دی جائے۔ ان دوروں میں دیہات کے مدرسین کو اُن کے حلقہ میں ساتھ رکھیں ہر ضلع میں کم از کم ایک مدرس مدرستہ التبلیغ کا سند یافتہ ہونا ضروری ہے۔ جو مناظر کی سند رکھتا ہو۔

علاوہ بریں واعظین کی ایک معقول تعداد ہر صوبہ میں رہنا چاہئے جو برابر دورے کر کے اشاعت اور تبلیغ کی خدمت انجام دے اور مسلمانوں کی علمی اصلاح کرے۔ ہر صوبہ کی جماعت واعظین وہاں کے مدرسہ عالیہ کے صدر مدرس کی زیر نگرانی کام کرے۔ اور اپنی مفصل کارگزاری کا ہفتہ وار نقشہ مدرسہ عالیہ کے محکمہ تبلیغ میں بھیجا کرے۔ ہر مدرسہ عالیہ کا صدر مدرس محکمہ تبلیغ کا صدر ہوگا۔ محکمہ تبلیغ کے صدر کا فرض ہے کہ صوبہ کے واعظین کے کام کی نگرانی اور جانچ میں ہر امکانی سعی کام میں لائے۔

مناظرہ

مناظرہ وہی لوگ کریں جنہیں جمعیت عالیہ نے

مناظرہ کے لئے مدرسہ عالیہ کے صدر مدرس

حالت میں اس کا موقع نہ مل سکے تو مجبوری کی کافی وجہ کے ساتھ فوراً صدر محکمہ تبلیغ کو اطلاع

دی جائے۔

پھر مناظرہ سے قبل اس کا کافی اطمینان کر لینا ضروری ہے۔

مناظرہ میں گفتگو نتیجہ خیز اور مفید کرنے کی کوشش کی جائے۔

تمدن

اگرچہ تمدن کا مسئلہ عرصہ دراز سے مسلمانوں کے زیر بحث ہے مگر ابھی تک بہت زیادہ غور طلب ہے۔ یہ امر عقلا کا تسلیم شدہ ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے اور اس کے کام باہمی اعانت کے بغیر پورے نہیں ہو سکتے۔ دنیا کی قوموں پر مسلمانوں کو قیاس کرنا اور ان کے لئے اُن کی تقلید لازم کر دینا بالکل غیر صحیح ہے یہی وہ غلطی ہے جس کا عرصہ دراز سے ارتکاب کیا جاتا ہے۔ دنیا کی قومیں مذہبی حیثیت میں مسلمانوں سے کچھ نسبت نہیں رکھتیں اور مسلمان مذہب کی روسے بالکل اُن سے مبائن ہیں پھر انہیں اُن پہ قیاس کرنا اور ان کے لئے وہ راہ تجویز کرنا جس پر کفار عامل ہیں اندھی تقلید اور بالکل غیر مفید ہے۔

اسلام نے مسلمانوں کو کسی لیڈر کی رائے یا کسی دوسری قوم کی تقلید کا محتاج نہیں چھوڑا۔ مسلمانوں کے تمام ضروریات کا خود سر انجام فرما دیا۔ دنیا کی دوسری قومیں کمیٹیاں کرنے اور انجمنیں بنانے پر مجبور ہیں تاکہ وہ باہمی مشورہ سے اپنے لئے کوئی مفید راہ پیدا کر سکیں۔ لبسا اوقات ان کی تجاویز کے تمام دفاتر نکمے اور مضر ثابت ہو جاتے ہیں اور پھر انہیں اپنی تمام دماغ سوزیاں رد کر کے اُس کے خلاف تدبیر سوچنا پڑتی ہے۔ کہ اُن کے تمام کاموں کا دار و مدار اپنے دماغوں پر ہے جو انسانی

مسلمان اگر اسلام کی دستگیری سے فائدہ اُٹھائیں تو وہ ان تمام زحمتوں سے بری ہیں اُن کا ہر قانون مکمل اور خطا سے پاک ہے۔ ان کی ہر دینی و دنیوی ضرورت کو اُن کے دین نے پورا کر دیا ہے تمدن کے مسئلہ کا حل شریعت محمدیہ نے ایسا فرمایا جس پہ عامل ہو کر ہمارے اسلام نے عالم

کی رہنمائی کی اور جہان کو حیرت میں ڈال دیا۔ مگر ہمارے ملک کے بعض وہ اصحاب جنہیں دینی علوم سے بہرہ نہ تھا اور دل میں مسلمانوں کی رہنمائی کا شوق رکھتے تھے۔ نصاریٰ سے اُن کے تعلقات گہرے تھے۔ جب اُنہوں نے مسلمانوں کے تمدّن کی طرف نظر کی تو اپنے پاس وہ اسلامی تعلیم کا کوئی سروسامان نہ رکھتے تھے نہ علماء سے صحبت واستفادہ کا موقع انہیں حاصل ہوا تھا۔ نصرانیوں کی صحبت میں زندگی گزاری تھی اُن کی خو بو طبیعت ثانیہ ہوگئی تھی مسلمانوں کو اُسی سانچے میں ڈھالنے اور نصاریٰ کی تمدّن کے رنگ میں رنگنے کے درپے ہوگئے حتّٰی کہ جو نوجوان اُن کے ہاتھ آئے اُن کی زندگی کا طرز اُنہوں نے نصاریٰ کے مطابق کردیا۔ مسلمانوں کو نصرانی تمدن کیا فائدہ دیتا تباہی وبربادی کی رفتار روز افزوں ترقی کرنے لگی اور ان نئے پیشواؤں نے اس کو محسوس بھی کرلیا مگر دین سے ناواقفیت کی وجہ سے وہ اس طریق زندگی میں تبدیل کرنے سے تو وہ مجبور تھے بناچاری اپنے سکھائے ہوئے تمدّن کو مفید بنانے کے لئے اُنہوں نے اسلام سے مخالفت شروع کردی اور مسلمانوں سے اسلامی عادات چھڑانے اور نصاریٰ کے رنگ میں رنگنے کے درپے ہوگئے اور ایک حد تک مسلمانوں پر یہ زہریلا اثر ہوا بھی۔ ہمیں اُس غلطی کی تقلید کرکے اپنی ہستی مٹانا منظور نہیں اس لئے ہم اُسی نہج اور اُنہیں اصول پر کاربند ہوں گے جن پر ہمارے اسلاف عامل تھے۔ اُنہوں نے دنیا سے اپنی حیرت انگیز قوت وسطوت

وہ اصول وہی ہیں جو ہمیں شریعت ظاہرہ نے تعلیم فرمائی۔ تو ہمارا تمدن وہی ہونا چاہئے جو ہمیں شریعت نے تعلیم فرمایا۔ ہم کسی لیڈر کی رائے پر اپنی زندگی فدا کرنا نہیں چاہتے۔ ہمارا دستور عمل ہمارے شریعت کا قانون ہے۔ اب مَیں سب سے پہلے باہمی تعلقات کے مسئلہ پر تھوڑی بحث کرنا چاہتا ہوں جو اہم ترین مسائل میں سے ہے۔

باہمی تعلقات

اول باہمی تعلقات کا مسئلہ زیادہ غور طلب ہے۔ اس مسئلہ پر مدت ہائے دراز سے ارباب خرد اور رہنمایان قوم نے دماغ سوزیاں کی ہیں مگر اب تک کوئی کارآمد نتیجہ نہیں نکلا اور ایسی راہ ہاتھ نہیں آئی جس پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکتے۔ اتفاق و اتحاد کی صدائیں ہمیشہ ہی بلند کی جاتی ہیں ممبروں اور اسٹیجوں پر علما اور لیڈر سب اتحاد کی ترانہ سنجیاں کیا کرتے ہیں مگر وہ ایک دل خوش کن تقریر ہوتی ہے اس پر تھوڑی دیر کے لئے مجمع واہ واہ تو کہہ دیتا ہے مگر اس کا نتیجہ اگر نکلتا ہے تو جنگ جوئی اور مناقشت یعنی اتحاد کی تحریکوں کا تخم اختلاف بلکہ عناد کا پھل لایا کرتا ہے۔ اگر آپ مسلمانوں کی حالت پر نظر ڈالئے اور پچھلے زمانہ کو سامنے لائیے تو یہ حقیقت بے حجاب روشن ہو جائے گی بنصف صدی سے زیادہ عرصہ ہوتا ہے جب سے لیکچرار بلند آہنگیوں کے ساتھ اتحاد و اتفاق کے لیکچر دے رہے ہیں۔ مگر جس اسٹیج پر اتفاق کی مدح سرائی کی جاتی ہے اسی پلیٹ فارم پر دلدوز اور جگر شگاف الفاظ کے تیر و سناں سے ملک و قوم کے مقتدر اور باا‌ثر پیشواؤں کو ہدف و نشانہ بنایا جاتا ہے۔ طبقہ نے بہت سے اتحاد کے وعظ کہے مگر ان کے ساتھ ساتھ کے اور صدقہ خوار نکمے بنا کر ان کو اور ان کی جماعتوں کو زبان سے بہت ستایا ان کے وقار کم کرنے کی پوری کوششیں کیں۔ اتفاق کا وعظ کہہ کر جلسے سے باہر آئے تو عام مسلمانوں کے سلام کا جواب دینا ان کو اپنی کسر شان معلوم ہوتا تھا۔ پھر وہ اتفاق کا وعظ کیا اثر کرتا۔ اس کا ثمرہ یہی ہوا کہ علماء کے عقیدت مند ان کی بدگوئی اور بیجا جملوں سے آزردہ خاطر ہو کر ان سے متنفر ہو گئے۔ اور قوم میں اس اتفاق کی صدا نے بجائے اتحاد کے ایک نئے تفرقہ کا اور اضافہ کیا۔

خلافت کمیٹی کے عروج واقبال کے زمانہ میں جب اتحاد اتنا ضروری سمجھا گیا کہ اس کے حدود وسیع کرنے کے لئے مذہب کی شہر پناہ کو منہدم کرنا ناگزیر خیال کیا گیا اور اس اتحاد کے لئے ہندوؤں کی طرف سے اس طرح ہاتھ بڑھایا گیا جس سے اپنے مذہبی امتیازات چھوڑنا پڑے۔ سورت کے ایک پیر نے اپنے مریدوں سے ساٹھ ہزار گائیں چھین کر گئو رکھشا کی تھی۔ نام آور لیڈروں نے قشقے لگائے۔ گلال اوڑائے۔ ہولیاں کھیلیں۔ جے پکاری۔ ارتھی اٹھائی ہنود کے سرغنہ متعصبوں کو مسجدوں میں ممبروں پر بٹھایا۔ گائے کے گوشت کے خلاف کتابیں لکھیں رسالے تصنیف کئے۔ ناکردہ گناہ مسلمانوں کو ہندوؤں کی خاطر مجرم قرار دیا مویلوں پر اظہار نفرت کیا گیا۔ اعلاء کلمۃ اللہ یعنی کلمہ اسلام پڑھانے کو جرم قرار دیا گیا۔ نومسلمانوں کو ان کی مرضی کے خلاف دوبارہ کافر ہو جانے پر زور دیا۔ یہ اور اس سے زیادہ بہت کچھ ہوا ہندوؤں کی یہاں تک خاطر کی گئی۔ لیکن مسلمانوں کے پیشواؤں اور اسلام کے مقتدر اور بااثر علماء و افاضل کو بالخصوص ایسی ہستیوں کو جن کی درجہ کے زہد وریاضت میں بسر ہوتی لمحہ لمحہ خدمت دین میں گورنمنٹ کا آدمی اور ترکوں کا بدخواہ کہا گیا۔ تقریروں میں تحریروں میں اُن پر پھبتیاں پھینکی گئیں آوازے کسے گئے۔ پبلک کو اُن کی مخالفت پر اُبھارا گیا۔ اُن کی عافیت تنگ کردی گئی اُن کی زندگی تلخ کر ڈالی گئی اُن پر طرح طرح کے بہتان باندھ کر اُن کی آبروریزی کی کوششیں کی گئیں مسلمانوں کی جماعتیں جو اُن کے ساتھ تھیں اُن کو انگشت نما بنایا گیا۔ ان کی اہانتیں کی گئیں۔ اخباروں میں اُن کے خلاف ہتک آمیز مضامین لکھے گئے غرضیکہ اُن کے لئے پناہ کی جگہ نہ چھوڑی گئی۔ ہر عالم اور شیخ جو اپنے دین پر مستقل تھا یہ سمجھتا تھا کہ اُس کو دین پر قائم رہ کر آبرو بچا لینا اور اپنی جان و مال کی حفاظت کرنا سخت دشوار ہے ان علماء کے ساتھ جو جماعتیں تھیں ان کے قلوب کو کتنے صدمے پہنچے کیسی تکلیفیں ہوئیں پھر بتائیے کہ جہاں ہندوؤں کو ملانے کے لئے مذہبی شعار و امتیازات کو قربان کر دیا جائے اور مسلمانوں اور

اُن کے پیشواؤں کے ساتھ یہ معاندانہ طرزِ عمل ہو وہاں اتفاق کا پودا کبھی نشوونما پا سکتا ہے۔ ایک فریق سے جنگ ٹھان لینا اور اس پر تبرا و لعنت اپنا مذہب قرار دے لینا جس قوم کے اصول میں داخل ہو وہ اتفاق میں کس طرح کامیاب ہو سکتی ہے۔ انگریزوں کے مقابلہ کا تو نام مگر مخالفت علماء سے تھی۔ مسلمانوں کے کالجوں اور اسکولوں سے تھی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے تھی۔ خان بہادروں پر لعنتیں تھیں۔ آنریری مجسٹریٹوں پر تبرے تھے تو کیا یہی طرزِ عمل اُن لوگوں کے قلوب کو اپنی طرف مائل کر سکتے تھے۔ اس پر نظر کرنا تو ان صاحبوں کے مقاصد ہی میں نہ تھا۔ کہ کون سا ہے اور کونسا ناجائز مگر دوش بدوش کام کرنے والی بھی وہ اس نتیجہ تک نہ پہنچ سکے کہ آپس کا اتفاق ضروری چیز ہے اور وہی ممکن بھی ہے اور اسی پر کوئی ثمرہ مرتب ہو سکتا ہے۔ ہندوؤں میں بھی فرقے ہیں اُن میں کوآپریٹر بھی ہیں حکام رس گورنمنٹ کے خطاب یافتہ اور کونسل کے ممبر بھی ہیں ہندوؤں نے اُن سے جنگ نہ کی نہ اُن کو سب وشتم کیا نہ اُن کے ساتھ وہ طرزِ عمل اختیار کیا جو ہمارے لیڈروں اور کمیٹی کے مولویوں اور جمعیۃ العلماء کے اراکین نے۔ شیعوں کے یہاں خاص مجلس میں بند مکان میں تبرا کہا جاتا ہے لیکن ان صاحبوں کی مجالس اعلان کے ساتھ عام جلسوں میں پبلک تقریروں میں اخباری تحریروں میں علماء اسلام اور پیشوایان دین اور امراء و رؤسا پر تبرے کئے جاتے ہیں۔ اب اس قدر اور غور کر لینا ہے کہ مسلمانوں کے اُس طبقہ کو چھوڑ کر جس پر جمعیۃ العلماء اور خلافت کمیٹی نے لعن طعن کرنا اپنا شیوا بنا لیا تھا۔ باقی وہ طبقے جن کو ان جماعتوں نے اپنے ساتھ شریک عمل کیا تھا اُن میں بھی باہم اتفاق و اتحاد ہو سکا یا نہیں۔ جو لوگ ان جماعتوں کے حالات سے باخبر ہیں انہیں خوب معلوم ہے کہ ان جماعتوں میں بھی بہت سی فرقہ بندیاں ہیں اور ایک گروہ دوسرے کے شکست دینے کی فکر میں رہتا ہے ہر ایک کو اپنا تفوق اور اپنا ہی اثر مقصود ہے اور درحقیقت بہت سے فرقوں کا اس میں رسوخ پانا ہی اس فساد کا موجب

ہوا۔ ہر ایک فرقے نے اپنے مخالف کو نقصان پہنچانے کے لئے بہت اچھا موقع سمجھا اور وقت کو غنیمت جان کر خوب دل کے بخار نکالے الحاصل اتفاق کے علم کے نیچے بہت سے نئے اختلاف پیدا ہوئے۔ خلافت کمیٹی اور جمعیتہ العلماء کا اعتبار جاتا رہا اب ہمیں یہ غور کرنا ہے وہ کونسی غلطی ہے جس نے گذشتہ زمانہ میں مدعیان اتحاد کو منزل مقصود تک نہ پہنچنے دیا تاکہ ہم اُس سے اجتناب کریں اور حقیقی اتحاد سے فائدہ اُٹھا سکیں۔

اتفاق کا اصل الاصول

سب سے بڑی اصل جن کو پیش نظر رکھنا تمام مسائل پر مقدم ہے وہ یہ غور کر لینا ہے اتفاق ممکن ہے اور اُن کے جمع ہونے سے حسب مراد نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے اگر ہم نے یہی غور نہ کیا اور اتفاق کی صدا اٹھاتے رہے تو وہ بے سود ہو گی اور ہماری تمام کوششیں رائیگان جائیں گی۔ جن دو فردوں میں منافات یا مضادت تامہ ہو اُن کے جمع کرنے کی ہوس محض اغلاط اور ناممکن کو ممکن بنانے کی سعی ہے۔ بیشک دو گھوڑوں کو ایک گاڑی میں جوڑ کر زیادہ وزن کھینچا جا سکتا ہے۔ لیکن بکری اور بھیڑیئے کو ایک جگہ جمع کر کے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ چاول اور دال ملا کر ایک تیسری چیز بنائی جا سکتی ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہر دو چیزیں مل کر تیسری چیز کے وجود کی مفید ہوتی ہیں اور اُن دونوں کی ہستی تنہا جو فائدہ پہنچا سکتی تھی یہ مرکب اس سے زیادہ منافع ہو سکتا ہے۔ بیشک جہاں مضادۃ و منافات نہ ہوں وہاں یہ فائدہ حاصل ہو سکتا ہے اور جہاں یہ ہو وہاں ایک ایک چیز تنہا جیسا کام دے سکتی ہے جمع کرنے سے وہ بھی باطل ہو جاتا ہے ایک خرمن کو آگ کے ساتھ جمع کیجئے تو ان دونوں کے ملنے سے کوئی کارآمد ہستی نہیں پیدا ہو گی بلکہ غلہ کی کارآمد ہستی بگڑ جائے گی اور وہ خاکستر ہو جائے

گا اس لئے ہمیں سب سے پہلے یہ تحقیق کر لینا ہے کہ جن دو فردوں کو ہم ملا رہے ہیں اُن کا ملنا کوئی اچھا نتیجہ رکھتا ہے یا یہ ملاپ ان دونوں کی یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی ہستی کو فنا کر ڈالنے والا ہے۔ ہندوؤں کے ساتھ اتحاد میں بلند آہنگیاں کی گئیں اور جمعیۃ العلماء کے جری فاضلوں نے ہندوؤں سے وداد و اتحاد کے جواز پر آیات پڑھنا شروع کر دیں۔ اور آیات قرآنیہ کو اپنے مدعا کیلئے بے محل پیش کیا باوجودیکہ قرآن پاک میں صراحت تھی کہ یہ اتحاد ممکن نہیں اور اس کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں تباہ کن ہے۔ یَااَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ اے ایمان والو اپنے غیروں کو رازدار نہ بناؤ (کیا پاکیزہ اور کار آمد نصیحت تھی کاش ہم عمل کرتے) لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وہ تمہاری نقصان رسانی میں درگزر نہ کریں گے (ملاحظہ فرمالیجئے ایسا ہی ہوا) وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ تمہاری ایذا رسانی اُن کی آرزو ہے۔ (اب تو تجربہ ہوا) قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اُن کی دشمنی اُن کی باتوں سے ظاہر ہو چکی (یاد کرو گاندھی کا قول کہ ہندو بزدل نہ بنیں اور یہ قول کہ ہندوؤں کا غصہ انگریزوں کی تلوار کے نیچے دبا ہوا ہے ورنہ گائے بزور شمشیر چھڑائی جا سکتی ہے) وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ " اور جو اُن کے سینے چھپا رہے ہیں وہ اور بڑا ہے (اب دیکھئے جو اس وقت سینوں میں چھپی ہوئی تھی وہ کیسی بڑی نکلی اب ہزار ہا مسلمانوں کا خون کرا کر بھی سمجھ جاؤ تو غنیمت) قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ ہم نے تمہارے لئے نشانیاں واضح کر دیں اگر تم عقل رکھو (مگر اُس وقت آپ کچھ نہ سمجھے ہندوؤں کی محبت ہی کے گیت گاتے رہے کہئے آپ عاقلوں میں تھے یا نادانوں میں اب تو عاقل بنو) هَا اَنْتُمْ اُولَاءِ تُحِبُّوْنَهُمْ یہ تو تم ہو کہ اُن سے محبت کرتے ہو (اور اُن کی محبت میں اپنے حقیقی بھائی مسلمانوں کو چھوڑتے ہو اور دین اسلام کے شعائر ترک کرتے ہو اور اپنے کو لالہ اور پنڈت تک کہلواتے ہو) وَلَا یُحِبُّوْنَكُمْ ۝ اور وہ تم سے محبت

نہیں کرتے (اب دیکھ لیا کہ قرآن پاک کا ارشاد کہ وہ خون کے پیاسے اور جان کے دشمن نکلے) وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتَابِ كُلِّهٖ حالانکہ تم پوری کتاب پر ایمان رکھتے ہو

وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ

جب تم سے ملیں کہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب تنہائیوں میں جائیں تو تم پر غصہ سے پورے چبادیں ۔ (یہ چال اور باقی رہ گئی ہے کہ اپنے آپ کو مومن بتاکر پھر تمہیں دھوکا دیں۔ اور سنتے ہیں کہ بعضے کفار نے اسی زمانہ میں ایسا کیا بھی) قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ کہہ دیجیے کہ تم اپنے غصہ میں مرو اللہ دلوں کے بھید جانتا ہے (کاش مسلمان اس تعلیم الٰہی پر یقین کرتے تو بے شک ہندوؤں کی مراد پوری نہ ہوتی اور آج انہیں اپنے غصہ میں جل مرنا ہی نصیب ہوا) اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ اگر تمہیں بہتری چھو بھی جائے تو انہیں ناگوار ہو (دیکھ نہ لیا مصطفےٰ کمال پاشا کی کامیابی پر کسی ہندو نے دو کوڑی کا چراغ نہ جلایا اور ظاہری ملمع کاری کے طور پر بھی اظہار سرور گوارا نہ کیا) وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ط اگر تمہیں کوئی برائی پہنچے اُس سے خوش ہوں (آج دیکھئے آپ کے پٹنے مارے جانے سزا پانے پر کس قدر خوشیاں منائی جارہی ہیں۔ فرمایا گیا تھا ہو بہو ہوکر رہا) ایک آیت میں یہ ارشاد فرمایا وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا تمنا ہے کہ ان کی طرح تم بھی کافر ہو جاؤ۔ (دیکھئے شدھی کی سرگرمیاں کہیں بھی کسی خبر کو واقعات سے کچھ بھی تفاوت ہوا اور کیوں کر ہو سکتا ہے اللہ علیم وخبیر ہے مگر افسوس مشرکین کو لوگ پیشوا بنلتے رہے اور اُن کی ہر بات کے سامنے سرِ نیاز جھکایا اور قرآن پاک کی آواز پر کان نہ رکھا ورنہ کیوں یہ روزِ بد دیکھنا نصیب ہوتا قرآن پاک نے بتادیا تھا کہ کفار سے اتحاد وودا د ناممکن ہے اور ان پر اعتبار و اعتماد تباہی و بربادی کا سبب ہے تو اتحاد کی راہ میں یہ سخت غلطی تھی جس کی پاداش میں اُن نتائج کا مرتب ہونا ناگزیر

تھا جو آج سامنے ہے۔ اب ثابت ہو گیا کہ اتحاد و اتفاق کی کوششوں میں کفار کے ملانے کا خیال ایسا ہی ہے جیسا روئی کے ساتھ آگ جمع کرنے کا ارادہ اس غلطی سے تو ہوشیار ہونا چاہیئے اور عقل درست ہو تو تجربہ کے بعد اب کبھی ایسی خطا میں بتلانہ ہوں۔ حدیث شریف میں وارد ہوا لَا يُلدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ مسلمان ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا یعنی مومن کو ایک مرتبہ دھوکا کھانے کے بعد ایسی بیداری ہو جانی چاہیئے کہ پھر وہ اس قسم کی غلطی میں مبتلا نہ ہو۔

مختلف مذاہب اور مدعی اسلام فرقوں کے ساتھ اتحاد

اب یہ مسئلہ اور غور طلب ہے کہ جو فرقے باطل اور اہل ہوا ہیں بعض ان میں سے گمراہ ہیں بعض مرتد جو کفر کی سرحد میں داخل ہو چکے ہیں ان فرقوں کے ساتھ اتحاد کیا جائے یا نہ کیا جائے لوگ کہتے ہیں کہ ضرورت کا وقت ہے کفار کا مقابلہ ہے آپس کی مخالفتوں پر نظر نہ کرنا چاہیئے۔ سب مل کر کوشش کریں"۔ درحقیقت یہ بہت بڑی غلطی ہے اور حامیان اتفاق ہمیشہ اس کے مرتکب رہے ہیں اور اسی وجہ سے انہیں کبھی اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہو سکی۔ شیعہ باہم متفق ہو جاتے ہیں اور اُن کی آل انڈیا کانفرنسیں کام کرتی رہیں وہ اپنا شیرازہ درست کر لیتے ہیں اور اُس وقت سنی یا کسی اور فرقہ کی طرف نظر بھی نہیں کرتے غیر مقلد متحد ہوتے ہیں ان کی آل انڈیا اہلحدیث کانفرنسیں قائم ہوتی ہیں وہ آپس میں نظم و ارتباط کے رشتے مضبوط کرتے ہیں اور دوسرے کسی گروہ کی پرواہ بھی نہیں کرتے۔ دیو بندی وہابی اپنی جمعیتیں بنا کر اپنا کام کرتے رہیں۔ قادیانی باہم متحد ہو کر ایک مرکز پر مجتمع رہتے ہیں۔ یہ سب اپنے اپنے کام میں چست اور اپنے نظام کو استوار کرنے میں مصروف ہیں اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہوتے ہیں کسی کا سہارا نہیں تکتے لیکن ہمارے سُنی حضرات جو بفضلہ تعداد میں تمام فرقوں کے مجموعہ سے قریب

قریب آٹھ گنے زیادہ ہیں نہ ان میں نظم ہے نہ ارتباط نہ کبھی ان کی کوئی آل انڈیا کانفرنس قائم ہوئی نہ اپنی شیرازہ بندی کا خیال آیا انہیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی ہمت ہی نہیں اگر کبھی اپنی درستی کا خیال آیا تو اس سے پہلے اغیار پر نظر گئی اور یہ سمجھا کہ وہ شامل نہ ہوئے تو ہم کچھ نہ کر سکیں گے باوجودیکہ اگر صرف یہی باہم متحد ہوجائیں اور چھ کروڑ کی جماعت میں نظم قائم ہو تو انہیں اُن کی کچھ حاجت ہی نہیں بلکہ اُسوقت ان کی شوکت دوسرے فرقوں کو ان کی طرف مائل ہونے پر مجبور کرے گی۔ اور یہ اختلافات کی مصیبت سے بچ کر اپنے اتحاد و انتظام میں کامیاب ہوسکیں گے۔ لیکن افسوس تمام چھوٹے چھوٹے قلیل التعداد فرقوں نے اپنے اپنے حدود محفوظ کر لئے اور اپنی شیرازہ بندی و اجتماع سے دنیا میں اپنی ہستی اور زندگی کا ثبوت دے دیا۔ غیر ممالک میں اُن کی آوازیں پہنچنے لگیں مگر ہمارے سُنی حضرات کے دل میں جب کبھی اتفاق کی اُمنگیں پیدا ہوئیں تو اُنہیں اپنوں سے پہلے مخالف یاد آئے جو رات دن اسلام کی بیخ کنی کے لئے بے چین ہیں۔ اور سُنیوں کی جماعت پر طرح طرح کے حملے کرکے اپنی تعداد بڑھانے کے لئے مضطر اور مجبور ہیں۔ ہمارے برادران کی اس روش نے اتحاد و اتفاق کی تحریک کو بھی کامیاب نہ ہونے دیا کیونکہ اگر وہ فرقے اپنے دلوں میں اتنی گنجائش رکھتے کہ سُنیوں سے مل سکیں تو علیحدہ ڈیڑھ اینٹ کی تعمیر کرکے نیا فرقہ ہی کیوں بناتے اور مسلمانوں کے مخالف ایک جماعت کیوں بناتے وہ تو حقیقتاً مل ہی نہیں سکتے اور صورۃً مل بھی جائیں تو ملنا کسی مطلب کے لئے ہوتا ہے جس کے حصول کے لئے ہر دم نیش زنی جاری رہتی ہے۔ اور اس کا انجام جدال و فساد ہی نکلتا ہے۔ یہ تو تازہ تجربہ ہے کہ خلافت کمیٹی کے ساتھ ایک جماعت جمعیۃ العلماء کے نام سے شامل ہوئی جس میں تقریباً سب کے سب یا بہت سے زیادہ وہابی اور غیر مقلد ہیں نادر ہی کوئی دوسرا شخص ہو تو ہو۔ اس جماعت نے خلافت کی تائید کو تو عنوان بنایا۔ عوام کے سامنے نمائش کے لئے تو یہ مقصد پیش کیا۔ مگر کام اہلِ سنت کے رد اور ان کی بیخکنی

کا انجام دیا اپنے مذہب کی ترویج اس پر دو میرے پاس جناب
مولانا مولوی احمد مختار صاحب صدر جمعیۃ العلماء صوبہ بمبئی کا ایک خط آیا ہے جو انہوں نے مدارس کا دورہ فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ وہابی اس صوبہ میں اس قومی روپیہ سے جو ترکوں کے دردناک حالات بیان کر کے وصول کیا گیا تھا اب تک دو لاکھ تقویۃ الایمان چھاپ کر مفت تقسیم کر چکے ہیں۔ اب بتائیے کہ ان جماعتوں کا ملانا زر دائوں دردسر خریدن ہوا یا نہیں اپنے ہی روپیہ سے اپنے ہی مذہب کا نقصان ہوا۔ الغرض دوسرے فرقے ہم سے کسی طرح نہیں مل سکتے ملیں تو دھوکا ہے جس سے ہمیں اور ہمارے مذہب کو سخت مضرت و نقصان پہنچتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کتنا بڑا نقصان ہے کہ ان کی بدولت کروڑوں سُنی چھوٹ جاتے ہیں جو ان کے شامل ہونے کی وجہ سے علیحدہ رہتے ہیں۔ مگر اب تک یہی رہا کہ سُنیوں کی کثیر تعداد کو چھوڑا گیا اور ان مختلف فرقوں کے ملانے کی کوشش کی گئی جس میں مختلف قسم کے درندے ہیں کہ ان کے جمع کرنے سے بجز فتنہ اور فساد کے کچھ حاصل نہیں۔ اتفاق کی کوششوں میں ناکامی کا اصل راز یہی ہے اور اسی وجہ سے حامیان اتحاد سات کروڑ مسلمانوں کے اجتماع سے اب تک محروم رہے بشریعت طاہرہ نے ان گمراہ فرقوں کے ساتھ اتحاد کی اجازت نہیں دی بلکہ اُن سے جُدا رہنے اور اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے۔ حدیث قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَۃٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی ھَدْمِ الْاِسْلَامِ جو مبتدع کی توقیر کرے وہ اسلام کے ڈھانے پر مدد کرتا ہے۔ دوسری حدیث شریف میں ہے لَا تُجَالِسُوْا ھُمْ وَلَا تُشَارِبُوْھُمْ وَلَا تُوَاکِلُوْھُمْ۔ اُن کے ساتھ مجالست وہم نشینی نہ کرو نہ اُن کے ساتھ مواکلت و مشاربت کھانا پینا کرو۔ ایک اور حدیث میں ہے
مَنْ جَاھَدَھُمْ بِیَدِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِلِسَانِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِقَلْبِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَلَیْسَ وَرَاءَ ذَالِکَ مِنَ الْاِیْمَانِ حَبَّۃُ خَرْدَلٍ۔ جس نے ان سے اپنے ہاتھ سے

جہاد کیا وہ مومن ہے اور جس نے اُن پر اپنی زبان سے جہاد کیا وہ مومن ہے اور جس نے اُن پر اپنے دِل سے جہاد کیا وہ مومن ہے اور اس کے ماسوا رائی کے دانہ برابر ایمان نہیں۔
قرآن پاک میں ارشاد فرمایا لَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ یاد آنے پر ظالم قوم کے ساتھ مت بیٹھو تفسیر احمدی میں ہے اِنَّ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ يَعُمُّ الْمُبْتَدِعَ وَالْفَاسِقَ وَالْفَاجِرَ وَالْقُعُوْدُ مَعَ كُلِّهِمْ مُمْتَنِعٌ کہ قوم ظالم بدعتی فاسق فاجر سب کو عام ہے اور سب کے ساتھ ہم نشینی ممنوع ہے۔
علاوہ بریں صدہا نصوص سے بصراحت ثابت ہے کہ فرق ضالہ اور مبتدعہ کے ساتھ اتفاق وارتباط ممنوع وناجائز ہے۔ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پردہ فرمانے کا وقت اسلام پر ایسا نازک وقت تھا کہ پھر ایسا نازک وقت قیامت تک کبھی نہ آئے گا خود حضور اقدس کی مفارقت اتنا بڑا صدمہ تھا جس نے صحابہ میں تاب وتواں باقی نہ چھوڑی تھی شب وروز رونا اور بیقرار رہنا اُن کا معمول تھا استیلائے غم کی یہ کیفیت کہ رفقاء سامنے آئیں سلام کریں اور انہیں مطلق خبر نہ ہو ادھر دشمنانِ اسلام نے سمجھ لیا کہ اب وقت ہے وہ تیغ وسناں سنبھال کر تیار ہو گئے دنیا کے تمام کفار اسلام کے ساتھ عداوت کی موجیں مارنیوالا دل سینوں میں رکھتے تھے غیظ وغضب میں آپے سے باہر ہو گئے اس وقت ایک جماعت نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اسلام نوعمر ہے اس کے مربی پیشوا نے ابھی پردہ فرمایا ہے۔ رفقاء غم سے بیتاب ہیں دشمن شمشیر بکف ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا نازک وقت ہو گا اُس وقت صدیق اکبر پالیسی پر عمل نہیں کرتے کہ سب کو ملالیں یا غلط کاریوں پر صبر کر کے خاموش ہو جائیں اور دشمنوں کی قوت کے اندیشہ سے کسی سے کوئی باز پرس اور دارو گیر نہ کریں۔ بلکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پہلا جانشیں اُس حالت سے ذرا مرعوب نہیں ہوتا اور نہایت ہمت واستقلال اور جرأت وشجاعت کے ساتھ اس قوم کے خلاف جہاد وقتال کا اعلان فرما دیتا ہے جس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا اس کا

یہ اثر ہوتا ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قوم پر غلبہ حاصل ہونے کے ساتھ کفار پر بھی اقتدار حاصل ہوتا ہے اور خلیفۂ رسول کا یہ استقلال ان کی ہمتیں توڑ دیتا ہے۔ آخر کار صحابہ کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اور واقعات ثابت کرتے ہیں کہ خلیفۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس فیصلہ میں حق پر ہیں تو آج مسلمان طاہرہ اور پیشوایانِ کا اتباع چھوڑ کر ان کے خلاف راہ چل کر کس طرح منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں جس چیز کو شریعت نے ناجائز کیا اس سے کوئی فائدہ کیونکر مقصود ہو سکتا ہے اور کوئی موافق مدعا نتیجہ کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ لہذا اتفاق کی کوشش کے لئے ہمیں سب سے پہلے اس اصل اعظم کو اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے کہ ہمیں اہلسنت کے ساتھ اتفاق کرنا اور انہیں ایک رشتہ میں مربوط کر کے اُن کی منتشر قوت کو یکجا کر لینا ہے یہی ہمیں مفید ہے اور خدا میسر کرے اور ہم اس مقصد میں کامیاب ہو جائیں تو آج سات کروڑ مسلمانوں کی کثیر تعداد ایک متحدہ قوت نظر آئے اور دوسرے چھوٹے فرقے اس کی شوکت و قوت دیکھ کر خود اُس میں ملنے کی کوشش کریں اور ہماری اکثریت انہیں مفسدانہ خیالات سے باز آنے پر مجبور کر دے۔ اور حقیقی اتحاد اور اُس کے نفیس برکات دنیا کی قوموں کو نظر آ جائیں۔ اس لئے سب سے پہلے یہ اصل اعظم مدنظر ہونا چاہیے۔ اب میں اُن اختلافات پر بھی تھوڑی بحث کرنا چاہتا ہوں جن سے چشم پوشی کرنا اتفاق کے لئے لازمی اور ضروری ہے۔

تفرقۂ اقوام

مختلف مذاہب ملا کر ہرگز ایک نہیں کئے جا سکتے مذہبی جذبات کو بالکل نہیں۔ کسی قوم کا اپنے مذہبی خصوصیات و امتیازات کو آپ کے اتفاق پر فدا کر دینا بالکل نامتصور۔ ایسی ناممکن بات کے لئے تو بارہا کوششیں کی گئیں وہ اختلاف جو مسلمانوں کے شیرازہ کو درہم برہم کرتا ہے اور جس کی بنیاد تکبر و غرور اور نفسانیت و خودنمائی کی زمین میں رکھی

گئی ہے اُس کو دور کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی گئی مسلمانوں کے درمیان شریعت طاہرہ نے عقائد و اعمال سے تو امتیاز قائم کیا ہے لیکن پیشہ اور حرفت و نسب کو ذریعہ جدال نہیں بنایا. آج ایک مسلمان جو بدمذہب بے دین کافر تک کے لئے آغوش محبت روا رکھتا ہے اپنے حقیقی بھائی سے ملنے کے لئے تیار نہیں اگر وہ سبزی بیچتا ہے یا کپڑا بنتا ہے تو مسلمانوں کو مختلف قوموں میں تقسیم کرنا اور انہیں حقارت و نفرت کی نگاہوں سے دیکھنا وہ سلام کریں تو تیوری میں بل ڈالنا اتفاق کے لئے سم قاتل ہے اور جب تک یہ خصلت موجود ہے اس وقت تک اتفاق کی طمع سعی لا حاصل ہے. اسلام کی قدر کرنیوالا کب پیشہ اور حرفہ اور شان و صورت اور نسب و نام پر نظر ڈالتا ہے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رومی حبشی کو بلال حبشی کے قدموں پر نثار کر دیتے ہیں اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں متکبر رسائی سے محروم رہتے ہیں جو غریبوں کے ساتھ بیٹھنے میں عار کرتے تھے. مگر مسلمانوں نے ہندوستان میں آکر ہندوؤں کی خصلت اختیار کی جیسے اُن میں قومی تفرقے تھے. اور وہ چھوٹی قوموں کو کتوں سے زیادہ ذلیل جانتے ہیں. کتا اُن کے چوکے میں آجائے تو چوکا ناپاک نہ ہو گا مگر چھوٹی قوم کا آدمی چوکے میں آنا درکنار اس قابل بھی نہیں کہ صبح اُنہیں مُنہ دکھا سکے سفر کے وقت. دھوبی کا سامنے آنا اُن کے اعتقاد میں سفر کی ناکامی کی دلیل اور فال بد ہے اسی کی نقل مسلمان کر رہے ہیں کہ پابند شریعت راسخ العقیدہ مسلمان غربت و افلاس کی وجہ سے ذلیل و خوار سمجھے جاتے ہیں ان کا نام کمین رکھا جاتا ہے. اُن کو مجلس بلکہ بعض انسانی حقوق تک سے محروم کیا جا رہا ہے. اِن نخوت شعار کا عمل اُن اسلامی بھائیوں کے دلوں پر نوک نشتر سے زیادہ المناک گھاؤ کرتا ہے اُن کا دل اس برتاؤ سے پھٹ جاتا یہ انہیں حقیر و ذلیل دیکھتے ہیں. وہ ان سے ٹوٹ جاتے ہیں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اُن کے دلوں میں ان کی ہمدردی نہیں رہتی قرآن پاک میں ارشاد ہوا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ تم میں زیادہ کرامت والا اللہ کے نزدیک

تمہارا بڑا پرہیز گار ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا اِنْ اَوْلِیَآئُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ میرے اولیا میرے دوست صرف پرہیز گار ہی ہیں۔ قرآن پاک تو پرہیز گاروں کو اشرف اکرم خدا کا دوست اُس کا ولی بتاتا ہے مگر آج مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ خدا کے پرہیز گار متقی نیک بندوں کو اُن کے حرفہ اور پیشہ کی وجہ سے کمین اور ذلیل کہتے ہیں۔ اور فاسقوں فاجروں کو بدکاروں رشوت لینے اور سود کھانے والے ظالموں کو شریف مان لیتے ہیں اقوام کے یہ تفرقے اور اہل حرفت کو حقارت کی نظر سے دیکھنا مسلمانوں کے اجتماع و اتحاد کے لئے زہر ہلاہل ہے اگر آپ اجتماعی قوت حاصل کرنا چاہتے ہیں اور جماعتی طاقت سے زبردست ہو کر دنیا کی قوموں میں عزت و وقار کی زندگی آپ کا مقصود ہے تو اپنے چھوٹوں کو بڑھایئے۔ چھوٹوں کو ملایئے گروں کو اٹھایئے، ہمارا ہر بھائی خواہ وہ کوئی پیشہ کرتا ہو ہماری نگاہ میں دنیا کے تاجوروں سے زیادہ عزیز اور پیارا ہے۔ اُس کو دیکھتے ہی ہمارا چہرہ شگفتہ ہو جانا چاہیئے۔ یہ کس قدر افسوسناک ہے کہ ایک مسلمان کے پاس دوسری قوم کا کوئی شخص آتا ہے تو وہ اس کا اکرام اور اکرام میں یہ مبالغہ کرتا ہے کہ اپنی جگہ اس کیلئے چھوڑ دیتا ہے لیکن اگر ایک غریب مسلمان اُس کے پاس پہنچتا ہے تو اُس کو ان کی مجلس میں باریابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اپنوں کو جو قوم اغیار سمجھتی ہو اور اغیار کے ساتھ یگانوں سے زیادہ سلوک کرتی ہو وہ کس طرح دنیا میں کامیاب زندگی بسر کر سکتی ہے۔ ہمیں تو یہ کرنا چاہیئے اور اس منافرت کو جلد سے جلد دور کرنا چاہیئے جو ہماری بربادی کا باعث ہے اگر آپ اپنے چھوٹوں کو سینہ سے لگائیں گے تو آپ کو سر اور آنکھوں پر بٹھائیں گے اگر آپ اُن سے محبت کا برتاؤ کریں گے۔ تو وہ آپ پر دل و جان قربان کر دیں گے حرفے اور پیشہ کو ذلیل نہ سمجھو یہ تمہاری کامیابی کا راز ہے۔ اگر آج ہم میں یہ بات نہ ہوتی تو ہم میں صدہا گداگر اور چور اچکے بھی نہ ہوتے۔ پیشہ کرنا عیب قرار دیا جاتا ہے۔ اس سے شرم آتی ہے تو نوکری اور غلامی کی زندگی اختیار کرتے ہیں نوکری اور خدمت گاری میسر نہیں آتی تو چوری اور گداگری کے سوا چارہ ہی کیا ہے

خدارا ہوش میں آؤ اور تباہ کر ڈالنے والے غرور ترک کرو۔

باہمی سلوک

اس کے علاوہ مسلمانوں کے باہمی سلوک اس قدر خراب ہیں جو اُن کا شیرازہ درست نہیں ہونے دیتے جو عنایتیں اور محبتیں اپنے بھائیوں کے ساتھ لازم تھیں وہ سب اغیار کے لئے بے منت حاضر ہیں دوسرے کی دعوت اور اپنے درگزر ایک ایسی چیز ہے جو کریم النفس آدمی کی بہترین خصلت شمار کی جاتی ہے چھوٹی سی خطا دینے دوسرے کی غلطی یا زیادتی سے چشم پوشی کرکے اخوت و محبت کو محفوظ رکھنے اور غیظ و غضب کی آگ میں انس و محبت کا سرمایہ نہ پھونکے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مسلمانوں میں یہ صفت نہیں رہی ہے عفو و درگزر و نرو گذاشت کی خصلت ان سے کنارہ کر گئی ہے۔ ایسا نہیں یہ خصلتیں سب ہیں اور ضرور ہیں اور دنیا کی قوموں سے زائد ہیں لیکن بے محل صرف ہوتی ہیں عفو و درگزر ہندوؤں کے ساتھ صرف کی جاتی ہے یہاں تک کہ خون معاف کر دیئے جائیں لوٹ مار تاخت و تاراج سے چشم پوشی کر لی جاتی ہے اور حد سے گزر کر یہاں تک بھی نوبت پہنچ جاتی ہے کہ جوش محبت میں مذہبی حقوق سے دستبرداری کر لی جاتی ہے وہ ظلم کرتے ہیں اور یہ عاشق ناز بردار کی طرح اُس کو خوش دلی سے برداشت کرتے ہیں اور اعلان کر دیتے ہیں کہ تم جتنے ظلم کرو ہم کبھی تم سے پھرنے والے نہیں اُن کے لئے ان کی آغوش محبت واہی رہتی ہے لیکن حقیقی بھائی سے تن جاتے ہیں تو ایک پرنالے پر چار انگشت زمین پر مقدمہ چل پڑتا ہے اور ہائی کورٹ سے ادھر ختم نہیں ہوتا کوئی پنچایت اس کو طے نہیں کر سکتی صدہا نظیریں ہیں کہ دو بھائی ایک درخت پر لڑے اور ریاست ہندوؤں کے پاس پہنچ گئی دونوں نادار ہو گئے مگر اب ریاست کی جگہ باہمی عداوت ہے دولت کھو چکے تو ہر ایک دوسرے کی آبرو کے درپے ہے خود کچھ نہیں کر سکتے

تو چاہتے ہیں کہ دوسروں ہی سے بھائی کو ذلیل کرادیں۔ اب اُن اغیار کو جرأت ہوتی ہے۔ اور خود یہ بھائی صاحب بھی اغیار کی نظر میں وہی حیثیت رکھتے ہیں۔ مال بھی گیا دونوں کی آبرو بھی گئی اس طرح مسلمان اپنے سرمایہ اور اپنی آبرو کھوچکے ہیں۔ مگر افسوس کوئی تباہی موجب عبرت نہیں ہوتی۔ کوئی مصیبت بیدار نہیں کرسکتی اگر اتفاق کی خواہش ہے تو طبیعتوں کے طیش کم کیجیے غصہ پر اختیار پیدا کرکے آپس میں درگذر اور فروگذاشت کی عادت ڈالیئے اور اگر آپ کو اپنی طبیعت پر قابو نہ ہو تو اپنے معاملات دیندار مسلمانوں اور یا دین کے عالموں کو تفویض کیجئے اور اُن کے فیصلہ پر کہ درحقیقت وہ شرع مطہر کا فیصلہ ہوگا رضامند ہوجایئے اور نزاع ختم کرڈالیئے۔ مسلمانوں کی منازعت میں دوسرے مسلمانوں کو مصالحت کی انتہائی کوشش لازم ہے اگر دو مسلمان آپس میں لڑیں تو چاہیئے کہ اس درد سے محلہ کا محلہ بے چین ہوجائے اور جب تک ان میں صلح نہ کرالے چین سے نہ بیٹھے۔

باہمی اصلاح کی تدبیر

نماز کی پابندی کرو جماعتوں میں حاضر ہو اس سے تمہیں اپنے بھائیوں کے ساتھ ملنے اور ان کے حالات دریافت کرنے کا موقع ملے گا اور باہمی محبت زیادہ ہوگی اس پنجوقتہ اجتماع میں یہ لحاظ رکھو کہ اگر محلہ کے کسی مسلمان کو دوسرے سے ادنیٰ شکایت ہو تو دوسرے مسلمان درمیان میں پڑ کر اُس کو فوراً رفع کردیں اور اُس کے لئے اپنے تمام اثر کام میں لائیں۔ ہر مسلمان دوسرے کا خیر خواہ مداح ثناگر بھی ہو اور محتسب بھی اپنے بھائی کی ہر طرح حفاظت کرے دوسروں کی نظر میں ذلیل نہ ہونے دے۔ کسی بدی میں مبتلا پائے تو پوری قوت سے بچائے اخلاقی دباؤ اور محبت کی تاثیر وہ کام کرتی ہے جو سخت ترین سزاؤں سے نہیں نکل سکتا۔ سمجھانے کے لئے محبت کے لہجے اور خوشگوار طرز گفتگو کو اختیار کرو وہ انداز کلام بالکل ترک کردو جو دوسرے کو ناگوار ہو۔ تمہاری زبانیں شیریں ہوں۔ تمہاری باتیں پیاری ہوں تمہارا طرز عمل

محبت پیدا کرنے والا ہو یہ وہ تعلیم ہے جو اسلام دیتا ہے حدیث شریف میں وارد ہے اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ حضور اقدس علیہ الصلاۃ و السلام فرماتے ہیں مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمانوں کو ایذا نہ پہنچے دوسری حدیث شریف میں ارشاد فرمایا قُلْتُ مَا الْاِسْلَامُ قَالَ طِیْبُ الْکَلَامِ وَالْطِعَامِ حضور سے دریافت کیا گیا اسلام کی شان کیا ہے فرمایا خوش کلامی اور میزبانی ایک اور حدیث شریف میں ارشاد فرمایا اَنْ تُحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَتَكْرِهَ لَهُمْ مَا تَكْرِهُ لِنَفْسِكَ یعنی فضائل ایمان میں سے ہے کہ تو اور لوگوں کے لئے وہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور دوسروں کے لیے گوارہ نہ کرے جو اپنے لئے گوارہ نہ ہو ایک اور حدیث میں وارد ہوا ۔ اَنْ تَلْقَ اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِیْقٍ اپنے بھائی سے ملے تو کشادہ روئی کے ساتھ۔ اسلامی اخلاق پیدا کیجئے۔ اس خوشبو میں بس جایئے تو آپ پھول کی طرح سر چڑھلئے جائیں گے اور یوں اتفاق کے خالی لیکچر تھوڑی دیر کی واہ واہ اور زینت بزم کے سوا کچھ نفع نہیں رکھتے۔

مساجد کی انجمنیں

اب ضرورت ہے کہ ہم مساجد کی جماعت کو اپنی بہترین انجمن سمجھیں اور اس میں شریک ہو کر آپس کی محبت بڑھائیں بتوہ اخلاق پسندیدہ خصائل پیدا کرکے عملاً اتحاد و اتفاق کو نشوونما دیں۔ امام ہمارا صدر مجلس ہو تمام نمازی اراکین انجمن ہم تن واحد کے اعضاء کی طرح باہم مربوط اور ایک دوسرے کے ہمدرد و غمخوار اور معین و مددگار رہوں۔ اپنی درستی اور اپنے بھائیوں کی اعانت ہماری انجمن کا مقصد ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ اسلامی شوکت کا لطف آجائے۔ مسجدوں میں جماعتوں کے بعد اس پر غور کیا جائے کہ محلہ کا کون کون شخص نماز کے لئے حاضر نہیں ہوسکتا اُن کو حاضر کرنے کی کوشش کی جائے اور محلہ کا ہر شخص

اُس سے ملے اخلاق و محبت کے ساتھ مسجد میں حاضر نہ ہونے کا سبب دریافت کرے اور عدم حاضری اظہار افسوس کے ساتھ محبت آمیز لہجہ میں پابندی جماعت کی درخواست کرے اور یہ عمل جاری رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُس کو پابندی کی توفیق دے مگر یہ ملحوظ رہنا چاہیئے کہ اس ترغیب میں اپنی تعلی و تفوق اور اُس کی حقارت کا پہلو نہ نکلتا ہو۔ اماموں کی عظمت کی جائے۔ محلہ کے رہنے والے اپنی شادی و غمی کے کام باہمی مشورہ سے کریں۔ اور محلہ کا ہر شخص اخلاص کے ساتھ دوسرے کی شرکت و امداد کرے۔ غیبت اور بدگوئی ترک کر دی جائے۔ کہ یہ نفاق و عداوت کی بنیاد ہے۔ ہر مسلمان اپنے مذہبی فرائض ضروریات زندگی میں سب سے اہم و افضل سمجھے۔

اغیار کے ساتھ ہمارا برتاؤ

اس موقع پر میں یہ بھی صاف کر دینا چاہتا ہوں کہ دیگر مذاہب مختلف فرقوں اور دوسرے دین والوں کے ساتھ ہمیں کس طرح برتاؤ کرنا چاہیئے۔ اس وقت ہمیں اپنی درستی اور اپنے تحفظ کی فکر دامن گیر ہے ہماری تمام کوششیں اسی امر پہ مبذول ہیں کہ ہم اپنی بگڑی حالت کو بنالیں اور اپنی روز افزوں فلاکت کے سیلاب کو کسی طرح روکیں۔ ہمیں جس طرح بھی ممکن ہو امن کی زندگی بسر کرنا چاہیئے جھگڑے اور تنازع کا جس راہ میں خطرہ اور اندیشہ ہو اُس سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ مسلمان اس کے حامی ہیں۔ خدا کا شکر جہاں تک مجھے علم ہے کہ اب تک مسلمان ہند کے ہر مقام پر امن کے حامی رہے ہیں اور کہیں ان کی طرف سے فساد نہیں ہوا۔ واقعات پر بے رعایت رائے قائم کرنے والے ہندو بھی اس سے متفق ہیں۔ گو بعض ہندو پرست لیڈر جن کی زبانی ہندوؤں کا خریدا ہوا پریس ہے مسلمانوں کو بے وجہ موردِ الزام قرار دے اور اُن پر وہ غلط و بے بنیاد الزام لگائے جو ہندوؤں نے حربی حملوں کے ساتھ قلمی اور زبانی حملوں کے طور پر مسلمانوں پر کئے ہیں اور جو بالکل

واقعہ کے خلاف اور محض بے اصل ہیں میں نے اپنے مقدور تک تحقیقات بھی کی اور فساد کے مقامات پر خود بھی اس غرض کے لئے گیا اور اپنے عزیز قائم مقاموں کو بھی بھیجا جہاں تک تفتیش و تحقیق کے ذرائع میسر آسکے جستجو کی گئی یہی ثابت ہوا کہ مسلمان جنگ کے لئے تیار نہیں تھے اور انھوں نے لڑائی نہیں لڑی۔ ہندوؤں نے پوری تیاری اور آمادگی کے ساتھ رائے اور مشورے کرکے ایک منتظم مقابلہ کی تیاری کے بعد مسلمانوں پر حملہ کیا اور چونکہ وہ کام ایک مشورت کے ساتھ ہوتا تھا اُن کی مجلسیں اس کام کے لئے ایک وقت معین کرلیتی تھیں اُسی وقت تمام شہر میں مختلف مقامات پر ہندوؤں کے حملے شروع ہوجاتے تھے اور ہر مسلمان مباح الدم اور واجب القتل سمجھا جاتا تھا۔ مسافر۔ بچے۔ عورتیں۔ بوڑھے کمزور۔ بہادری کی مشق کے لئے سورماؤں کے تیر ستم کا نشانہ ہیں۔ مسلمان ایسے اچانک حملوں کی مدافعت بھی نہیں کرسکتے تھے۔ لامحالہ مسلمانوں کو جانی مالی ہر طرح کے نقصان اُٹھانا پڑتے ہیں۔ ہندو چونکہ پہلے سے تیار ہیں حملے کرنے سے پہلے ہی قانونی کارروائی کرنے کے لئے ان کی ایک مستقل جماعت تیار رہتی ہے۔ وہ مارتے بھی ہیں اور مسلمانوں کو مقدمہ میں ماخوذ بھی کرالیتے ہیں۔ طبقہ لیڈران تو اُن کا حق نمک اداکرنا فرض ہی جانتا ہے اُس کے علاوہ سودی قرض دبا دبا جن پر ہیں وہ مسلمانوں کے خلاف جھوٹی شہادتیں دے کر مسلمانوں کو پھنسوایا کرتے ہیں ہندوؤں کے اخبار ستم ایجاد خونخواروں کو مظلوم اور بے گناہ مظلوم مسلمانوں کو جفاکار ثابت کرنے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں اور یہ اُن کا قلمی حملہ ہوتا ہے ہندوؤں کی ہر ایک جماعت مسلمانوں کو ختم کرڈالنے کے خیال میں وقف ہوگئی ہے۔ جسے لٹھ چلانا آتا ہے وہ لٹھ سے جو آتشیں اسلحہ رکھتا ہے وہ اُن سے جو جھوٹی شہادت دے سکتا ہے وہ اپنی زبان سے جو حکام رس ہے وہ غلط بیانیوں اور جھوٹی شکایتوں سے قانون پیشہ مفت وکالت سے اہل قلم اور ایڈیٹر خلاف واقعہ خبروں اور شورش انگیز مضمونوں سے ہندوؤں کی چیرہ دستی اور ستمگاری انتہا تک پہنچا دینا چاہتے ہیں اور اس کو اپنے مذہب کی و اہل مذہب کی بہترین خدمت سمجھتے ہیں اُس مذہب کی جس

کی دوکان کا نمائشی سائن بورڈ اہنسا (بے آزاری) ہے۔ مسلمانوں کا حکام رس طبقے کچھ ہندوں کے میل جول رعایت مروت سے کچھ اُن کی اکثریت و قوت کے رعب سے کچھ اپنی مالی کمزوری سے ہندوں کے خلاف مسلمانوں کی تائید میں حکام تک سچے واقعات پہنچانے سے بالکل مجبور رہے۔ وہ عام مسلمانوں کے ساتھ اپنی بے تعلقی کا اظہار اور مصیبت زدہ ستم رسیدہ غریبوں کے درد دکھ کا بیان اپنے لئے خطرۂ آبرو سمجھتا ہے۔ مسلمان وکیل مفت تو کیا مقدمات کی پیروی کریں کافی محنتانہ لے کر بھی بے پروائی کر جاتے ہیں اور اپنی بداخلاقیوں سے ستم کش تباہ شدہ مسلمانوں کو اور زیادہ پریشان کرتے ہیں غرض کوئی صورت نہیں ہوتی کہ مسلمان قانون سے بھی فائدہ اُٹھا سکیں اور حکومت کی حمایت بھی کچھ ان کے کام آسکے ایسی مجبور قوم کیا لڑائی کا ارادہ کرے گی۔ اور کیا اس میں جنگ کی اُمنگیں پیدا ہوں گی۔ اس کو ہندوستان کی رہنے والی تمام قومیں جانتی ہیں کہ فساد انگیزی میں مسلمانوں کا ذرا بھی حصہ نہیں گو کہ ملک کے لیڈر (جو ہندو یا ہندو پرست ہیں) مظلوم اور پامال ستم مسلمانوں کو مجرم قرار دیں مگر حقیقت یہ ہے کہ مسلمان ہر جگہ لڑائی کے موقعوں سے طرح دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہندوؤں کے تمام تیوہار نہایت اطمینان کے ساتھ ادا ہو جاتے ہیں کوئی مسلمان کہیں مزاحم نہیں ہوتا۔ لیکن جب مسلمانوں کی کوئی تقریب آتی ہے تو ہندو جھگڑے پیدا کرنے کے لئے خلاف معمول نئی نئی رسمیں نکالتے اور شورشیں پھیلاتے ہیں۔ ہندوؤں کے معابد کے سامنے مسلمان کہیں کوئی شور غوغا نہیں کرتے۔ ان کے کسی کام میں مخل نہیں ہوتے لیکن مسجد کے سامنے سنکھ اور باجے بجا کر فساد کی بنیادیں پیدا کی جاتی ہیں۔ ان تمام واقعات سے یہ حقیقت ناقابل انکار ہو جاتی ہے کہ ان خونریزیوں میں مسلمانوں کا قصد و ارادہ بالکل شامل نہیں ہے۔ یہ تنہا ہندوؤں کے جوش غضب کا نتیجہ ہے مگر اس کے باوجود میں پھر برادران اسلام سے یہی عرض کرتا ہوں کہ وہ امن پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں اور اپنے آپ کو جنگ سے بچانے کی پوری کوشش کریں۔ اس وقت جنگ میں مصروف ہو جانا ہماری قومی اور مذہبی

زندگی کے لئے نہایت خطرناک ہے ہمیں جہاں تک ممکن ہوا اور جس طرح ممکن ہو لڑائی کے موقعوں سے طرح دینا چاہیئے۔ لیکن ساتھ ہی ہمیں اپنے جان مال دین ملت کے تحفظ کے لئے اُن کی چالوں سے ہوشیار و آگاہ بھی رہنا چاہئے اور یہ سمجھتے رہنا چاہئے کہ یہ دشمن موقع کی تاک میں ہے اور موقع مل جائے تو وہ ہمارے ساتھ کمی کرنے والا نہیں ہم اپنے آپ کو اُس موقع سے بچاتے رہیں ایسا نہ ہو کہ پچھلے زمانہ کی طرح دشمنوں پر اعتماد کیا جائے اپنی باگ ان کے ہاتھ میں دے دی جائے۔ اپنی کشتی کا ناخدا مان کر اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں موت کے منہ میں ڈالا جائے آنکھیں بند کر کے اُن کی تقلید کرنے لگیں جس راہ وہ ہمیں لے چلیں ہم وہ راہ چل کھڑے ہوں۔ ماضی قریب کی سیاسی جماعتوں اور کمیٹیوں کے اغواء سے مسلمان ان غلطیوں کا شکار ہو چکے ہیں جن کے نتائج آج یہ رونما ہو رہے ہیں کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے استیصال پر کمر باندھ لی ہے کہیں مرتد کرنے کی کوششیں ہیں کہیں تیغ و تفنگ سے حملے ہیں کہیں قانونی شکنجوں میں کسا جاتا ہے یہ سب اُسی ہندو پرستی کا صدقہ جو پچھلے چار پانچ سال مسلمان کر چکے ہیں اب بہت احتیاط کرنا چاہئے کہ کبھی غلطی اس غلطی میں مبتلا نہ ہوں۔ کبھی اپنے امور اُن کے اختیار میں نہ دیں جس طرح وہ مقابل ہو کر ہماری جان و مال عزت و آبرو دین و مذہب کو برباد کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ اعتماد حاصل کر کے دوستی کے پیرایہ میں ہمارے ہاتھوں سے ہم کو نقصان پہنچوا دیتے ہیں پچھلے دور میں جب مسلمان ہندوؤں پر اعتماد رکھتے تھے انہوں نے طرح طرح کے نقصان پہنچا کر ہماری قوتوں کو پامال کر دیا۔ اب ہمیں پھر اس داؤں میں نہ آنا چاہئے اس زیادہ نقصان ہمیں اُن مسلم نما ملت فروشوں سے پہنچا جو بندۂ طمع ہندوؤں کے کارندے اور کارکن اور ان کی آواز اُن کے ارگن تھے اور کٹھ پتلی کی طرح اُن کے اشاروں پر ناچا کرتے تھے۔ اُن کے جوش غضب و مسلم آزاری کے لئے یہ مسلمانوں پر چل جانیوالے ہتھیار تھے جنہوں نے ہندوؤں کی ٹکٹیاں کاندھوں پر اُٹھائیں پیشانیوں پر قشقے لگائے سیوا سمتی کے پرتلے گلوں میں ڈالے اپنے ناموں کے ساتھ

پنڈت لالہ لکھوایا۔ جے پکاریں ہندوؤں میں مٹ گئے یا یوں کہئے کہ ہندوؤں میں حلول کر گئے مجمعوں میں اپنے مسلمان ہونے کا انکار کیا طرح طرح کی خرافات کی لیکن ہندوؤں سے ناجائز منفعت کی توقع میں اور ناپاک مال کے لالچ میں مسلم کشی پر کمر باندھی۔ اسلامی خصوصیات و امتیازات کو مٹایا۔ اسلامی شعائر بند کرنے کی کوششیں کیں شردھانند جیسے دشمن اسلام کو دلی کی جامع مسجد میں منبر پر بٹھایا۔ وہاں اس کی تصویریں کھنچوائیں، گنگا جمنا کی سرزمین کو مقدس بتلایا اور مسلمانوں کو طرح طرح کے نقصان پہنچائے۔ مسلمان انہیں مسلمان سمجھتے تھے یقیناً اگر ہندو ان کا واسطہ اختیار نہ کرتے تو مسلمان ان کے جال میں نہ پھنستے۔ اِن پر اعتماد تھا بھروسہ تھا۔ ترکی کی حمایت اور حرمین طیبین کی اعانت کے نمائشی مرثیے پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو اپنی طرف سے خیر خواہی اسلام اور دردِ ملت کا یقین دلاتے اور اُن کی نوامیں اعتبار حاصل کر کے ہندوؤں کی خواہشیں پوری کرتے رہے ایسے لوگ انگریزی دان طبقے کے بھی تھے علماء کی وضع بھی تعداد میں کثیر نظر آتی تھی کہاں تک مسلمان نہ بہکتے اور فریب میں نہ آتے مگر بارے الحمدللہ وہ ظلم ٹوٹا اور اس مکر و خدع کے راز فاش ہونے مسلمانوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ وہ خیر خواہی کے مدعی دشمن دوست نما تھے۔ اب مسلمانوں کے لئے اپنے آپ کو ایسے خود غرض ملت فروش مسلم کش دشمنوں سے بچانا نہایت اہم اور بہت ضروری ہے۔ برادرانِ ملت بہت حزم و احتیاط نہایت دانائی اور بیدار دماغی کا وقت ہے۔ اگر آپ نے غفلت کی سہل انگاری سے کام لیا ان دوست نما دشمنوں کو پھر ایک مرتبہ موقع دیا اور ان کے ذریعہ سے ہندو سور ماؤں کو پھر تم پر تسلط پانے کا موقع مل گیا تو آئندہ پھر آپ کی حالت ہرگز اس قابل نہ رہے گی کہ اپنے آپ کو سنبھال سکو اور کسی قسم کی تدبیر و تنظیم تمہیں فائدہ پہنچا سکے اس لئے اس مصیبت عظمیٰ سے پہلے ہوشیار رہو دوست دشمن میں امتیاز کرو اب موقع ہے کہ میں اشارہ اور کنایہ پر اکتفا نہ کروں اور صاف کہدوں کہ تمہاری دشمن اور ہندوؤں کی کارکن جماعتیں خلافت کمیٹی اور جمعیۃ العلماء ہیں مجھے ان کے کارنامے

کی تفاصیل پر ایک حد تک عبور رہے۔ لیکن میں وہ تمام لکھوں تو طوالت ہو اور اخبار بین اصحاب اس سے خوب واقف بھی ہیں اس لئے اس اجمال پر اکتفا کرتا ہوں اور آپ سے کہتا ہوں اور آپ سے کہتا ہوں کہ تم ہرگز کبھی ایسی جماعت پر اعتبار و اعتماد نہ کرو جو تم سے اسلام کی کوئی خصوصیت کوئی امتیاز کوئی ادنیٰ رسم یا تمہارا کوئی جائز شرعی عرفی یا قانونی حق چھوڑنے کیلئے اشارہ بھی کرے الحذر الحذر ؎

در بہائے بوسہ جانے طلب میکنند ایں دلستانان الغیاث

الحاصل مسلمان ہندو اور ہندو پرستوں سے پرہیز کریں اپنے امور اُن کے ہاتھ میں نہ دیں اپنے آپ کو ان کی رائے کی سپرد نہ کریں رہزنوں کو رہنما نہ بنائیں اُن کی مجالس میں شرکت نہ کریں اُن کی چکنی چپڑی باتوں اور درد اسلام کے دعاوی سے دھوکہ نہ کھائیں حریفان چابک فن سے بچیں ؎

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہووے

ہندوؤں کے میلوں میں مذہبی رسموں میں کھیلوں تماشوں سانگوں میں جانے سے احتراز اور پرہیز لازم سمجھیں اسی طرح اُن کے جلسوں میں شرکت سے اجتناب کریں۔ ہندوؤں کے ٹریکٹ اور اخبار جو مسلمانوں اور اُن کے مذہبی پیشواؤں اور اسلامی بادشاہوں کی ہجو سے پر ہوتے ہیں ہرگز نہ دیکھیں کہ اُس کے دیکھنے سے رنج اور صدمہ اور طبیعت میں اشتعال پیدا ہوتا ہے۔ اور کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا باقی معاملات میں جہاں تک وہ اختلاف سے برتاؤ کریں اُن کے ساتھ اخلاق برتا جائے مگر جہاں سے مذہب کی سرحد شروع ہو اُس میں ہر غیر مذہب والے سے کنارہ کیا جائے۔

ہندو حملہ آور ہوں تو کیا کرنا چاہیئے

اسی سلسلہ میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ جہاں ہندوؤں میں حملے کی تیاریاں

پائی جائیں وہاں فوراً احکام کو مطلع کر کے فساد روکنے اور امن قائم رکھنے اور اپنی جان ومال کی حفاظت کی استدعا کی جائے۔

نیز یہ کوشش کی جائے کہ بازاروں اور سڑکوں میں گانے اور باجے کے ساتھ ہر جلوس ممنوع قرار دیا جائے خواہ وہ ہندوؤں کا ہو یا مسلمانوں کا۔ اگرچہ مسلمانوں کا کوئی جلوس دل آزار نظموں اور توہین آمیز گیتوں پر مشتمل نہیں ہوتا۔ لیکن چونکہ ہندوؤں کے جلوس جو آئے دن نکلتے رہتے ہیں اُن میں ایسی اشتعال انگیزیاں ہوتی ہیں۔ اس لئے ہم یہ چاہتے ہیں کہ فتنہ کی بنیاد ہی قطع کی جائے۔ گو اس میں ہم پر بھی ایک پابندی عائد ہو۔

ہندو سنگھٹن

ہندو سنگھٹن اور مہاسبھا اور سیوا سمتی کی جماعتیں جنہوں نے ملک کی فضا میں شرر افشاں کر کے جنگ وجدل کی آگ بھڑکا دی ہے اور ان کی وجہ سے ہم جانی اور مالی بہت سے نقصان اُٹھا چکے ہیں۔ اور ہماری امن خطرہ میں پڑ گئی ہے اُن کی کارگزاریوں کو غور کی نظر سے دیکھ کر حسب موقع گورنمنٹ کو اُن کے طرزِ عمل سے آگاہ کرتے رہنا چاہئے۔ اور کافی ثبوت بہم پہنچا کر گورنمنٹ سے چارہ جوئی کرنا۔ ہندو کثیر التعداد۔ کثیر المال حکومت کے ایوان و دفاتر میں دخیل و باریاب ہر جگہ انہیں کی کثرت وہی صاحب اسلحہ باوجود اس کے وہ رات دن جن سرگرمیوں اور تیاریوں میں مصروف ہیں وہ ہمارے لئے سخت خطرہ ہیں اور جب سے یہ تیاریاں شروع ہوئی ہیں ملک کی امن کس خدشہ کی حالت میں ہے گورنمنٹ کو اس پر توجہ دلائی جائے۔ غرض واقعات پیش آنے سے پہلے مسلمان حکومت کو حالات سے باخبر کریں اور اپنی حفاظت کی تدابیر درپایت کریں۔ اگر کہیں حفظ ماتقدم کی تدابیر کام نہ دیں اور دشمن حملہ آور ہو جائے تو اتم کوشش اور کامل جدوجہد اور اتفاق کے ساتھ قانونی چارہ جوئی کر کے ظالم کو سزا دلانا چاہئے۔ ایسی حالت میں ہندو اور ہندوؤں کے زیر اثر وکلاء سے کام نہ لیا جائے

اور حکام کو واقعات کی اطلاع دینے میں پوری کوشش کی جائے۔ پٹے ہوئے مسلمان گھروں میں چھپ کر نہ بیٹھیں دادخواہی کے لئے حکومت کے دروازہ پر پہنچیں۔

حکومت کا محکمہ تفتیش

حکومت کا محکمہ تفتیش بیشتر ہندو اور مسلمان افراد ہی پر مشتمل ہے اور ہندوؤں کی تعداد ہر صیغہ میں زیادہ ہے۔ اور وہ خواہ کسی صیغہ میں ہوں مذہبی اور قومی جذبات میں دوسرے ہندوؤں سے کچھ کم نہیں۔ ایسی حالت میں جب تفتیش اُن کے ہاتھ میں ہو تو اُنہیں ہمارے نقصان رسانی کے بہت سے موقعہ مل سکتے ہیں۔ اس کے لئے مسلمانوں کو ہر مقام پر خواہ وہاں ہندوؤں سے جنگ کا خطرہ ہو یا نہ ہو ایسے افراد کی ایک جماعت بنالینا چاہیئے جس کا چال چلن قابل اعتراض نہ ہو ذی وجاہت ہوں ہمدرد اسلام ہوں ہندوؤں کے قرض وغیرہ کا دباؤ اُن پر نہ ہو جماعت تفتیش کنندہ کے نام سے موسوم ہو اس جماعت کا یہ فرض ہو کہ ہندو مسلمانوں کے ہر معاملہ میں فوراً پہنچے اور تفتیش کے وقت پولیس کے ساتھ رہ کر نگرانی کرے اور اپنے مقدور تک واقعات کی اصل وحقیقت دریافت کرنے میں پولیس کو مدد دے اور بہت دانائی کے ساتھ تفتیش کنندوں کے کام پر غور کرے اور اُنہیں غلطی میں مبتلا ہونے سے بچائے اور مظلوم مسلمانوں کو جو عادتاً گھروں میں چھپ بیٹھا کرتے ہیں اور اس خوف سے کہ بدنی اور مالی نقصان اُٹھانے کے بعد ہندوؤں کی چالاکیوں سے رہیں قانون کا شکار بھی بنیں گے وہ چھپتے اور بچتے پھرا کرتے ہیں ایسے لوگوں کو تسلی دے کر سامنے لائے اور اُن سے اُن کی حالتوں کا اظہار کرائے اور مقدمات میں نہایت خوبی کے ساتھ پیروی کرے۔ یہ انتظام ناگزیر ہے اگر یہ انتظام کر لیا گیا تو ممکن ہے کہ مسلمان ایک حد تک حریفوں کے ظلم سے محفوظ رہ سکیں۔ مسلمانو! بیدار ہو اپنے کام خود سنبھالو اپنے آپ کو ہمسایہ قوم کی بیرحمی کے حوالہ نہ کرو خود اپنی حفاظت کی تیاری کرو۔ آخر خواب غفلت تابکے۔

سوراج

آج کل سوراج کی تجویز درپیش ہے اور جس سبز باغ کی طمع میں مسلمانوں نے بہت نقصان اُٹھائے ہیں وہ درحقیقت ہندو راج ہے. خدانخواستہ اگر اس تمنا میں ہندو کامیاب ہوگئے تو یہ اسباب ظاہر یہ مسلمانوں کے استیصال کی بنیاد ہے ابھی سوراج نہیں ملا ہے تو ہندوؤں کے ظلم و ستم کا یہ حال ہے کہ ہمیں جان و مال اور سب سے زیادہ عزیز اور پیارے مذہب کے لالے پڑ رہے ہیں خدا نہ کرے سوراج مل گیا تو پھر ہندو مسلمانوں کو لقمہ ہی کر جائیں گے۔ واقعات نے پردہ کھول دیا ہے اس لئے میں اس ضمنی بحث کو صرف یہ کہہ کر ختم کرتا ہوں کہ ہم سوراج کو مسلمانوں کے حق میں ایک تباہ کن مصیبت سمجھتے ہیں. اَب میں مسلمانوں کی معاشرت کے متعلق اجمالی گفتگو کرنا چاہتا ہوں.

معاشرت

ہماری معاشرت اس وقت جیسی خراب ہے اور ہم جس نازک حالت کو پہنچ گئے ہیں وہ ظاہر ہے ہمارے پاس زمینیں نہیں رہی ہیں. بود و باش کیلئے جھونپڑے تک بھی نہیں ہیں. مسلمان قصبوں اور ضلعوں میں اکثر کرایہ کے مکانوں میں رہتے ہیں اور جو کسی مکان کو اپنا مکان بناتے ہیں وہ مجازاً بناتے ہیں حقیقتاً وہ مکان کسی ہندو کا ہوتا ہے جو ابھی تک ان کے نام سے تو موسوم ہے لیکن قرضہ میں مکفول ہے اور ان کی استطاعت سے باہر ہے کہ اُسے واگذاشت کرا سکیں بہت نادر لوگ ہوں گے جو اس مصیبت میں گرفتار نہ ہوں۔ ملک میں ہماری ایک مسافر کرایہ دار کی سی حیثیت رہ گئی ہے۔ یہاں کی زمینوں سے ہماری ملک اُٹھ چکی اسی وجہ سے اب ہندوؤں کا یہ خیال ہے کہ ان خانہ بدوشوں

کو ملک سے بدر کر دینا چاہیئے جو نہ کسی حصۂ زمین کے مالک ہیں۔ نہ معاش کا کوئی ذریعہ رکھتے ہیں اور بظاہر جو حصہ ہائے آبادی ان کے قبضہ میں ہیں قریب قریب اُن کے برابر ہندوؤں کے سودی قرضے بھی ہیں تو اب ملک خالص ہندوؤں کا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ان خانہ بدوشوں کو اس ملک میں رہنے دیا جائے ہمارا ذریعۂ معاش صرف نوکری اور غلامی ہے اور اس کی بھی یہ حالت ہے کہ ہندو تو اب مسلمان کو ملازم رکھنے سے پرہیز کرتے ہیں، رہیں گورنمنٹی ملازمتیں اُن کا حصول طولِ امل ہے اگر رات دن کی تگ ودَو اور اُن تھک کوششوں سے کوئی معقول سفارش بھی پہنچی تو کہیں امیدواروں میں نام درج ہونے کی نوبت آئی ہے۔ برسوں بعد جگہ ملنے کی امید پر روزانہ خدمت مفت انجام دیا کرو اگر بہت بلند ہمت ہوئے اور قرض پر بسر اوقات کر کے برسوں کے بعد کوئی ملازمت حاصل بھی کی تو اُس وقت تک قرض کا اتنا بار ہو جاتا ہے جس کو ملازمت کی آمدنی سے ادا نہیں کر سکتے پھر ہندوؤں کی اکثریت کے باعث آنکھوں میں کھٹکتے رہتے ہیں اور اُن کے ساتھ گذارا کرنے کے لئے بمجبوری اُن کی خوشامد اور مسلمانوں کے ساتھ بدسلوکی کرنا پڑتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان اہل معاملہ مسلمان اہلکاروں کے عموماً شاکی ملتے ہیں۔ ہمیں یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہماری روزی نوکری میں منحصر ہے۔ ہمیں حرفے اور پیشے سیکھنا چاہیئیں اور حرفتوں کے عیب ہونے کا خیال جو درحقیقت ہندوؤں کی صحبت کا اثر ہے اپنے دماغوں سے نکال ڈالنا چاہیئے۔ اعلیٰ اہل کار ادنیٰ افسر و گذاشت پر برخواست ہو کر نان شبینہ کا محتاج ہو جاتا ہے اور اُس کی متوسط حیثیت افسر کی ایک گردشِ چشم سے خاک میں مل جاتی ہے پھر وہ عمر بھر شکستہ حال در بدر پھرا کرتا ہے۔ جو لوگ کل تک اُس کی عزت بلکہ خوشامد کرتے تھے وہی اُسے حقارت کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں۔ اب اُس کی تمام قابلیتیں ہیچ ہیں، سندیں بیکار ہیں، زندگی وبال ہے۔ اولاد کی تربیت اس ناداری میں کیونکہ ہو سکے۔ خود تباہ اور نسل برباد لیکن اگر وہ پیشہ در ہوتا ہاتھ میں کوئی ہنر رکھتا تو اس طرح محتاج نہ ہو جاتا۔ نوکری گئی بلا سے

اُس کا ذریعہ معاش اُسکے ساتھ ہوتا. ہمیں نوکری کا تو خیال ہی چھوڑ دینا چاہیئے نوکری کسی قوم کو معراج ترقی تک نہیں پہنچا سکتی دستکاری اور پیشے اور ہنر سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے. یہ وہ دولت ہے جو نہ دشمن چھین سکتا ہے نہ کہیں رہن یا مکفول ہو سکتی ہے بے منت روزی کا ذریعہ ہے. جن قوموں کے ہاتھ میں کوئی حرفت یا پیشہ ہے وہ ان نوکری کرنے والوں سے بدرجہا بہتر زندگی بسر کرتے ہیں.

دوسرا کام تجارت ہے جس کو ایک نامعلوم مدت سے مسلمانوں نے عیب قرار دے رکھا ہے حریف قوم تجارت ہی کی بدولت صاحب ثروت ہوگئی. آج ہماری زندگی کے ضروریات انہیں قوموں کے ہاتھ میں ہیں جنہوں نے ہمیں اعلانِ جنگ دے دیا ہے. ہر قسم کی تجارت میں وہ دخیل ہیں اور مسلمانوں کی دولتیں روز بروز اُن کے قبضے میں آتی چلی جاتی ہیں. ہر بڑی سے بڑی چیز ابتداء میں بہت چھوٹی ہوتی ہے اور وہ بتدریج بڑھتی ہے مسلمان یہ خیال چھوڑ دیں کہ جب تک ہزارہا روپیہ کا سرمایہ نہ ہو تجارت نہ کریں گے تھوڑے سرمایہ سے کام شروع کریں اور مستعدی و نیک نیتی سے کرتے رہیں انشاءاللہ تعالیٰ کچھ عرصہ میں یہ چھوٹا کام ہی بڑھ کر بڑا ہو جائے گا. میں اکثر اپنی تحریروں میں تجارت پر زور دیتا ہوں کئی صاحبوں نے میری تحریک سے تجارت شروع کی اُن کا سرمایہ نہایت قلیل تھا مگر اب تھوڑے ہی دنوں میں اُنہوں نے اپنا کام بہت بڑھا لیا. روزانہ کے خرچ اُسی دوکان سے نکلتے ہیں اور دوکان میں بھی زیادہ کرتے جاتے ہیں. کچھ پس انداز بھی کر لیتے ہیں. جس قدر روپیہ لگایا تھا اُس سے زیادہ مال اس وقت دوکان میں موجود ہے اتنا ہی دوسروں پر قرض ہے اور جو کھایا خرچ کیا وہ اور نقد اس کے علاوہ ہے درحقیقت یہ خیال کہ اگر بڑا سرمایہ نہ ہوگا تو ہمارا کام چل ہی نہ سکے گا تجارت کے اصول سے ناواقفی ہے. ہمسایہ قوم کو دیکھئے جو تجارت میں بہت ماہر ہے اور جس کا تجارت پیشہ ہو گیا ہے. اُن میں اگر لاکھوں اور کروڑوں کے سرمایہ دار بھی ہیں تو اُن میں وہ بھی ہیں جو زیادہ سے زیادہ آٹھ آنے کے چنے یا سگریٹ

اور پان لے کر بیچتے پھرتے ہیں اور اس سے بھی کم حیثیت وہ ہیں جو آلو کی چاٹ کے خوانچے لگاتے ہیں۔ ان کے سرمایہ پر نظر کیجئے اور پھر یہ دیکھئے کہ چاٹ بیچکر یہ اپنے تمام کنبے کی پرورش کرتے ہیں۔ مکان بناتے ہیں۔ شادی بیاہ کرتے ہیں، بیماری اور موت کے خرچ اُٹھاتے ہیں۔ قومی اور مذہبی کاموں میں دیتے ہیں اور تھوڑے دنوں کے بعد معقول رقم پیدا کرکے دوکان لے بیٹھتے ہیں۔ ہم کیوں خواب غفلت میں ہیں۔ ہم پہ کیا ادبار ہے۔ نوکری کی تلاش میں پریشان حال مارے پھریں۔ عمر گذر جائے مگر تجارت نہ کریں۔ اگر سبزی یا میوے بھی بیچتے تو بسر اوقات کی شکل نکل آتی۔ پان چھالیہ سگریٹ۔ دیا سلائی لے کر بھی بیٹھ جاتے تو کچھ نہ کچھ ہاتھ آتا اور ذلت کے ساتھ دھکے کھانے سے بچتے۔

برادران اسلام تمہارے بزرگ تجارت کرتے تھے۔ تجارت عیب نہ سمجھی جاتی تھی۔ تم تجارت کرو اور ضروریات زندگی کی تجارت کرو کھانے پینے پہننے اور اور ضرورت کی چیزیں کبھی نہیں رکتیں سرمایہ کم ہو تو خوف نہ کرو۔ اللہ پر بھروسہ کرکے کام شروع کردو اور دوسرے مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کی تجارت کو ترقی دینے میں مدد کریں۔ اُس کی ہمت افزائی کا خیال رکھیں اُس کی تجارت کو فروغ دینے کی کوشش کریں سرمایہ دار اصحاب کسی اطمینان کے بعد معمولی نفع تجارتی پر اُس کو روپیہ دیں اگر وہ ضرورت سمجھتا ہو اور تجارت کو روپے کی ضرورت ہو۔ بہتر ہو کہ ہر مسلمان چند مسلمانوں کے مشورہ کے بعد اپنا کام شروع کرے اور میشر اپنی بہتر رائے سے اُس کی مدد کریں۔ بیکار لوگوں کو چھوٹی چھوٹی تجارتیں شروع کرائی جائیں اور اُن کی حوصلہ افزائی کے لئے مسلمان اُن سے خریداری کریں۔ سائل جو مختلف صورتوں میں شب و روز آتے رہتے ہیں اُنہیں کو رفق و محبت کے ساتھ تجارت یا حرفت پر آمادہ کیا جائے اور وہ تیار ہو جائیں تو اُن کو سوال سے روکا جائے اور مسلمان خود ان کے لئے ایک معمولی چندہ کریں جو ایسی ادنیٰ رقموں سے جمع کیا جائے جو معمولاً سائلوں اور دریوزہ گروں کو دی جاتی ہیں، پھر اُنہیں اپنی نگرانی میں کوئی کام کرادیا جائے اور نگرانی رکھی جائے اس میں ہر طرح کی صورتیں پیش آئیں گی اور ہر قسم کے

آدمیوں سے واسطہ پڑے گا مگر تحمل و برداشت سے کام کئے جائیں انشاءاللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کی اصلاح ہو جائے گی۔

نکمے اور بیکار لوگوں کے لئے بھی شغل سوچے جائیں اور اُن کے لئے کوئی نہ کوئی ایسا کام تلاش کرنا چاہیے جو اُن کی معاش کا ذریعہ ہو سکے خواہ وہ مسجد یا مدرسہ یا مسافر خانہ یا قبرستان کی خدمت یا نگرانی ہی ہو۔ ہر شخص کو یہ لازم کر لینا چاہیئے کہ وہ اپنے کسب سے کچھ نہ کچھ زمین خریدے اور اپنے مسکن حاصل کرنے کے لئے شاقہ محنت اٹھائے۔ بلکہ اگر نامناسب نہ ہو تو بجائے دولت و مال۔ تعلیم۔ سند کے شادی کے وقت یہ دریافت کیا جائے کہ لڑکے نے اپنے کسب و محنت سے کتنی زمین خریدی ہے خواہ باپ نے کیسی کثیر جائیداد چھوڑی ہو مگر لڑکے کو اس وقت تک لائق نہ سمجھنا چاہیئے جب تک وہ اپنے زور بازو سے کچھ پیدا نہ کرے ماں باپ خواہ کیسے ہی غنی۔ دولت مند۔ جاگیردار یا تاجر ہوں مگر یہ ضروری سمجھیں کہ پندرہ سال کے بعد لڑکے کو کوئی نہ کوئی معاش کا کام شروع کرا دیں۔ اگر وہ تعلیم پاتا ہے تب بھی اُس کے لئے ایسا کام ٹھیکہ یا تجارت تجویز کریں جس میں وقت کم صرف ہو مگر آمدنی پیدا ہو سکے تاکہ بچے اس عمر سے تجارت یا حرفت اور کسب مال کے خوگر و عادی ہو جائیں۔ ہر بچے کے لئے روز پیدائش سے ایک پیسہ یومیہ جمع کیا جائے تو سالانہ ۶/۱۱۳ کے حساب سے پندرہ سال میں چوراسی روپے چھ آنے ہو سکتے ہیں ابتدائی کام شروع کرنے کے لئے یہ رقم کچھ بری نہیں ہے۔ بہت سی تجارتیں ایسی ہیں جنہیں آدمی تعلیم کے ساتھ جاری رکھ سکتا ہے۔ اُن میں وقت بہت کم صرف ہوتا ہے۔ بچوں کی تجارتوں کی نگرانی والدین رکھیں اور انہیں والدین مدد دیں۔ مسلمانوں کی تجارت مسنون و موجب برکت ہے مگر خدا جانے کیا مصیبت ہے کہ اس زمانہ میں مسلمان تجارت سے بالکل بیگانہ ہیں اس کے علاوہ ترقی کا دار و مدار تجارت پر ہے یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ تجارت ہماری بقا کے لئے بھی ضروری ہے۔ ہماری زندگی کی ضروریات اغیار کے ہاتھ میں ہیں ہمیں اس وجہ سے ہر وقت ان سے دُنیا اور اُن کی ناجائز خوشامد کرنی پڑتی ہے اور

اندیشہ رہتا ہے کہ اگر وہ ہم سے خفا ہو گئے تو ہمارا کھانا پینا بند کر دیں گے چنانچہ کئی جگہ ایسا بھی ہو چکا ہے کہ ہندوؤں نے مسلمانوں سے لین دین ترک کر دیا. غلّہ اُن کے ہاتھ میں تھا اب بجز بھوک کے مرنے کے اور کیا صورت تھی. اگر ہمارا بھی اس تجارت میں دخل ہوتا تو وہ ہمیں اس طرح مجبور نہ کر سکتے.

حیرت ہے کہ زمانہ کے انقلاب مسلمانوں کے لئے تازیانۂ عبرت نہیں ثابت ہوتے اور کسی مصیبت سے ان کی آنکھ نہیں کھلتی.

برادرانِ ملّت! نوکری اور ملازمت کے خیال چھوڑ کر تجارت پر ٹوٹ پڑو تو دیکھو تھوڑے عرصہ میں تم کیا ہوئے جاتے ہو.

مصارف

اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے مصارف کم کرنے کی شب و روز فکر کرنی چاہئے اس سے یہ مدعا تو نہیں ہے کہ امورِ خیر بند کئے جائیں. اس کا تو وہی مشورہ دے گا جسے خیر سے ضد ہو. مگر مقصد یہ ہے کہ فضول خرچ سے جو مسلمانوں کی امتیازی خصلت بن گیا ہے. بچو. اور جہاں تک ممکن ہو کم سے کم خرچ میں کام چلاؤ. بے اندازہ خرچ کے سامنے سلطنت بھی کوئی چیز نہیں ہے. خرچ کم کرنے کے لئے جماعتی اثر سے بھی کام لو. اگر یہ ثابت ہو جائے کہ کسی شخص نے اپنے اولاد کی شادی کے لئے سودی قرض لے کر دعوت کی ہے اُس کے یہاں شرکت کرو. دعوت نہ کھاؤ. تاکہ آئندہ پھر دوسرے کو اس کی جرأت نہ ہو. بلکہ بہتر یہ ہے کہ شادی اور بیاہ کے موقع پر برادری کے منتخب اشخاص یا اعزہ و اہلِ محلہ سے مشورہ کیا جائے کہ شادی کرنا ہے اُس میں کتنا خرچ کیا جائے وہ اس شخص کی حیثیت اور اولاد اور خرچ کا حال معلوم کر کے اُس کو اتنے خرچ کی اجازت دیں جس کا برداشت کرنا اس کی موجودہ حالت سے دشوار نہ ہو اگر اس سے زیادہ خرچ کرے تو شرکت نہ کریں.

روز مرہ کے خرچ فکر کرکے گھٹائے جائیں اس میں زیادہ نفع ہے گو بالفعل بچت تھوڑی نظر آئے۔ کھیل تماشے دیکھنا بالکل موقوف کرو۔ ناٹک اور تھیٹر وغیرہ میں جہاں تک معلوم ہو سکا ہے مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں سے زیادہ ہوتی ہے باوجودیکہ ملک میں ہندو مسلمانوں سے سہ چند زیادہ ہیں۔ یہ خصلتیں ہمیں برباد کررہی ہیں انہیں چھوڑو اور غور کرکے ہر فضول اور بے فائدہ کام میں مال ضائع کرنے سے بچو۔ اسراف کی حالت میں آمدنی خرچ کے لئے کافی نہیں ہوتی تو قرض لینا پڑتا ہے یوں قرض نہیں ملتا تو سود کی مصیبت اختیار کی جاتی ہے۔

سودی قرض

سودی قرض وہ بلا ہے جو لیتے وقت تو مال مفت معلوم ہوتا ہے اور اس روپیہ کو آدمی بڑی بیدردی سے خرچ کرتا ہے۔ لیکن وہ بہت جلد گھر بار نیلام کرکے محتاج بنا دیتا ہے۔ اس کی صدہا نہیں بلکہ کروڑوں نظیریں موجود ہیں۔

مسلمانوں میں فیصد پانچ آدمی مشکل سے ایسے نکلیں گے جنہیں قرض لینے سے احتیاط ہو امیر سے لے کر غریب تک ہر ایک اسی مصیبت میں گرفتار ہے روزانہ کچہریوں میں سود کی ڈگریاں اور قرقیاں نکلتی رہتی ہیں اور مسلمانوں کے مال دشمنوں کے قبضے میں پہنچ کر اسلام کی مخالفت اور بیخ کنی میں صرف ہوتے رہیں۔ ہندو ہمارے خون چوس گئے اور ہم سوتے ہی رہے ہر شخص قرض لیتے وقت یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ یہ قرض بہت جلد بآسانی اپنی موجودہ آمدنی سے ادا کردے گا۔ یا یہ وہم بندھ جاتا ہے کہ کوئی غیر معمولی آمدنی عنقریب ہو جائے گی۔ بس فوراً یہ روپیہ ادا کردیا جائے گا۔ بہت سے لوگ دستِ غیب کے عمل اور کیمیا کے بھروسے جائیداد کھو بیٹھتے ہیں اور روزانہ کے بے شمار تجربوں سے یہ سبق حاصل نہیں کرتے کہ سودی قرض میں یہ نحوست ہے کہ ادا ہی نہیں ہوتا۔ آمدنی کم ہو جاتی ہے اور پھر آدمی اپنا

خرچ پورا کرنے کے لئے سودی قرض لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ جو آمدنی پہلے ہی کافی نہ تھی قرض کے بعد کس طرح کافی ہو سکتی ہے۔ آہ ہماری عقل کیا ہوئی جو ہمیں یہ بتاتی کہ جو مصارف آج پورے نہیں ہوتے جن کی وجہ سے قرض لیا جاتا ہے جائیداد نیلام ہونے کے بعد کہاں سے پورے ہوا کریں گے اُس وقت جو تدبیر کی جائے گی وہ آج کرلی جائے تو جائیداد بچ رہے اور ہم کل بھیک مانگنے سے تو محفوظ رہیں۔ افسوس ہماری حمیت کہاں جاتی رہی جو قرض خواہوں کے رسواکُن تقاضوں اور ڈگریوں اور گرفتاریوں اور نیلاموں کی ذلتوں سے ہمیں بچاتی۔

سود خوار ہر خونی سفاک قاتل سے زیادہ ظالم و بیرحم ہوتا ہے ہندوؤں نے بھی عجیب مزاج پایا جانوروں پر تو بڑا رحم ہے اُن کے پیچھے معزز انسانوں کے خون گوارا ہیں چونٹیوں کے بلوں میں شکر ڈالتے پھرتے ہیں مگر انسانوں کو سود کی کُند چھری سے نہایت سخت دلی کے ساتھ ذبح کرتے ہیں کہتے تو یہ ہیں کہ یہ سب آہنسا ہے۔ ہمیں کسی کا ستانا گوارا نہیں مگر ان کی بے رحمی کے مقابل قتل کا ظلم کچھ وزن نہیں رکھتا۔ ایک قاتل ایک وار میں اپنے دشمن کو مار دیتا ہے وہ چند منٹ تکلیف اُٹھا کر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے چند روز اُس کے اعزہ غم اور سوگ کر کے خاموش ہو جاتے ہیں، قاتل کا غصہ بھی قتل کر کے ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور پھر اپنے دل میں انصاف کر کے نادم ہوتا ہے اپنے ظلم کے تصور سے خود بیقرار ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے اور ڈھونڈتا ہے کہ کسی طرح اپنے ظلم کی تلافی کرتا مگر کوئی صورت ایسی اُس کے اختیار میں نہیں ہوتی تو اپنی زندگی کے دن اسی رنج و تعب میں نہایت بدمزہ گزارتا ہے اور بعض تو اس تلخ زندگی کو نہ برداشت کر کے خودکشی کر لیتے ہیں۔ بعض خود حاضر ہو کر حکومت کے سامنے اپنے جرم کا اقبال کرتے ہیں لیکن بے رحم سود خوار کسی کے آرام و راحت کو نہیں دیکھ سکتا۔ ہر دولت مند کی دولت کو تاکتا رہتا ہے اور جب تک اُس کا خاتمہ نہیں کر دیتا اُسے چین نہیں آتا ہے۔ اُس کی تباہی و بربادی اس کے خاندان اور کنبے کی بدحالی اُن کی نسلوں

کی ذلت وخواری اُس کی عین تمنا ہوتی ہے. کل تک جو عزت و ثروت کی زندگی بسر کرتے تھے صاحب خدم وحشم تھے انہیں آج بدن چھپانے کو کپڑا میسر نہیں اُن کے مرادوں مانگے ناز پروردہ نور نظر بھوک سے بیدم ہیں جن کے غلام بھی پیادہ نہ چلتے تھے اُن کو آج جوتا بھی میسر نہیں. مگر سود خوار حریص اس طرح کتنے کے کتنے تباہ کرکے گھرانے کے گھرانے برباد کرتا ہے اور کبھی اُس کو اُن کی مصیبت پر رحم نہیں آتا. اسلام نے یہ بے رحمانہ خصلت گوارانہ فرمائی. اور سود خواری حرام کردی جس کی بدولت آدمی حرص میں اندھا ہو کر اپنے معزز و موقر بنی نوع کی ذلت ورسوائی اور دائمی تکلیف ومصیبت کا آرزومند ہو جاتا ہے۔

غرض سود ایک عام مصیبت ہے جس نے ہمیں برباد کر دیا. اب ہمیں یہ غور کرنا ہے کہ اس طوفان سے نجات حاصل کرنے کی کیا تدبیر ہے. بہت سے لیڈروں نے لیکچر دیئے چندے کیے، مگر کبھی یہ فکر نہ کی کہ مسلمانوں کو سود کی بلا سے بچانے کی کوئی سبیل نکالی جائے. اب جلد سے جلد ہمیں اس طرف متوجہ ہو جانا چاہیئے.

سود سے کس طرح نجات حاصل کی جائے

(۱) شریعت طاہرہ کے دامنوں میں پناہ لو. اُس کے احکام کی تعمیل کرو جس میں سود کھانا ظلم بے رحمی اور خونِ ناحق سے زیادہ سنگدلی ہے. شریعت نے اسے حرام قرار دیا ہے اسی طرح سود دینا بھی اپنے نفس اور اپنے خاندان پر ظلم اور خودکشی کا مرادف ہے اُس کو بھی ایسا ہی حرام فرمایا ہے. اب تک اگر مسلمان اس حکم کی تعمیل نہ کرکے برباد ہوئے تو اب تو ہوش میں آئیں اور پہلی بربادیوں کا علاج یہ ہے کہ سود دینے اور سودی قرض لینے سے بچیں اور سچی توبہ کریں کہ آئندہ خواہ کچھ بھی حال ہو مگر سودی قرض نہ لیں گے. ہر مصیبت برداشت کریں گے مگر سود کی مصیبت سے بچیں گے. تمام مسلمان چھوٹے بڑے امیر غریب سب اس کا عہد کریں اور اگر کوئی اس کے خلاف کرے اور سودی قرض لے اُس سے لین دین میل جول ترک

کردیں. اس پر عمل کیا جائے تو تباہی کا سلسلہ تو ابھی منقطع ہو جائے اور آئندہ کے لئے تو اس مصیبت سے تو اطمینان ہو اور یہ کچھ دشوار نہیں ہے کیونکہ سودی قرض اُسی کو ملتا ہے جو اُس سے زیادہ کی جائیداد مکفول کرتا ہے. یا زیور برتن وغیرہ رہن رکھتا ہے تو جو اتنا اثاثہ رکھتا ہو وہ سودی قرض نہ لے کچھ چیز فروخت کر ڈالے اگر ضرورت کے وقت ارزاں بھی فروخت کی تو وہ نقصان جیب بھی نہ ہوگا. جو سودی طوفان سے ہوتا ہے. اب یہ سوال باقی رہتا ہے کہ نام و نمود اور شان و شوکت عیش و عشرت کے لئے جو قرض لیتے ہیں اُنہیں تو اس سے باز رہنا آسان ہے لیکن جو آسمانی بلاؤں اور ناگہانی اُفتادوں سے مجبور ہو کر لیتے ہیں گو وہ بہت کم ہی مگر وہ کیا کریں جائداد فوراً فروخت نہیں ہو سکتی اور مصیبت فرصت نہیں دیتی مجبوری قرض لینا پڑتا ہے. اُس کا ایک جواب تو میں عرض کر چکا ہوں کہ زیور و جائیداد نکل جانے کے بعد جو کچھ وہ جب کرتے ہیں آج کریں.

۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ مسلمانوں سے قرض حسن لیں اور اپنا کام چلائیں. حاجت پوری ہونے کے بعد بتدریج یا جس طرح سہل ہو اُس قرض کو ادا کر دیں اُن کے احباب اور محلہ داران کی مصیبت رفع کرنے میں کافی امداد دیں اور ایک دوسرے کی دستگیری اپنے ذاتی نفع کے لئے اپنا مقصود سمجھیں. خود غرضی سے بچیں یہ نہایت بُری خصلت ہے.

ذخیرہ قرض حسن (یا) اسلامی بیت المال

اب ہم اپنی اصلاح کے لئے مجبور ہیں کہ وقتی اور فوری ضرورت کے لئے کوئی ایسا ذخیرہ تیار رکھیں جو مصیبت کے وقت ہمارے کام آئے اور بقدر ضرورت قرض حسن دے سکے تاکہ ہمیں پھر کسی کافر کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت اُٹھانی نہ پڑے۔ اس کی چند تدبیریں ہیں. ایک یہ کہ ہم ذخیرہ قرض حسن جمع کریں اور اُس کا طریقہ یہ ہے.

(۱) ہر باکار اور خوش حال شخص جو کسی طرح اپنی بسر اوقات کر لیتا ہے اگر وہ صاحب

اولاد ہے تو اپنی اولاد سے ایک لڑکا زیادہ فرض کرے اور اگر صاحب اولاد نہیں ہے تو فرض کرے کہ اس کے ایک فرزند ہے اور روزانہ وہ اپنے اس فرضی فرزند کے نام سے حسب حیثیت دو آنے چار آنے پیسہ دو پیسہ جیسی گنجائش ہو ایک مقفل صندوقچہ میں ڈال دیا کرے۔ چاہے مقدار کم ہو مگر ترک نہ ہو ناغہ نہ ہو یہ عمل روزمرہ جاری رہے مگر صاحب اولاد جس قدر اپنی اولاد کا دیتا ہے اُس سے کم اس صندوقچہ میں نہ ڈالے اس طرح اگر ایک قصبہ میں بیس ہزار مسلمان ہیں اور اُن میں بوڑھے بچے بیکار نادار چھوڑ کر کم سے کم چھ ہزار مان لئے جائیں اور فرض کیا جائے کہ ادنیٰ درجہ ایک پیسہ یومیہ اس ذخیرہ کے لئے جمع کرتے ہیں تو قریب چورانوے روپے یومیہ جمع ہونے لگیں اور ایک ماہ میں دو ہزار آٹھ سو بیس اور چھ مہینے میں سولہ ہزار نو سو بیس روپے ایک معمولی قصبہ میں جمع ہو جائیں اور زکچھ دشواری ہو نہ بار یہ تو اُس صورت میں ہے جبکہ صرف ایک پیسہ یومیہ فرض کیا جائے اور حسب حیثیت جمع کیا گیا تو انشاءاللہ تعالیٰ بہت زیادہ ہو گا اور یہ مقدار بھی اس قابل ہے کہ فوری اور وقتی مجبوریوں کے لئے مسلمان سودی قرض سے بچ سکیں اگر اس تدبیر پر عمل کیجئے تو آپ چھ مہینے میں اس قابل ہو سکتے ہیں کہ آپ کا کوئی بھائی مہاجن کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے لئے مجبور نہ ہو۔

(۲) شادی بیاہ، تقریبات، مہمانوں کے ورود، عیدین، شب برات، محرم اعراس وغیرہ کے موقعوں پر جہاں آپ کو اپنی اولاد یا اعزہ اور مہمانوں کے لئے وسیع خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ حسب حیثیت اس ذخیرہ کو بھی ایک لڑکے یا مہمان کی برابر حصہ دیجئے اور اسی صندوق میں جمع رکھیے۔

(۳) سوداگر اپنی تجارتوں میں، مزدور اپنی مزدوریوں میں، اجیر اپنے کرایہ میں ایک پیسہ روپیہ کے اوسط سے قومی ذخیرہ کے لئے وصول کریں اور امانت داری سے اُس کو ذخیرہ میں جمع کر دیں اور لیتے وقت ہی اُس کو اپنے مال کی قیمت یا مزدوری اور کرایہ کے داموں

سے علیحدہ رکھیں اور اُس کو اپنے تصرف میں لانا سخت خیانت سمجھیں اس طریقہ سے بھی بہت کافی رقم جمع ہوگی۔ جن لوگوں کو یہ روپیہ قرض دیا جائے پہلے تحقیق کر لیا جائے کہ اُنہیں مجبور کرنے والی ضرورت درپیش ہے اور اس کی اور کوئی سبیل اُن کے پاس نہیں۔ پھر یہ روپیہ ایک پرامیسری رقعہ یا کوئی اور ایسی قانونی تحریر لکھا کر دے دیا جائے جس کی رجسٹری بھی ضروری نہ ہو اور وہ بے سود جائز بھی ٹھہرے۔ اس روپے کی ادا کے لئے وہ طریقہ تجویز کیا جائے جس سے مستقرض بآسانی وہ رقم ادا کر سکے خواہ زیادہ مدت میں وعدہ کے مطابق رقم کی وصولی کی کوشش کی جائے لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ شخص فی الحال اُس رقم کی ادا کے قابل نہیں ہے یا ادا سے سخت دشواری میں پڑ جائے گا تو اُس کو مزید مہلت دی جائے کیونکہ درحقیقت یہ رقم اپنے بھائیوں کی اعانت ہی کیلئے ہے ہر گاؤں اور ہر محلہ میں وہاں کے باشندوں کی ایک مجلس بنائی جائے جس کا نام انجمن قرض حسن ہو اُس مجلس کے اراکین ایک معتمد شخص کو انتخاب کر کے امین قرار دیں وہ اُس روپے کو اپنے پاس جمع رکھے اور اس کا مکمل حساب اُس کے پاس ہو اور ہر ہفتہ آمد و خرچ سنایا کرے اس کے لئے جمعہ کا دن مقرر کیا جائے تو بہت بہتر۔ جب رقم دو سو روپیہ تک پہنچ جائے تو اُس کو کسی اطمینان کی جگہ جمع کر دیا جائے اور اگر اہل محلہ کی یہی رائے ہو تو ابتدا ہی سے رقم کسی اطمینان کی جگہ خواہ بنک میں امانت رکھدی جائے مگر اس طریق پر کہ اُس کا وصول کرنا ہر وقت ممکن ہو۔

انجمن قرض حسن کے ممبران کا فرض ہے کہ وہ اس رقم کے جمع کرنے کی کوشش کریں اور ہر شخص سے روزانہ لے لیا کریں۔ خواہ وصول کا کام مسجد کے مؤذن یا امام صاحب کے سپرد کیا جائے یہ قرض کا سیلاب روکنے کی تدبیریں تھیں کہ جو شخص قرض سے توبہ کریں اور مصارف کم اور ضروریات محدود کر کے بھی وہ کسی وجہ سے قرض لینے کے لئے مضطر ہوں اُن کا کام نکال دیا جائے تاکہ آئندہ کے لئے سودی قرض کا سلسلہ بند ہو۔ لیکن جو لوگ

مقروض ہیں اور رات دن سود کا بار اُن پر بڑھتا چلا جاتا ہے وہ کیا کریں۔

ادائے قرض کی تدابیر

(۱) قرض معمولاً دیا ہی جب جاتا ہے جب اُس سے کئی گنی زیادہ قیمت کی جائیداد مکفول کر لی جاتی ہے یا زیور گروی کیا جاتا ہے یا اور کسی چیز سے اطمینان کر لیا جاتا ہے۔ اب ہمارا فرض ہونا چاہیئے کہ ہم فوراً اُس چیز کو فروخت کر کے قرض کی یہ نحوست ہوتی ہے کہ وہ جب تک کل جائیداد فنا نہ ہو جائے ادا کرنا نہیں چاہتا اور باطل امیدوں کے بھروسہ پر قرض کا بار بڑھتا رہتا ہے اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم باہمی تعلقات کے دباؤ سے اپنے بھائیوں پر اثر ڈالیں اور انہیں فوراً قرض ادا کر دینے پر مجبور کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو ہم انہیں چھوڑ دیں ران کے کسی حال میں اُن کے ساتھ شرکت نہ کریں، یہاں تک کہ وہ سودی قرض سے سبکدوشی حاصل کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ اس طرح بہت سے قرضوں سے نجات ہو جائے گی۔

(۲) گورنمنٹ سے استدعا کرنا چاہئے اور جو ہمارے نمائندے گورنمنٹ کے ایوان میں رہیں وہ سوال اُٹھائیں کہ کیا سبب ہے جو سود کے لئے کوئی حد مقرر نہیں کی گئی جس کے بعد وہ کبھی نہ بڑھے اور دائرہ کو اُس حد سے آگے ڈگری نہ دی جائے۔ ایک رقم کا سود اُس سے کئی ہزار گنا ہو سکتا ہے اور اس کو قانون نہیں روکتا۔ اسی وجہ سے ہزارہا رئیس اپنی ریاستیں کھو کر ناداری کی ذلت میں گرفتار ہو رہے ہیں اور اُن کی دردناک حالتیں دیکھی نہیں جاتیں۔ شریف اور معزز انسانوں کی یہ تباہی قابل رحم ہے اس لئے گورنمنٹ کو یہ طے کر دینا چاہئے کہ کسی حال میں سود کی ڈگری پچیس فیصدی سے زیادہ نہ دی جائے گی اور جس جائیداد پر قرض کی مقدار اس حد تک پہنچ جائے گی اس کے بعد وہ جائیداد اُس قرض میں نیلام کر دی جائے گی یا صاحب جائداد کہیں سے روپیہ ادا کرے خواہ اُس کو یہ یا دوسری کوئی

اور چیز فروخت کرنا پڑے مگر اُس کو پھر دوبارہ سال کے اندر اس جائداد کو دوبارہ مکفول کرنے کی اجازت نہ ہوگی کیا غضب ہے بڑی بڑی شرح سے سود لیا جا رہا ہے اور دلالی، رشوتیں اور مقدمات و رجسٹری کے مصارف اس کے علاوہ یہ تو ابتدائی منزل ہوتی ہے اور جب چھ ماہ کے بعد سود اصل میں شامل کرکے اس پر از سر نو سود چلایا جاتا ہے۔ اُس کی رفتار کا کیا ٹھکانا ہے۔ سو روپے تین روپیہ سیکڑہ ماہ کے شرح سے دس سال میں ہزارہا ہو جاتے ہیں اگر ایک شخص ہزاروں روپے کی جائداد رکھتا ہو اور کسی ضرورت سے فقط سو روپے تین روپے کی شرح سے لے کر دس سال خاموش ہو جائے تو یہ سو روپے اُس کی کُل جائیداد کو ختم کر دیں گے۔ کیا تم ہے کیوں اس کے لئے قانون بنانے کی استدعا نہ کی جائے۔

(۳) ایک بیت المال بنایا جائے۔ جس سے مقروض مسلمانوں کا قرض ادا کرکے اُن کی جائداد مکفول کر لی جائے اور اُس جائداد سے ایک ایسی قسط مقرر کرکے وہ قرض وصول کر لیا جائے جس کی ادا نا قابل برداشت نہ ہو، جو مقروض بیت المال سے روپیہ لیں بیت المال کی جماعت اُن کے مصارف معین کر دے اور جو تخفیف خرچ میں بآسانی نکل سکتی ہو نکالی جائے۔

بیت المال

بیت المال نہایت ضروری ہے اس بیت المال کے سرمایہ بہم پہنچانے کی چند صورتیں یہ ہیں۔

(۱) ہر مسلمان اپنی سالانہ آمدنی کا اوسط لگا کر سال بھر میں ایک دن کی آمدنی بیت المال کو دیا کرے۔

(۲) ہر صاحب زکوٰۃ کو کم از کم اپنی زکوٰۃ کا آٹھواں حصہ ضرور بیت المال کو دے۔ اس میں یہ روپیہ علیحدہ رکھا جائے اور علماء سے اس کے مسائل دریافت کرکے شرعی طور پر صرف کیا جائے۔

(۳) باہمت مسلمانوں سے بیت المال کے لئے چندہ کیا جائے۔

(۴) جن اوقاف کی آمدنی مصارف سے زیادہ ہے یا جہاں ہزارہا روپیہ پس انداز ہو کر جمع رہتا یا بے محل خرچ کیا جاتا ہے اُن سے وہ روپیہ قرض لے لیا جائے۔ لیکن اوقاف کی حالتیں اور اُن کے احکام مختلف ہیں اس لئے مسئلہ ایک تفصیل چاہتا ہے جو یہ تجاویز منظور ہونے اور اُن کے عمل میں آنے کی امید ہو جانے پر انشاءاللہ تعالیٰ شرح و بسط کے ساتھ تحریر کیا جا سکتا ہے جو اوقاف گورنمنٹ کے انتظام میں ہیں اُن کی آمدنی گورنمنٹ سے اس مقصد کے لئے حاصل کی جائے۔

(۵) والیان ریاست سے اس بیت المال کے لئے گرانقدر رقمیں مانگی جائیں۔

اللہ تعالیٰ میسر کرے اور ایک ایسا بیت المال بن جائے تو اُس سے مقروض مسلمانوں کے قرض ادا کرنے کے علاوہ نادار غریب مسلمانوں کو زراعتی یا تجارتی ضرورت کے لئے روپیہ قرض بھی دیا جا سکتا ہے تاکہ وہ ساہوکاروں کے دام حرص سے محفوظ رہیں۔

خُطبۂ صدارت

امیرِ ملّت سیّد جماعت علی، محدّث علی پوری قدس سرہٗ

آل انڈیا سُنّی کانفرنس، مُرادآباد

۲۰ــــ ۲۳، شعبان ۱۳۴۳ھ / ۱۶ــــ ۱۹، مارچ ۱۹۲۵ء

آل انڈیا سُنّی کانفرنس، مرادآباد کے جلسہ تاسیس کے موقع پر اس فی البدیہہ خطبہ میں جو امور بیان کا محور رہے، وہ یہ ہیں۔

(۱) مذہب اسلام کی حقانیت کے دلائل۔

(۲) خادم الحرمین سلطنت عثمانیہ کی شکست اور خلافت ترکیہ کا عروج وزوال

(۳) سرزمین حجاز میں فتنہ وہابیت کے مظالم اور بے گناہ مسلمانوں کا قتلِ عام

(۴) نام نہاد اتفاق کی حقیقت اور اتحاد بین المسلمین کی ضرورت۔

(۵) فرقہ ہائے مختلفہ کا ظہور اور اتحاد کے بہروپ میں ان کی فساد انگیزی۔

(۶) اشاعت و تبلیغ اسلام کے سلسلے میں اہل سنت وجماعت کے اکابر کی خدمات

(۷) مسلمانوں کی نکبت و ذلت کے فوری اسباب ــــــ اعتقادیں کمزوری، اعمالِ حسنہ سے بیگانگی اور شعائر اسلام کی خلاف ورزی۔

(۸) رسومات بد کی اصلاح کا طریق کار۔

(۹) معاشرتی ترقی کے اطوار —— علماء کی عزت، دینی تعلیم کے ساتھ دنیوی تعلیم، دیگر اقوام کے دوش بدوش چلنے کے لئے ملازمت و تجارت۔

اس خطبہ کی سادگی اور تاثیر فی النفوس کی کیفیت مسلمانوں کو مدتوں یاد رہے گی۔ آئندہ صفحات پر خطبہ[1] کا وہ عکس دیا جا رہا ہے، جو کتاب "سیرتِ امیرِ ملت مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء (مرتبہ پروفیسر طاہر فاروقی و سید اختر حسین) کے صفحات ۶۰۰ تا ۶۳۴ کی زینت بنا ہے۔

---

[1] مذکورہ خطبہ "ملفوظات امیر الملت" از سید منور حسین شاہ (صفحات ۱۷۱ تا ۲۰۳) مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

امیر ملت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری

آل انڈیا سنی کانفرنس کا پس منظر

آل انڈیا سنی کانفرنس، مراد آباد کے جلسہ تاسیس کے موقع پر اس کی ایڈریس میں
جن اہم مسائل کا محور بحث رہے ہیں۔

(۱) مذہب اسلام کی حقانیت کے دلائل۔

(۲) خلافت عثمانیہ کی شکست اور خلافت ترکیہ کا عروج و زوال

(۳) سرزمین حجاز میں فتنہ وہابیت کے مظالم اور بے گناہ مسلمانوں کا قتل عام

(۴) تمام ہندوستان کی حقیقت اور اتحاد بین المسلمین کی ضرورت۔

(۵) فرقہ وارانہ کا ظہور اور اتحاد کے خلاف [illegible] کی فساد انگیزی

(۶) اشاعت و تبلیغ اسلام کے سلسلے میں اہل سنت و جماعت کے اکابر کی خدمات

(۷) مسلمانوں کی تجارت و دولت کے ارتقا کے اسباب [illegible]
[illegible] اسلام کی خلاف ورزی

خطبۂ صدارت سُنّی کانفرنس مراد آباد

کل ہند سُنّی کانفرنس (جمعیۃ العلمائے ہند) کا اجلاس حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کی صدارت میں ۱۷، ۱۸، ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کو مراد آباد (یوپی) میں منعقد ہوا تھا۔ حضور نے فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ جسے بعد میں طبع کیا گیا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ● اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔ فَمَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ●

(ترجمہ) اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ● سب تعریفیں اللہ کے لئے ہم اسی کی حمد کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اور معافی کے خواستگار ہیں اور ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر توکّل کرتے ہیں۔ اور ہم پناہ مانگتے ہیں اللہ کے ساتھ اپنے نفسوں کی برائیوں سے اور بُرے اعمال سے پس جس شخص کو اللہ ہدایت فرمائے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کے لئے وہ گمراہی پیدا کرے اس کے لئے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سردار اور ہمارے آقا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں ●

امّا بعد خالق ارض و سما مالک ہر دو سرا بے شمار حمد و ثنا کے لائق ہے کہ جس نے اپنی عنایت بے غایت سے انسان کو بحکم آیت شریفہ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ خلعت اشرف المخلوقات سے سرفراز فرمایا۔ اور اپنے عشق و محبت کی آتش اور معرفت اسرار و حقایق کی مقدس امانت اس کے سینے میں ودیعت کر کے اس کو اپنا خلیفہ زمین میں مقرر فرما کر تمام مخلوق کو اس کا تابع فرمان بنایا۔

اور لاتعداد درود وسلام بروحِ پرفتوح طاہر مطہر منور مقدس سرورِ کائنات مفخرِ موجودات شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم دائماً ابداً کثیراً کثیراً جس آفتابِ ہدایت کے صدقے تمام اہلِ ایمان کو نورِ ایمان نصیب ہوا۔

انسان پر خداوند عمیم الاحسان کے اس قدر انعام و احسان ہیں کہ ان کا شکر بجا لانا تو درکنار، اگر انسان تمام عمر ان کے شمار کرنے میں صرف کرے، تو بھی ان کو شمار نہیں کرسکتا۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (ترجمہ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہیں کرسکتے) نصِ صریح اس پر شاہد ہے۔ انسان محدود علم وعقل وعمر سے اس بات کے بالکل ناقابل ہے۔

فضلِ خدائے راکہ تواند شمار کرد یا کیست آنکہ شکر یکے از ہزار کرد

یوں تو اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام، الطاف و نوازش اپنے بندوں پر بے مثال و بے نظیر ہیں۔ مگر سب سے اعلیٰ درجے کی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر عنایت کی وہ یہ ہے کہ اپنے محبوب رحمۃ للعالمین افضل الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے متمیز طوق سے ہمیں مزین و ممیز فرماکر یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ اپنا محبوب ہونے کا رتبہ ہم کو عطا کیا۔ اور نور ایمان و ایقان سے ہمارے دل و دیدہ کو منور فرمایا۔ انسان، عاجز انسان مولیٰ کریم کی کسی ایک نعمت کا شکر ادا کرنے کے قابل نہیں ہے، مگر غلامی محبوب رب العالمین ایسی نعمت ہے کہ اگر بندہ تمام عمر سر بسر مو زبان بن کر اس نعمت کا شکر ادا کرتا رہے، تو بھی ادا نہیں ہوسکتا۔ اس نعمت کے مقابلے میں باقی تمام انعام ہیچ اور بے حقیقت ہیں۔

حضرات علمائے کرام وصوفیائے عظام! فقیر ایک ادنیٰ خادم صوفیائے کرام ہے۔ اپنی تمام عمر صوفیائے کرام اور درویشانِ عظام کی خدمت کرنے میں فقیر نے صرف کردی اور اس خدمت کو اپنے لئے باعثِ فخر سمجھا۔ اور جو کام کیا خالصاً لوجہ اللہ کرتا رہا۔ مخلوق خدا کی خدمت ان کو خدا کی محبوب مخلوق سمجھ کر محض خداوند عالم کی خوشنودی کے لئے کی کیونکہ

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست بہ تسبیح وسجادہ و دلق نیست

اس مالک خالق ہر دوسرا کا بے حد شکر ہے کہ اس نے فقیر کو اپنے کمال لطف و عنایت سے علمائے کرام، وارثان حضرت سرکار کائنات کی مقدس مجلس میں اس خدمت جلیلہ کے لئے

سرفراز فرمایا۔ یہ عزت جو خداوند کریم نے اس فقیر کو عطا کی، اور یہ احسان جو فقیر کے حال پر کیا؛ اس کا شکر ادا کرنا میری طاقت سے باہر ہے۔

ع شکر نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو

اراکین آل انڈیا سنی کانفرنس کا بھی فقیر تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے کہ انھوں نے اس فقیر کو اس منصبِ جلیلہ کے لئے منتخب فرمایا۔ کیونکہ بحکم مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ آپ صاحبان نے جو اس فقیر کی عزت افزائی کی اور جو اہم خدمت اس فقیر کے سپرد کی، اس عزت افزائی کے لئے فقیر آپ سب صاحبان کا تہ دل سے مشکور اور رہین منت ہے۔

مذہبِ اسلام

حضرات! صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو خداوند دو عالم کا پسندیدہ اور مقبول ہے جس پر اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (ترجمہ (دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے) کی آیت پاک شاہد ہے۔ یہ وہ مقبول اور برگزیدہ مذہب ہے جو خداوند کریم کے فرمان عالی شان وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (ترجمہ۔ اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا ہے۔) سے ظاہر ہے۔ یہ وہ پاک اور مقدس مذہب ہے جس کی پیروی کے بغیر کوئی عبادت کوئی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ (ترجمہ۔ اور جو اسلام کے علاوہ کسی دین کا متلاشی ہے اس سے وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔) آیت پاک شاہد ہے۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

یہ وہ طیب مذہب ہے جس کی حفاظت کا خداوند عالم خود ذمہ دار ہے۔ آیہ شریفہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (ترجمہ۔ بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔) اس پر شاہد ہے۔ یہ وہ پاک مذہب ہے جس کے غلاموں کو پروردگار نے اپنا محبوب بننے کی اور تمام گناہوں سے مغفرت کی بشارت دی ہے۔ آیت مبارکہ ہے، قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (ترجمہ۔ اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمھیں دوست رکھیگا اور تمہارے گناہ

بخش دیگا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے! سبحان اللہ! کیا کیا برکتیں صاحب دل اہل بصیرت احباب کو اس مقدس مذہب میں نظر آتی ہیں۔

ارباب علم پر یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے اسلام کا مقابلہ کیا اور اس کی اشاعت میں مخالفت کی، یا اس کو مٹانے کی کوشش کی، اللہ تعالیٰ نے انھی لوگوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا کر انھی سے تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا کام لیا۔ یہی وہ الٰہی مذہب ہے جس کے لئے قرآن پاک میں حکم ہے۔ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۔ (ترجمہ۔ ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل فرمانے والا ہے۔ اگرچہ کافر برا مانیں۔) ۵

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن   پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

حضرات! آج سے بیشتر کئی دفعہ مخالفین و معاندینِ اسلام نے اسلام کو مٹانے کی کوششیں کیں۔ بادشاہیوں کو مٹایا، سلطنتوں کو برباد کیا، کتب خانوں کو جلایا۔ مگر خداوند عالم کے محبوب کا مقبول و برگزیدہ مذہب ویسے کا ویسا قائم رہا۔ اور تا قیامت قائم رہے گا۔ زمانہ گذشتہ میں بے شمار مصائب اہلِ اسلام پر آئے، مگر جو خطرات موجودہ زمانے میں اسلام اور اہلِ اسلام پر ٹوٹ رہے ہیں وہ نا قابلِ بیان ہیں۔ یہ ایک ایسی لمبی داستان ہے جس کے بیان کرنے کو بہت سا وقت چاہیئے۔ ایک مصیبت ختم نہیں ہوتی کہ دوسری آموجود ہوتی ہے۔ ایک بلا ابھی سر سے ٹلی نہیں ہوتی کہ دوسری آدباتی ہے۔ الغرض مسلمان فِی زَمَانِنَا ہر طرح سے ہدف ناوک مصائب و آلام اور نشانہ تیر رنج و بلا بنے ہوئے ہیں۔

حضرات! حالات زمانہ حاضرہ کو آپ بالتفصیل جانتے ہیں۔ ان تمام واقعات کو آپ کے روبرو مفصّل بیان کرنا سوائے تضیع اوقات کے اور کچھ نہ ہوگا۔ مگر فقیر مجملاً چند ایک واقعات بیان کرے گا۔ اور نیز وہ تجاویز بیان کرے گا، جن سے ہماری جماعت کی بہتری اور تنظیم ہو سکتی ہے۔ مگر بیشتر اس کے کہ وہ واقعات آپ کی خدمت میں پیش کیے جائیں، فقیر مناسب سمجھتا ہے کہ اسلام کی حقانیت کے چند دلائل آپ حضرات کے سامنے پیش کرے

حقانیتِ اسلام

حضرات! دنیا میں جو سب سے سچا مذہب ہے وہ اسلام ہے۔ فقیر اس لئے یہ بات نہیں کہتا کہ فقیر ایک مسلمان ہے یا مسلمان کے گھر پیدا ہُوا ہے۔ بلکہ حقیقت الامر بات یہی ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو تمام دنیا میں اگر کوئی مذہب سچا ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ اگرچہ ہر مذہب والا اپنے مذہب کو سچا تصوّر کرتا ہے، اور اسی واسطے اس کا پیرو ہوتا ہے۔ مگر اس کی مثال یُوں سمجھئے کہ

ہزار آدمی کھڑے ہیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں کانچ کا ایک ٹکڑا ہے۔ سوائے ایک آدمی کے جس کے ہاتھ میں الماس کا ٹکڑا ہے۔ الماس صرف ایک آدمی کے ہاتھ میں ہے، باقی سب نے کانچ کے ٹکڑے کو الماس سمجھ کر پکڑ رکھا ہے۔ ہر ایک بخیال خود یہ سمجھتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں الماس ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ اسی طرح الماس یعنی سچا مذہب مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور کانچ کے ٹکڑے یعنی مذاہبِ باطلہ باقی سب لوگوں کے ہاتھ میں ہیں۔ ان سب اہلِ مذاہب سے اگر درپردہ دریافت کیا جائے تو سب یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ اگر دنیا میں کوئی سچا مذہب ہے تو اہلِ اسلام کا ہے۔ کیونکہ جو جو خوبیاں اور جو برکتیں مذہب اسلام میں ہیں وہ کسی دوسرے مذہب میں نہیں پائی جاتیں۔

(۱) فقیر کو اس پر ایک پُرانا واقعہ یاد آیا۔ کرنل ہالرائڈ صاحب لاہور میں ڈائرکٹر محکمہ تعلیمات پنجاب تھے۔ انھوں نے اپنے ایک سررشتہ دار شیخ عزیزالدین سے دریافت کیا کہ تمھارے پاس اسلام کے سچا مذہب ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ وہ کوئی عالم یا مولوی نہ تھا پھر بھی جو دلائل وہ پیش کر سکتا تھا اس نے پیش کیئے۔ مگر ہالرائڈ صاحب نے کہا "اوٗ مَیں تم کو بتاتا ہوں۔ ہمارے ملک انگلستان میں پارلیمنٹ کے کئی سو ممبران ہیں۔ جو سب کے سب بڑے لائق و فائق، مدبّر، عاقل، تجربہ کار اور عالم ہوتے ہیں۔ یہ صدہا ممبرانِ پارلیمنٹ کامل غور و خوض اور بڑے تفکّر و تدبّر کے بعد مدّتوں میں اپنے ملک کے لئے ایک قانون بناتے ہیں۔ مگر اس قانون کو جاری ہوئے ابھی پورا سال بھی نہیں گزرتا

کہ اس میں غلطیاں نظر آنے لگتی ہیں جس کے باعث پارلیمنٹ کو لاچار یا تو اس قانون میں ترمیم کرنی پڑتی ہے یا اس کو منسوخ کرنا پڑتا ہے۔ اتنے بہت سے دانشمند آدمیوں کا بنایا ہوا قانون ایک سال نہیں چل سکتا۔ مگر تمھارے پیغمبر حضرت محمد رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو امی محض تھے، عرب کے ریگستان میں بیٹھ کر ایک قانون بنایا جس کو تیرہ سو برس کا عرصہ گذر گیا اور اس میں آج تک ایک حرف کی غلطی نہیں نکلی۔ بلکہ وہ ہر زمانے کے لئے بالکل موافق و مطابق ہے اس سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ قانون خدائی قانون ہے اور وہ مذہب اسلام ہے جو خدا کا مقبول اور پسندیدہ ہے۔

(۲) بنگلور میں ایک دن کاؤنٹیس لیڈی اسکیپ فقیر کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ "میں نے دُنیا کے تمام مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اور میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ اگر کوئی مذہب سچا ہے تو مسلمانوں کا ہے"۔ فقیر نے کہا کہ "تم اتنا اقبال کر لینے سے نصف مسلمان ہو گئیں"۔ اس نے دریافت کیا کہ "شاہ صاحب وہ کس طرح"۔ فقیر نے جواب دیا "اسلام کے دو بڑے اصول ہیں۔ اوّل دل سے یقین۔ دوسرے زبان سے اقرار کرنا۔ آپ نے دل سے تو یقین کر لیا کہ اسلام سچا مذہب ہے تو دل سے نصف مسلمان ہو گئیں۔ اب اگر زبان سے بھی اقرار کر لو تو پوری مسلمان ہو جاؤ گی"۔ میم صاحبہ نے کہا کہ "اگر میں مسلمان ہو تو میرا صاحب کیا کرے گا"۔ فقیر نے کہا کہ "صاحب مرے گا تو اپنی قبر میں جائے گا۔ تم مرو گی تو اپنی قبر میں جاؤ گی"۔ نیز فقیر نے کہا کہ "تم پھر کسی وقت غسل کر کے اور پاک کپڑے پہن کر آنا تو فقیر تمھیں کچھ بتائے گا"۔ اس نے کہا "میں اب بھی غسل کر کے اور پاک کپڑے پہن کر آئی ہوں"۔ فقیر نے اسی وقت اس کو کلمہ شریف کی تلقین کر کے داخل سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کر لیا۔ وہ اسی وقت سے ایسی پکی مسلمان بنی کہ اسی دن سے اس نے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ اور تمام ارکان اسلام کی پابند اور تہجد گزار ہو کر قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا۔

پھر اس کی برکت سے اس کے شوہر نے بھی مذہبِ اسلام قبول کر لیا۔ حالانکہ اس کو دو سال تک آریہ لوگ ورغلاتے رہے تھے۔ اس کے بعد وہ صاحب بھی ایسا پکا مسلمان بن گیا کہ مبلّغ کا کام کرنے لگا۔ چنانچہ ایک روز ایک اور انگریز ڈاکٹر کو جو لکھوکھا روپے کا مالک تھا فقیر کے پاس بنگلور ہی لے کر آیا۔ اس ڈاکٹر نے بھی اسلام کی تعریف کی، اور وہی الفاظ دہرائے جو میم صاحبہ نے کہے تھے۔ کچھ دیر گفتگو کے بعد فقیر نے اس کو بھی کلمہ شریف پڑھا کر حلقۂ ذکر میں

بٹھایا اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں داخل کر لیا۔ خدا کے فضل و کرم سے وہ ایسا بیخود ہُوا کہ تین گھنٹے تک بیہوش پڑا رہا۔ اتنے میں خان بہادر سیٹھ حاجی محمد اسماعیل صاحب ایک وہابی کو ہمراہ لے کر آئے۔ اور اس کو ڈاکٹر صاحب کی حالت دکھا کر کہنے لگے "اگر تم اس کو اس وقت ہوش میں لے آؤ تو میں تمھیں ایک سو روپیہ انعام دیتا ہُوں یہ بھلا وہ کیسے اس وقت اس کو ہوش میں لا سکتا تھا۔ ع:

"یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اُتار دے" سیٹھ صاحب موصوف نے اپنے ہمراہی سے کہا کہ "نہایت افسوس کی بات ہے کہ تم بھنگ، دھتورہ جیسی چیزوں کی تاثیر تو مانتے ہو۔ مگر خدا کے نام میں تاثیر کو نہیں مانتے" وہ سخت شرمندہ ہُوا۔

(۳) شام کے وقت اور بالعموم نماز مغرب کے بعد لاہور اور دوسرے شہروں کی مسجدوں کے دروازے پر جا کر دیکھو۔ جب مسلمان نماز پڑھ کر باہر آتے ہیں تو اہلِ ہنود کی بیسیوں عورتیں اپنے بیمار بچوں کو گود میں لئے دم کرانے کے واسطے دروازوں کے باہر کھڑی نظر آئیں گی۔ یہ عورتیں جاتے وقت مسلمانوں کے جُوتے اتارنے کی جگہ کی خاک لیکر اپنے خوبصورت ننھے بچوں کے مُنہ پر ملتی ہیں اور یہ یقین رکھتی ہیں کہ مسلمانوں کے جُوتوں کی خاک میں بھی شفا ہے۔ اگر وہ اسلام کو سچا نہ سمجھتیں تو ایسا کیوں کرتیں۔

(۴) اور سُنیئے۔ انگریزوں کی آمد کے ابتدائی زمانے میں ولایت سے ایک پادری آیا۔ اور بمبئی میں ہزاروں قرآن مجید خریدنے شروع کر دیے۔ ایک مولوی صاحب نے اس سے دریافت کیا کہ تو کیوں قرآن شریف خرید رہا ہے۔ اس نے کہا ولایت سے حکم آیا ہے کہ جتنے قرآن شریف ہندوستان میں ہوں سب حاصل کر کے انھیں نیست و نابود کر دو۔ مولوی صاحب نے فرمایا "تو دیوانہ ہے۔ ہمارا قرآن شریف ان کاغذوں پر نہیں ہے۔ ہمارے دلوں پر لکھا ہُوا ہے۔ ہمارے دس دس سال کے بچوں کے سینوں میں لکھا ہُوا ہے۔ تم اگر لکھو کھا قرآن شریف سمندر میں غرق کر دو، تو بھی ہمارے قرآن شریف کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہو۔ ہم ایک دن میں لکھوکھا قرآن شریف پھر لکھ سکتے ہیں"

کیا دُنیا میں کوئی اور مذہب ہے، جو یہ دعویٰ کر سکے کہ ان کی کتاب اوّل سے آخر تک کسی کو یاد ہو؟ فقط کلام پاک کا ایک نمونہ تو یہ فقیر ہی آپ کے سامنے ہے۔ جو بارہا اس کی صداقت

کا تجربہ کر چکا ہے۔ نماز تراویح میں کئی دفعہ یہ واقعہ گزرا کہ فقیر کو نیند سے بیخودی آگئی۔ اس غنودگی کی حالت میں بھی قرآن شریف کے الفاظ صحت کے ساتھ ادا ہوتے رہے۔ اگر سینے میں لکھا نہوتا تو نیم ہوش کے عالم میں وہ الفاظ کیسے زبان سے نکل سکتے تھے۔!

قرآن شریف کے حروف پانچ لاکھ چالیس ہزار چھ سو۔ رکوع پانچ سو چالیس۔ سورتیں ایک سو چودہ۔ آیات چھ ہزار چھ سو چھ ہیں۔ کیا کوئی اور مذہب والا یہ بات بتا سکتا ہے کہ ان کی مذہبی کتاب کے اتنے حروف ہیں؟ کیا کوئی مذہب والا اپنی کتاب اول سے آخر تک حرف بحرف زبانی پڑھ کر سُنا سکتا ہے؟ ہمارے ملکوں میں تو دس دس سال کے بچے ہر شہر ہر قصبے میں موجود ہیں، جو کلام اللہ کے حافظ ہیں۔

(۵) جب قرآن شریف نازل ہوا تو مغربی ایشیا میں دو زبانیں مروج تھیں۔ ایک عبرانی جو انجیل کی زبان تھی۔ دوسری سریانی جو تورات شریف کی زبان تھی۔ اس سے بڑھ کر اسلام کے سچا ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خداوند کریم نے نہ صرف یہ کہ ان کتابوں ہی کو اٹھا لیا، بلکہ ان کی زبانوں کو بھی اٹھا لیا۔ آج ان تمام ملکوں میں سے کوئی ملک یا شہر یا قصبہ ایسا نہیں ہے کہ جس میں عبرانی یا سریانی زبان بولی جاتی ہو۔ اب ان تمام ممالک میں عربی زبان بولی جاتی ہے۔ اور عربی زبان ہی کا دور دورہ ہے۔ جو قرآن مجید کی زبان ہے۔

(۶) جب دنیا میں قرآن شریف نازل ہوا تو تمام ہندوستان، خصوصاً بھارت ورش میں، سنسکرت بولی جاتی تھی۔ اب اس تمام علاقے میں واحد گھر بھی نہیں ہے، جہاں شاستری زبان بولی جاتی ہو۔ بلکہ اس زبان کو سمجھنے والے آدمی بھی خال خال ہی نظر آئیں گے۔ اگر کوئی کتاب تمام دُنیا کی اصلاح کا دعویٰ کرتی ہے تو وہ صرف قرآن پاک ہے۔ کوئی اور کتاب تمام عالم کی اصلاح کا دعویٰ ہی نہیں کرتی۔

(۷) کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ اہلِ ہنود کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے۔ نہ وہ یہ بتا سکتے ہیں کہ وہ کتابیں جن کا وہ آسمانی ہونا بیان کرتے ہیں، کب، کس جگہ اور کس پر نازل ہوئیں۔ اس وقت کون قومیں آباد تھیں۔ اور کون سی مخلوق دنیا میں موجود تھی۔

(۸) قرآن شریف کی برکتیں اور رحمتیں اتنی ہیں کہ انسان کے احاطۂ شمار سے باہر ہیں۔

مگر مشتے نمونہ از خروارے، فقیر دو تین آپ کے رُوبرو بیان کرتا ہے:۔

(الف) تیز سے تیز تلوار فقیر کے پاس لائیں۔ فقیر قرآن پاک کی آیت شریف پڑھ کر اس پر دم کر دے گا، اور وہ ایسی کُند ہو جائے گی کہ انسان کا بال تک بھی نہ کاٹ سکے گی۔

(ب) کسی شخص کو اگر باؤلے کُتّے نے کاٹا ہو تو اس کو فقیر کے پاس لاؤ۔ فقیر قرآن مجید کی آیت پڑھ کر گیلی مٹی پر دم کر کے اس شخص کے بدن پر ملے گا، تو اس مٹی میں سے جس رنگ کا کتا تھا، اسی رنگ کے بالوں کی صورت میں باؤلے کتے کا زہر باہر نکلے گا۔ اور سگ گزیدہ فضل الٰہی سے بالکل تندرست ہو جائے گا۔

(ج) تین ماہ کا عرصہ ہوا فقیر ریاست رام پور گیا ہوا تھا۔ ایک شخص نے آکر کہا کہ "میری عورت کو سات دن سے دَرد زِہ ہو رہا ہے۔ تمام ڈاکٹر اور دائیاں عاجز آگئے ہیں۔ نہ وہ مرتی ہے نہ اس کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ سب نے مایوس ہو کر اسے لاعلاج بتا دیا ہے۔" فقیر نے اپنے پاس سے تین کھجوریں لے کر، ان پر قرآن شریف کی ایک آیت پڑھ کر، دم کر کے اس کو دیں۔ اِس کی فقیر کو اپنے پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اجازت تھی۔ پانچ منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ وہ شخص دوڑتا ہوا آیا اور مبارکباد دی کہ خدا کے فضل سے بچہ ہو گیا۔ محض کلام الٰہی کی برکت سے ایسا ہوا۔

(د) کسی شخص کا لڑکا گم ہو جائے، تو فقیر مٹی کے تین ڈھیلوں پر قرآن شریف کی ایک سورۃ پڑھ کر دم کر دے گا۔ وہ مفقود الخبر بچہ اگر خدائے تعالیٰ کو منظور ہوا تو آٹھ دن کے اندر ہی گھر واپس آ جائے گا۔ صدہا مرتبہ اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔

حالاتِ حاضرہ

ابھی کل کی بات ہے کہ جب یورپ کی آتش نے سلطنت عثمانیہ کو جو اس وقت حرمین الشریفین کے خادم اور خلافت کے متحمل تھے آ گھیرا۔ کئی سال کی جنگ کے بعد آخر ترکوں کو شکست ہوئی اور سلطان المعظم خلیفۃ اسلام یورپی دُوَل کے ماتحت ایک کٹھ پتلی سا ہو گیا۔ تمام ممالک اسلامیہ میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً کشمیر سے راس کماری تک، اور پشاور سے کلکتہ تک، ایک شور برپا ہو گیا کہ دُوَل یورپ نے اسلام اور خلافت اسلام کے مٹانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ چونکہ خلافت اہلِ اسلام

ایک مقدس مسئلہ ہے، اس لئے خلافت کے برقرار رکھنے کے لئے ہر جائز و ممکن کوشش کرنا ہر مسلمان کا مقدس فرض ہے۔

چنانچہ لکھوکھا روپیہ اس مقصد کے لئے فراہم کیا گیا سینکڑوں مجلسیں قائم کی گئیں۔ لکچر، وعظ اور تقریریں کی گئیں۔ گریہ وزاری، الحاح و تضرّع سے بارگاہِ ربّ العزت میں التجائیں اور دعائیں کی گئیں۔ غیرتِ مولیٰ کریم جوش میں آئی اور مصطفیٰ کمال پاشا نے اناطولیہ میں نوجوان ترکوں کی جماعت کی مدد سے ایک خود مختار ترکی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اور دُوَل یورپ کے پنجوں سے پہلے تو خلیفۂ اسلام اور مقامِ خلافت کے رہا کرانے کی کوشش کی۔ اور دوسرا خلیفہ منتخب کیا گیا۔ مگر خدا جانے کہ اس کو کیا منظور ہے، کہ ایک طرف تو تمام عالمِ اسلام میں خلیفہ کے تقرر اور خود مختاری کے لئے شور برپا تھا اور دوسری طرف ترکانِ احرار کی اسی مجلس نے سال گزشتہ خلیفۂ اسلام کو ملک بدر کر دیا۔

اربابِ علم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ انھی ترکوں کے آباؤ اجداد نے جب خلافتِ عباسیہ کو بغداد سے مٹایا تو وہ بت پرست تھے۔ نوشت و خواند سے بالکل بے بہرہ اور اخلاق و آداب سے بالکل معرّا تھے۔ اوّل درجہ کے ظالم اور سفّاک تھے۔ انھوں نے علمائے اسلام اور صوفیائے عظام کو چن چن کر قتل کرایا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور غیرت جوش میں آئی تو کیا ہوا؟ ترک دو صوفیائے کرام خواجہ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ محمد دربندی رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے دربار میں لائے۔ ان کو سخت عذاب دیا گیا۔ مگر یہ مقبولانِ بارگاہِ ایزدی رحمۃٌ للعالمینی کی شان میں جلوہ گر تھے، اس لئے ان کے نورِ باطن سے ترکوں کے دلوں میں اسلام کی روشنی پھیل گئی اور محکوموں کے سچے مذہب نے بت پرست حاکموں کو ایسا محصور و مسحور کیا کہ ان کو سوائے مذہب اسلام کو قبول کرنے کے اور چارہ باقی نہ رہا۔ سبحان اللہ!۔ اسلام میں وہ جذب اور کشش ہے کہ جو کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے، بالآخر اسی کو اس کا دلدادہ اور شیفتہ ہونا پڑتا ہے۔

ایسا ہی حال حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا ہے۔ کہ معاذ اللہ گھر سے تو وہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے اور نورِ خداوندی کو بجھانے کے لئے جا رہے

تھے، مگر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتے ہی حضور کی ایک نظر سے شہید خنجرِ تسلیم ہو گئے۔ اور اسلام کی وہ وہ خدمات کیں جن کو مخالفین اور معاندین بھی تسلیم کرنے پر مجبور رہیں۔

اسی طرح انہی ترکوں نے مسلمان ہو کر مشرقی یورپ کا اکثر حصّہ فتح کر لیا۔ اور قسطنطنیہ کو فتح کر کے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی مشہور پیش گوئی پوری کر دکھائی۔ اور بعد میں خادم خلافت بن کر سینکڑوں سال تک حرمین الشریفین کی خدمت کرتے رہے۔ مولیٰ کریم کے فضل وکرم سے زُہیر کو ا... بھی یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی پاک بندے کے طفیل اسلام اور اہلِ اسلام کے ان تمام مصائب کو بھی دُور کرے گا۔

شہر خالی ست ز عشاق مگر از طرفے مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

فتنۂ ارتداد

ابھی خلافت کا زخم دلوں میں تازہ تھا کہ اہلِ ہنود کے تمام فرقوں نے مل کر ایک سنگھٹن کی بنیاد رکھی جس کی غرض و غایت یہ ہے کہ پرستارانِ توحید اور غلامانِ اسلام کو جادۂ حق سے منحرف کر کے ان کو شدھ یعنی مرتد بنایا جائے۔ اور معاذ اللہ اسلام اور حلقہ بگوشان اسلام کا نام تمام ہندوستان سے مٹایا جائے۔

ہر بلائے کز آسمان آید خانۂ انوری ہمی جوید

چنانچہ تقریباً دو سال کا عرصہ ہُوا کہ لالہ منشی رام صاحب سابق مینجر گورو کل کانگڑی نے جو بڑے پکے اور متعصب آریہ سماجی ہیں، آگرہ میں ایک مرکز قایم کیا۔ اور مسلمان ملکانوں کو مقدّس مذہب اسلام سے منحرف کرنے کے لیے بہت سے پرچارک مقرر کیے۔ روپیہ کا لالچ اور ڈرانے دھمکانے کے حربے استعمال کیے۔ ملکانوں کو ہندو بنانے کے لیے لکھوکھا روپے جمع کیے گئے جس میں اہل ہنود کے تمام طبقوں نے، راجہ سے لیکر دہقان گنوار تک نے، حصّہ لیا۔

جو دُکھ غریب مسلمان ملکانوں کو دیا گیا وہ ناقابلِ بیان ہے۔ کسی کو طمع زر سے منحرف کرنے کی کوشش کی گئی کسی پر ناجائز دباؤ اور رعب ڈالا گیا۔ کسی کو قرقی، نیلامی اور قید کی دھمکی دی گئی۔ ماؤں کو بچوں سے اور بچوں کو ماؤں سے، خاوند کو عورت سے اور عورت کو خاوند سے، علیحدہ کرنے کی سعی کی گئی۔ مگر خدا کا احسان اور فضل ہے کہ چند اہل درد اہلِ اسلام

نے اس طرف توجہ کی۔ اور بہت جلد کئی انجمنوں نے فتنۂ ارتداد کے سدِّ باب کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اور سرگرمی سے شدھی اور سنگھٹن کے خلاف کام شروع کر دیا۔ بھولے بھالے مسلمان ملکانوں کو غیر مذہب والوں کی چالاکی اور عیاری سے مطلع کیا گیا۔ ان کو اسلام کے اصولوں کی حقانیت اور تقدیس سے آگاہ کیا گیا۔ مبلغ مقرر کر کے دینی مدرسے کھولے گئے۔ مدرس مقرر کیے گئے۔ مساجد اور چاہات کی تعمیر کی گئی۔ شفا خانے بنائے گئے۔ اور مسلمان بچوں کو ضروری ارکانِ اسلام کی تعلیم اور تلاوت قرآن پاک کی تعلیم دینی شروع کی گئی۔ الحمدللہ! کہ اس کام میں خدا کے فضل سے اس قدر کامیابی ہوئی کہ اس کا شکر ادا کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔

انجمن خدام الصوفیہ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ کے اراکین نے اس مقدس کام میں جس قدر حصہ لیا۔ اور جو کام کر دکھایا۔ وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اور صفحۂ روزگار پہ تا ابد درخشاں رہے گا۔ انجمن کے مدارس میں سے دو عدد مدارس علاقہ کشمیر میں، دو عدد علاقہ جموں میں، دو عدد علاقہ ریاست بڑودہ میں، باقی ۴۲ مدارس علاقہ آگرہ، متھرا، دہلی، ایٹہ، بلند شہر، گڑگاواں، علی گڈھ، فرخ آباد وغیرہ میں ہیں۔

خداوند تبارک وتعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ آریہ سماجیوں کو ان کے اس کام میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ اور سال گزشتہ تو وہ بالکل مایوس و ناکام ہو کر واپس جا رہے تھے اور اپنی غلطی پہ نادم تھے۔ مگر حضرات! اہل اسلام اور اسلام کی یہ کامیابی محض تائید خداوندی اور فضل الٰہی پر منحصر تھی۔ ان کے مقابلے میں ہمارے پاس کوئی طاقت نہ تھی۔ اس لئے یاد رہے کہ ہمیں اپنی کامیابی اور آریہ سماجیوں کی ناکامی پر جو بحکم قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (ترجمہ۔ فرمائیے کہ حق آیا اور باطل ختم ہو گیا۔) ایک خدائی حکم کے ماتحت ہے) پھول کر اس نیک کام کی اشاعت اور تبلیغ کو بند نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ آپ کو بخوبی علم ہے کہ اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے۔ اور مسلمانوں کا ہر فرد اس کا مبلغ اور اشاعت کنندہ ہے۔

آپ کو بخوبی علم ہے کہ گزشتہ ماہ فروری ۱۹۲۵ء میں آریہ سماجیوں نے متھرا

میں دیانندکی، جو آریہ مت کا بانی تھا، سو ۱۹۲۵ء میں ایک جلسہ کیا تھا۔ ہندوستان کے ہر گوشے سے اہل ہنود کے لیڈر وہاں جمع ہوئے تھے۔ جہاں اہل اسلام اور اسلام کو مٹانے، اور مسلمانوں کو ان کے مقدس اور پاک مذہب سے گمراہ کرنے کے لئے کئی پوشیدہ اور ظاہر کمیٹیاں کی گئیں۔ اسی مطلب کے لئے لکھو کھا روپیہ جمع کیا گیا۔ معتبر ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہاں خفیہ سازشوں میں یہ حلفیہ فیصلہ ہوا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کم از کم پندرہ مسلمانوں کو گمراہ کر کے جادۂ مستقیم سے پھسلا کر اسلام سے خارج کرے گا۔ اور ہر طرح کے ناجائز طریقے، روٹی کا لالچ، لڑکیوں کا جال، زر کے لالچ کو کام میں لایا جائے گا۔

اس لئے ہر مسلمان کو آیندہ کے لئے ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔ اپنے مذہبی اصولوں سے پوری پوری واقفیت حاصل کرنی چاہیئے۔ پاک مذہب اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ اپنے بچوں کو اصول اسلام اور حقانیت اسلام سے اچھی طرح واقفیت کرانا چاہیئے اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے سلسلے کو جاری رکھ کر مخالفین و معاندین اسلام کی مدافعت کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔

ابھی کل کا ذکر ہے کہ اخبار 'تنظیم امرتسر' اور اخبار 'زمیندار' میں اور ان سے قبل اخبار 'ملاپ' میں ایک طویل مضمون لالہ ہر دیال ایم اے کی طرف سے شایع ہوا ہے۔ اس مضمون میں ہر دیال نے اسلام اور اشاعت اسلام پر نہایت رکیک حملے کئے ہیں۔ اس مضمون کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ راقم مضمون اسلام کی اشاعت اور اس کی تبلیغی تعلیم سے بالکل ناواقف ہے۔ یا پھر تعصب کی پٹی نے اسے اندھا کر رکھا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ :-

"اہل ہنود کا اسلام سے ہرگز اتفاق نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو ہر جائز و ناجائز کوشش سے ہندو بنا کر اہل ہنود کے کسی نہ کسی فرقے میں داخل کر لو۔ اور اس طرح سوراجیہ حاصل کر لو۔ اور بھارت ورش کو تمام غیر ہندوؤں سے پاک اور شدھ کر لو۔ یعنی تمام غیر مذاہب کو نیست و نابود کر دو۔ اگر تم یہ نہیں کر سکتے تو پہلے سوراجیہ حاصل کر لو۔ یہ سوراجیہ ریاست بہاولپور یا نظام حیدر آباد کا سا نہ ہو بلکہ کامل آزاد اور با اختیار ہو۔ اور ہندو ریاست قایم کر کے پھر سلطنت کے رعب، جاہ و حشم کی تخویف، اور زر کے لالچ سے تمام مسلمانوں کو گمراہ کر کے ہندو بنا لو۔"

یَاالْعَجَب! بڑی دُور کی سوجھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر ہندو، خواہ وہ ہندوستان میں ہو یا جلاوطن ہو، اس کے دل میں یہی خواہش موجزن ہے کہ جس طرح ہو، ہندوستان سے مسلمانوں کو اور ان کے مقدس مذہب اسلام کو مٹا دیا جائے۔ یا تو مسلمانوں کو ہندوستان سے نکال دیا جائے یا ان کو گمراہ کر کے ہندو بنا لیا جائے۔ اِدھر ناعاقبت اندیش مسلمان گہری نیند میں سوئے ہوئے ہیں۔ اور اپنے مآل و انجام سے بالکل بے خبر ہیں۔ دیکھتے نہیں کہ زمانہ کس طرف کو جا رہا ہے اور وہ کہاں ہیں۔ زمانہ کی تگ و دَو میں وُہ کس قدر پیچھے ہیں۔ نہ زمانہ ماضی سے پشیمان نہ حال کی پروا نہ فردا کی فکر۔ ایسی بے بسی کی حالت میں خدا ہی مقلّب القلوب ہے کہ ان کے دلوں میں محبت اسلام بھر دے۔ ان کو فکرِ فردا میں لگا دے۔ ان کو دینی و دُنیاوی ضرورتوں سے آگاہ کر دے۔ اور پکّا مسلمان بنا دے۔

دو سال کا ذکر ہے کہ جب فقیر بمبئی سے واپس آ رہا تھا تو حکیم اجمل خان صاحب فقیر کو ملے۔ تو فقیر نے ان سے کہا کہ "لاہور میں جمعیۃ العلماء نے نومبر ۱۹۲۲ء میں بے چارے بے گناہ مولویوں کے برخلاف غلط افواہوں کی بنا پر ہندوؤں کو بجبر مسلمان بنانے کا الزام لگا کر یہ تجویز پاس کی کہ مسلمان ہند کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ ان سے ہمدردی ہے۔ مگر یہ نہیں دیکھتے کہ آج ہندو زبردستی غریب مسلمانوں کو راہِ توحید سے پھسلا کر مرتد بنا رہے ہیں۔ آج تمہارے لیڈران ہندوؤں کے خلاف کیوں ریزولیوشن پاس نہیں کرتے؟"

اہلِ ہنود کا اتفاق اور یگانگت اور آپس کے تعلقات ایسے مضبوط اور استوار ہیں کہ وہ ایک کام کرنے کے لئے کئی سال پیشتر سے تیاری کرتے ہیں۔ واقعات ماضی اس پر شاہد ہیں کہ وہ مجبور مسلمانوں پر پہلے دستِ ظلم و تعدّی دراز کرتے ہیں۔ ان کو تلوار بندوق کا نشانہ بناتے ہیں۔ اور چونکہ ان کا نظام و اتحاد نہایت مستحکم ہے، اس لئے بعد میں خود کو مظلوم ثابت کر دیتے ہیں اور مسلمانوں کو جو کسی مرکزی انتظام سے وابستہ نہیں ہیں، ظالم، مجرم، چور وغیرہ بنا کر ان کا چالان کرا کے سزائیں دلواتے ہیں۔ اہلِ ہنود صاحبِ زر ہیں۔ ان کے حکام زیادہ ہیں۔ حکومت کے ہر شعبے میں ان کا عنصر غالب ہے۔ تجارت تمام ملک کی ان کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے اپنے زر، زور، لحاظ سے مظلوم کو ظالم بنا کے انصاف پروری نہیں ہونے دیتے۔ بلکہ اُلٹا غریب اور بیکس، جاہل اور بے علم، بے گناہ اور بے سہارا مسلمانوں کو اپنی ہر طرح کی جائز اور ناجائز سعی سے مجرم

بنانے اور سزائیں دلوانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

سال گزشتہ کے واقعات سہارن پور، آگرہ، ملتان، دہلی، اجمیر وغیرہ کے اس امر کی کافی شہادت ہیں۔ مگر مسلمان ہیں کہ ان کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ وہ ہر طرح کی مراعات سے کام لیتے ہیں۔ انھوں نے اسلام کے بڑے سے بڑے دشمن کو بادشاہی مسجد کے منبر پر بیٹھنے کی اجازت دی۔ اہل ہنود کی نعشوں کو کاندھا دیا۔ ان کی دلجوئی کی خاطر چند نام نہاد مسلمانوں نے اسلامی شعار ذبیحۂ گاؤ کو ناجائز تک کہنا شروع کر دیا۔ بلکہ تمام مسلمانانِ ہند نے محض اہل ہنود کے احساسات کا لحاظ کر کے کوئی گائے قربان نہیں کی۔ ادھر ہندو ہیں کہ وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور ان کو راہِ ہدایت سے منحرف کر کے مشرک اور کافر بنانے کے لئے سرتاپا کوشش کر رہے ہیں۔

اول تو ہر جگہ مسلمان ہندوؤں کے ہاتھوں پٹتے اور مقتول ہوتے ہیں۔ لیکن اگر کسی جگہ ہندو ظالم ہوتے ہوئے بھی مظلوم بن جاتے ہیں، اور تمام لیڈر اِن قوم ان سے مصالحت و مفاہمت کے لئے کوشش کرتے ہیں، تو بھی وہ مسلمانوں کو بغیر پھانسی چڑھائے نہیں چھوڑتے۔ اور مسلمانوں کی سادہ دلی دیکھئے۔ کہ کنکھل وغیرہ میں اہلِ ہنود نے جو مظالم بے کس اور مجبور مسلمانوں پر کئے۔ حد یہ کہ بچوں کو زندہ جلا دیا۔ ڈپٹی کمشنر ضلع نے خود مسلمانوں کو اپنی آنکھوں سے اس حال میں دیکھا۔ اس پر چند اہلِ ہنود کو سزا ہوئی تو مسلمان لیڈر سارے مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ جلسے کر کے گورنمنٹ کو تار دیے جائیں کہ وہ ہندوؤں کو رہا کر دے۔ سبحان اللہ!

ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ہماری مروت اور احسان کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم کو کمزور، بے کس اور بے بس خیال کر لیا گیا۔ اور سرے سے ہم کو ملک بدر کرنے اور ہمارے استیصال کے لئے منصوبے بنا کر کوشش کی گئی۔ مگر یاد رہے کہ مذہب اسلام چراغ خداوندی ہے۔ اس چراغ کو بجھانا آسان نہیں۔ یہ تاقیامت روشن رہے گا۔ ؎

چراغے را کہ ایزد بر فروزد کسے کو تف زند ریشش بسوزد

اب اہل اسلام کا یہ کام ہے کہ وہ گذشتہ برسوں کے تلخ تجربے سے سبق حاصل

کریں۔ مومن کا کام یہ نہیں کہ ایک سوراخ سے دوبار ڈنک کھائے۔ نیش زنی کرائے۔

ہر چند آزمودم از وے نبود سودم مَنْ جَرَّبَ الْمُجَرَّبَ حَلَّتْ لَهُ النَّدَامَہ

(ترجمہ۔ جس نے تجربہ کردہ کام کی آزمائش کی وہ پشیمانی میں پڑا)

اس میں کوئی کلام نہیں کہ جو برداشت ہمارے مذہب میں ہے کسی اور مذہب میں نہیں ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ ہم کسی حالت میں بھی اپنے مذہب میں رخنہ اندازی برداشت نہیں کریں گے۔ ہم کسی شعارِ اسلام کو ترک کرنے کے لئے کسی حال میں بھی تیار نہیں ہوں گے۔ وہ اتفاق، وہ ... جس سے ہمارا ایمان اور اسلام اور اعتقاد جاتا رہے، ہم کسی طرح بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہندو قوم ہماری سالہا سال کی آزمائی ہوئی ہے۔ ان سے یہ توقع کرنی کہ ہمارے ساتھ دوستی رکھے گی، ہمارے ساتھ اتحاد و یگانگت کرے گی، بالکل فضول اور لاحاصل ہے۔ بمصداق

باہداں بد باش و بانیکاں نکو جائے گل گل باش و جائے خار خار

اور

نکوئی بابداں کردن چنانست کہ بدکردن بجائے نیک مرداں

ہمارا اولین فرض ہونا چاہیئے کہ ہر جائز طریقے سے ہم اپنی حفاظت اور غیروں سے بچاؤ اور مدافعت کی کوشش کریں۔

افسوس! کہ مومن، بھولا بھالا مومن ان عیاریوں اور چالاکیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ تاریخ داں اصحاب پر روشن ہے کہ ہندوستان میں اشاعت اسلام کن پاک نفوس کی بدولت ہوئی۔ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت خواجہ مخدوم علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ ان سے پیشتر ان کے پیر بھائی حضرت سید حسن زنجانی رحمۃ اللہ علیہ لاہور میں رونق افروز تھے۔ ان کا بھی اہلِ ہنود نے سخت مقابلہ کیا۔ ان کو تکلیفیں پہنچانے کی بہت کوششیں کی گئیں۔ مگر حضرت داتا صاحب کے باطن میں نورِ نبوت سے نورِ ولایت موجود تھا۔ اس نور کے سامنے کوئی استدراج کہاں کامیاب ہو سکتا تھا۔ خدائی نور نے تمام دنیاوی ساحرانہ چراغوں کو بجھا دیا۔ اور حق باطل پر غالب آ گیا۔ ازاں بعد حضرت خواجہ خواجگاں حضرت خواجہ معین الدین

چشتی اجمیریؒ تشریف لائے۔ اور پرتھی راج سے مقابلہ ہُوا۔ حضور کے الفاظ مبارک کی خداوندِ عالم نے ایسی قدر کی کہ جو آپ نے فرمایا تھا وہی ہُوا۔ آپ نے پرتھی راج کو کہا کہ "ما ترا زندہ بہ مسلمانان سپردیم"۔ خدا کی شان اسی سال تراوڑی کے مقام پر پرتھی راج زندہ قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور قتل ہُوا۔

خدا کے پاک اور مقبول بندے اہل اسلام میں اب بھی موجود ہیں۔ اگر وہ قسم کھا کر کسی کام کے لئے کہہ دیں گے تو انشاء اللہ العزیز خداوند کریم ویسا ہی کر دکھائے گا۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر ۔۔۔ تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

مگر یہ تمام قصور ہمارا اپنا ہے۔ ہم خود اپنے ہاتھوں تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ سال ہا سال سے ہمارے ساتھ اس قسم کا بُرا سلوک ہو رہا ہے، اور مختلف قسم کے مظالم ہم پر توڑے جا رہے ہیں، تو ہم کیوں ہوشیار نہیں ہوتے؟ ہماری مظلومی، بے کسی اور بد انتظامی کی کوئی حد نہیں تو ہم کیوں اپنی تنظیم کی فکر نہیں کرتے؟۔

برادرانِ اسلام! اِدھر تو مسلمانانِ ہند اپنی زبردست ہمسایہ قوم کے مقابلے میں فتنۂ ارتداد کا سدّباب کرنے میں مصروف تھے، اُدھر ناگاہ ان کے زخمی اور مجروح دلوں پر ایک اور کاری زخم لگا۔ یعنی عرب کی مقدس سرزمین اور حرم شریف میں جہاں ہر قسم کا جدال و قتال شرعاً منع ہے، جس جگہ داخل ہو جانے والے کے لئے امن کی ضمانت خداوند کریم نے دی ہے۔ فرمایا ہے وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (ترجمہ۔ اور جو کوئی اس میں داخل ہوا وہ امن میں ہوا۔) ہزاروں بے گناہ بندگان خدا اور غلامانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو تہ تیغ کیا گیا۔ مردوں ہی کو نہیں بلکہ جیسا کہ بعض اخباروں میں درج ہے، نجدیوں نے معصوم بچوں، بوڑھوں، اور بے گناہ عورتوں کو بھی تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ جوانوں کا تو بفرضِ محال یہ قصور سمجھا جا سکتا ہے کہ انھوں نے حکومت کے خلاف کوئی کام کیا ہو اور اطاعت نہ کی ہو۔ مگر بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کا کیا گناہ تھا؟

گنہ بود مرد ستمگارہ را ۔۔۔ چہ تاوان زن و طفل بے چارہ را!

خدا کی شان! وہ سرزمین مقدس جہاں بال تک کاٹنا، ناخن تک تراشنا، اور

جوں تک مارنا منع ہو، وہاں جو لوگ بے گناہ غلامان سرکار دو عالمؐ کو ذبح کریں، ان کے اس فعل شنیع وناشروع کو کچھ لوگ استحسان کی نظر سے دیکھیں۔ اور مبارکباد کے تار دیویں۔ گویا حرم شریف کی بے حرمتی اور شعائر اسلام کی مخالفت کرنے کو جائز قرار دیا جائے۔ افسوس صد افسوس!! مگر خداوند عالم پر پورا بھروسا رکھنا چاہیئے کہ یہ پاک اور مقدس گھر اس کا اپنا گھر ہے۔ اس کے فضل و کرم سے یقین رکھنا چاہیئے کہ خدائے قدوس جلد اس صورت کو تبدیل کرے گا !!!

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند　　چناں نماند و چنیں نیز ہم نخواہد ماند

اتفاق واتحاد

تمام اسلامی فرقوں کا اتفاق چاہنے والو!

سرکنم نالہ اگر تاب شنیدن داری　　سینہ بشگافم اگر طاقت دیدن داری

برادرانِ ملت! آج کل تمام ہندوستان میں ہر طرف، ہر سمت، ہر گوشے سے اتفاق، باہمی اتحاد کی آواز آتی ہے ہم میں سے کوئی بھی اتفاق اور اتحاد کے خلاف نہیں ہے۔ اسلام تو تمام انسانوں کو اتفاق و اتحاد کی دعوت دیتا ہے کسی کی دل آزاری روا نہیں رکھتا۔ تواریخ عالم شاہد ہیں کہ مسلمان بادشاہوں نے کس دریا دلی اور عالی حوصلگی سے مخالفین و معاندین اسلام کے ساتھ سلوک کیا کس عالی ہمتی سے ان کو مراعات دیں۔ کیوں نہ کرتے؟ غیر مذہب والوں کو مجبور کرکے ان کو اسلام میں لانے کا حکم نہ تھا۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ (ترجمہ۔ کوئی زبردستی نہیں دین میں) اور لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ۔ (ترجمہ۔ تمہیں تمہارا دین، مجھے میرا دین) آیاتِ پاک اس پر شاہد ہیں۔ مگر اس پر بھی یہ الزام کہ اسلام تلوار کی دھار سے پھیلا' آگیا۔ یہ بالکل غلط، بہتان اور افترا ہے۔

حضرات! غیر قوم کے ساتھ جو ہندوستان کے طول و عرض میں آباد ہے، اس کے ساتھ اتفاق واتحاد کا جو تلخ تجربہ مسلمانانِ ہند کو ہوا وہ اوپر بیان کردیا گیا ہے۔ ان سے بہتری کی اُمید رکھنی یا دوستی و اتفاق کی امید رکھنی صریحاً ارشاد باری کے خلاف ہے۔ اب ان مدعیان و حامیانِ اسلام کا حال سُنیے۔ جو در اصل خود تو ارکان اسلام اور سنتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ اور راہ راست سے منحرف ہو گئے ہیں اور ان کو جو جادۂ مستقیم اور دین قیّم اور سنّت مصطفوی پر قایم ہیں، ان کو اپنے ساتھ ملانا چاہتے ہیں۔ افسوس! ایسا شور برپا کرنے والوں کو علم ہونا چاہیئے کہ وہ یقیناً خود ہی ارکان اسلام سے ناواقف اور ناآشنا

ہیں۔ نہ تو وہ خود صحیح معنوں میں غلام سرکارِ مدینہ ہیں اور نہ وہ لوگ ہی غلامان حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جن کے لئے یہ لوگ شور برپا کر رہے ہیں۔ یہ سب فَاتَّبِعُونِی کی صفت سے بالکل مبرا ہیں۔

افسوس! وہ ہم کو اتفاق کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ اور ہم پر نا اتفاقی کا الزام لگاتے ہیں جو بالکل خلاف واقعہ ہے ہم اہل سنت و الجماعت کی آبادی تمام ممالک اسلامی میں زائد از چالیس کروڑ ہوگی۔ اور ہندوستان میں قریب سات کروڑ کے مسلمان ہوں گے۔ جن میں مشکل چند لاکھ دوسرے فرقوں کے ہوں گے۔ باقی زائد از ساڑھے چھ کروڑ اہل سنت و الجماعت ہیں۔ جو بالضرور اتفاق و اتحاد پر قائم ہیں۔

اب ہندوستان میں، جہاں ہر وقت آزادی مذہب کی ڈینگ ماری جاتی ہے، ہر روز نئے نئے مذہب حشرات الارض کی طرح پیدا ہو رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ پیغمبری کے بعد، کئی ایک پیروان مرزا غلام احمد نے پیغمبری کے دعوے کئے۔ مرزا غلام احمد پہلے سیالکوٹ کی کچہری میں اہلمدی کے عہدے پر ملازم تھا۔ وہاں سے مختار کاری کا امتحان دیا جس میں ناکامی ہوئی۔ پھر آہستہ آہستہ مریم، عیسیٰ، مسیح، مہدی، نبی، کل نبیوں کا نچوڑ، معاذ اللہ، خدا کا بیٹا، خدا کا پیدا کرنے والا وغیرہ پھر کرشن گوپال بن کر اس جہان سے سدھارا۔

برادران! آپ کو اچھی طرح معلوم ہوگا کہ صادق نبی اور کاذب نبی میں کیا فرق ہے۔ مگر چند ایک امتیازی نشانات میں بھی بیان کئے دیتا ہوں۔ (اول) سچا نبی کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوتا۔ اس کا علم لدنی ہوتا ہے۔ وہ روح القدس سے تعلیم پاتا ہے۔ اس کی تعلیم و علم بلاواسطہ خداوند قدوس سے ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے خلاف ہوتا ہے۔ (دویم) ہر سچا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گزرنے کے بعد ایک دم بحکم ربّ العالمین مخلوق کے روبرو دعویٰ نبوت کرتا ہے۔ اور اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ کے الفاظ سے دعویٰ کرتا ہے۔ بتدریج اور آہستہ آہستہ کسی کو درجہ نبوت نہیں ملا کرتا۔ جو نبی ہوتا ہے وہ پیدائش سے نبی ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف آہستہ آہستہ دعووں کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ (سوم) حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور خاتم الانبیا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تک جتنے نبی ہوئے، تمام کے نام مفرد تھے کسی سچے نبی کا نام مرکب نہ تھا۔ اس کے برعکس جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا۔

(چہارم) سچا نبی کوئی ترکہ نہیں چھوڑتا۔ سچا نبی کسی اولاد کو محروم الارث نہیں کرتا۔ جھوٹا نبی ترکہ چھوڑ کے مرتا ہے۔ اور اولاد کو محروم الارث کرتا ہے۔

مرزائی جو مرزا غلام احمد کے پیرو ہیں، وہ ختم نبوّت کے قائل نہیں ہیں۔ اس طرح وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مدارج رسالت و نبوّت میں کمی کرنے والے ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے مدارج مرزا غلام احمد کے لئے مانتے ہیں۔ پھر ان سے اہل سنّت والجماعت کس طرح اتفاق کر سکتے ہیں؟ ہم نے ان کو نہیں چھوڑا۔ بلکہ وہ خود ہم سے علیحدہ ہو کر گمراہ ہو گئے نہایت حیرت و استعجاب کی بات ہے کہ مرزائی خود سرکار دو عالم کی غلامی کو چھوڑ کے اور کی غلامی اختیار کریں۔ اس پر بھی ان کو مسلمان سمجھا جائے!! نفاق تو وہ خود کرتے ہیں۔ جماعت ناجیہ کو خود انھوں نے چھوڑا۔ بموجب فتوائے اہل سنّت والجماعت وہ خود دین اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہو گئے اور چاہ ضلالت میں جا گرے ہیں۔ بے وفائی تو انھوں نے خود کی جو راہ راست سے پھسل گئے۔ طوق غلامی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلّم انھوں نے گلے سے اتار دیا۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ بعض نادان دوست ہم کو کہتے ہیں کہ ان سے اتفاق کرو۔ نا اتفاقی کے مرتکب وہ ہیں اور شکایت الٹی ہماری!!

گلہ ہم سے ہے بے وفائی کا ۔۔۔ کیا طریقہ ہے آشنائی کا

دوسرا گروہ ہندوستان میں وہابیوں کا ہے۔ جو اپنے آپ کو اہل حدیث پکارتے ہیں۔ حالانکہ یہ نام قرآن پاک میں کسی جگہ نہیں آیا۔ وہاں تو اہل ایمان اور اہل اسلام کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اس گروہ کی بھی ہندوستان میں بہت قلیل تعداد پائی جاتی ہے۔ اس جماعت کا بانی ایک شخص عبدالوہاب نجدی تھا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان مبارک میں بہت گستاخیاں کیں۔ ایسے ایسے ناروا کلمات کہے جو ناقابل بیان ہیں۔ وہابیان ہند اس سے بھی بدتر عقیدہ رکھتے ہیں۔ العیاذ باللہ! حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے مدارج نبوّت اور مقامات رسالت محمدی کے منکر ہیں۔ اور حضورؐ کی شان مبارک میں بے ادبی اور گستاخانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

اسلام اور ایمان تو محبّت رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کا نام ہے۔ جس کو حضورؐ سے

محبت نہیں۔ جسے حضورؐ کی غلامی کا فخر نہیں، اس میں ایمان نہیں۔ جتنی زیادہ محبت اور غلامی حضورؐ کی ہوگی اتنا ہی زیادہ ایمان ہوگا۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہانت کرے گا، بے ادبی اور گستاخی کرے گا، وہ ایمان سے دور ہوگا۔

از خدا خواہیم توفیق ادب　　بے ادب محروم ماند از فضل رب

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد　　بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

ہم تو ان بھائیوں کو جو ہم کو چھوڑ کر راستے سے بھٹک گئے ہیں، ہر وقت اپنے میں ملانے کے لئے، ان سے اتفاق و اتحاد قایم کرنے کے لئے، تیار ہیں۔ بشرطیکہ وہ راہ راست پر واپس آجائیں۔ قصوروار خطاکار تو وہ خود ہیں۔ طوق غلامی محبوب کبریاؐ کو انھوں نے گلے سے اُتارا ہے۔ ارباب محبت اور صاحب دلوں کی صحبت کو انھوں نے ترک کیا ہے۔ حبیب رب العالمینؐ کی محبت کے رشتے کو توڑ دیا ہے۔ تو پھر ان سے کسی مومن، صاحب ایمان، غلام سرور دو جہاںؐ کا کوئی تعلق ہو تو کس طرح سے۔

اس کو ارباب محبت میں کروں میں کیا شمار　　آپ کی زلفوں سے جس کا سلسلہ ملتا نہیں

نہایت تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ حضور سرور کائنات مفخر موجودات روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات کہیں۔ اور بزرگان دین کو گالیاں دیں، ہم ان کی یاوہ گوئی بھی سنیں اور پھر ان سے سلوک محبت و اخوت کا سلسلہ قایم رکھیں۔ تو پھر ہم سے بڑھ کر بے غیرت اور کون ہو سکتا ہے۔!! لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا غَیْرَۃَ لَہٗ۔

(ترجمہ۔ جس کو غیرت نہیں اس میں ایمان نہیں۔)

ایمان والوں کے لئے تو حکم ہے کہ وہ ایمان والے تبھی ہو سکتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں سے زیادہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز سمجھیں (آیت شریفہ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ۔ (ترجمہ۔ یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔) اور (حدیث) لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّلَدِہٖ وَ وَالِدِہٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (ترجمہ۔ تم میں سے کوئی ایک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کیلئے اسکی اولاد اور والد اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔) جب اصول ایمان یہ ہوا تو جو بے دین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرے، بزرگان

دین، مشائخ کرام، علمائے عظام کی توہین کرے، اس سے ہمارا کیا تعلق !!

مرزائی ہوں یا وہابی، چکڑالوی ہوں یا بابی، وہ خود ہم کو چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے۔ دالزام الٹا ہم پر لگایا جاتا ہے کہ ہم ان سے اتفاق کیوں نہیں کرتے۔ ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد! کیا حدیث شریف میں نہیں ہے کہ جو اسلام میں رخنہ اندازی کرنے والا ہو، جو بدی کرنے والا ہو! جو اسلام اور مسلمانوں کے حق میں بدگوئی کرنے والا ہو، اس سے علیحدگی اختیار کر لو؟۔ کیا یہ قرآن پاک کا حکم نہیں ہے کہ جب تم کسی سے ملو، جو ہماری آیات کی نسبت بیہودہ گفتگو کر رہا ہو تو اس کی صحبت سے پرہیز کرو۔؟ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (ترجمہ) یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔) انھی لوگوں کی پہچان میں حدیث شریف شاہد ہے کہ قرآن مجید ان کی گردنوں سے یعنی حلق سے نیچے نہیں ہو گا۔"

ہم بالکل صاف دل سے اور علی الاعلان کہتے ہیں، اور ہر وقت کہتے ہیں کہ ہم کو کسی سے کوئی پرخاش نہیں۔ کوئی ذاتی غرض ناراضگی کی نہیں۔ ہم سے بھاگ جانے والے، ہم سے جدا ہو کر چاہِ ضلالت میں جا گرنے والے، گمراہی کے بادیہ کے سرگرداں، آج پھر واپس آ جائیں تو ہم ان کو گلے لگانے کے لئے تیار اور ان کی خدمت کے لئے کمربستہ ہیں۔ ہمیں کوئی کینہ اور بغض ان سے نہیں ہو گا۔

کفر ست در طریقت ما کینہ داشتن　　آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن
وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم　　کہ در طریقت ما کافری ست رنجیدن

اتفاق و اتحاد کا راگ گانے والوں سے کہہ دینا چاہیئے کہ کیا ان کو یاد نہیں ہے کہ حضرت سرورِ کون و مکان محبوبِ انس و جان روحی فداہٗ نے فرمایا ہے کہ میری اُمت کا اجتماع کبھی غلطی پر نہ ہو گا"! (حدیث شریف) لَا تَجْمَعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ" (ترجمہ: میری اُمت گمراہی پر مجتمع نہیں ہو سکتی) وہ ذرا چشم بصیرت سے بنظرِ غور دیکھیں اور سوچیں کہ اُمت کے سوادِ اعظم کا اجتماع کس طرف ہے اور وہ کس طرف۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص سوادِ اعظم کو چھوڑ دے گا وہ داخلِ دوزخ ہو گا۔ اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّہٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ۔ (ترجمہ) تم بڑی جماعت کی

تابعداری کرو۔ پس جو شخص جماعت سے جُدا ہُوا وہ دوزخ میں جُدا ہُوا۔)

حضرات! فقیر نے اوپر بیان کیا ہے کہ آئے دن ہندوستان میں حشرات الارض کی طرح نئے مذہب پیدا ہوتے ہیں۔ فقیر کے دیکھتے دیکھتے ہندوستان میں وہابی۔ مرزائی۔ چکڑالوی۔ بابی۔ بہائی وغیرہ پیدا ہوئے ۔ چکڑالویوں کی تعداد اس قدر قلیل ہے کہ ان کا شمار انگلیوں پر ہوتا ہے۔ چکڑالوی کسی سنّت و حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو نہیں مانتے۔ قرآن پاک کے معنے اور تفسیر اپنی مرضی کے مطابق کرتے ہیں۔ اتفاق کا ڈنکا پیٹنے والے بتائیں کہ ان سے اتفاق و اتحادِ عمل کس طرح ہو سکتا ہے۔ نہ تو وہ صحیح معنوں میں سرورِ دوعالم ؐ کے غلام ہیں۔ نہ ان سے محبت اور تعلق رکھتے ہیں۔ اور نہ ان کے اعمال و افعال مطابقِ سنّت ہیں۔

ان کے علاوہ دو گروہ اور قابلِ ذکر ہیں۔ ایک تو رافضی دوسرے خارجی۔ رافضی اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر صوفیائے کرام کو گالیاں دینا اور تبرا کرنا اپنا جزوِ ایمان سمجھتے ہیں۔ خارجی اہل بیت کو تبرا کرنا اپنا ایمان جانتے ہیں۔ کوئی ذی عقل و ہوش ایسے مذہب کو صحیح اور درست سمجھ سکتا ہے جس میں گالیاں دینا اور دوسروں کو بُرا بھلا کہنا جائز اور جزوِ ایمان خیال کیا جاوے؟ اور اس پر طرّہ یہ کہ ہم سے کہا جاتا ہے کہ ان سے سلوک کرو۔ سلوک کن سے کرو؟ ظالموں سے، دین میں رخنہ اندازی کرنے والوں سے، ہم سے جدا ہو جانیوالوں سے۔ سبحان اللہ! ان سے اتفاق کرانے والوں کا کیا یہ منشا تو نہیں ہے کہ ہم بھی ان سے مِل کر گمراہ ہو جاویں اور اپنا ایمان کھو دیویں۔ معاذ اللہ۔ خداوند کریم ایسے غلط مشورہ دینے والوں کو نورِ بصیرت، عقلِ سلیم، ایمان کامل عطا کرے۔ تاکہ وہ دیکھ سکیں کہ کون غلطی پر ہے اور کون صحیح ہے۔ کس سے اتحاد و اتفاقِ عمل ہو سکتا ہے۔ کون سے دو شخص مل کر صحیح کام کر سکتے ہیں۔ کیسا اتفاق و اتحاد صحیح نتیجہ نکالے گا۔ اور کس اتحاد سے جنگ و عناد پیدا ہوگا۔

صحبتِ ناجنس گر جاں بخشدت خوش دل مباش

آب را دیدی کہ ماہی را بدام افگند و رفت

وصلے کہ درو ملال باشد ہجراں بہ ازاں وصال باشد

تاریخ کو دیکھو تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آج سے ستر سال پہلے دنیا میں ایک فرد بھی وہابی نہ تھا۔ اور تمام ملکوں میں مسلمان اہل سنت والجماعت تھے۔ آج سے چالیس سال پیشتر ہندوستان میں کوئی مرزائی یا قادیانی نہ تھا سب اہل سنت والجماعت تھے۔ آج سے بیس سال پیشتر تمام دنیا میں کوئی چکڑالوی نہ تھا۔ یہ تمام مذہب فقیر کے دیکھتے دیکھتے ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ان کے جس قدر پیرو ہیں، ان کو فقیر تو کہتا ہے کہ رہزنی اور ڈاکہ زنی کے ذریعے ہماری جماعت سے چرائے گئے ہیں۔ اور اب یہ سب ہم سے سخت اختلاف رکھتے ہیں۔ اس لئے سوال یہ ہے کہ نا اتفاقی اور مخالفت کرنے والے ہم اہل سنت والجماعت ہیں۔ یا وہ جنھوں نے نئے نئے مذہب اختیار کئے۔ اور جادۂ مستقیم اور سنت نبوی سے پھسل گئے۔ ہم پر یہ الزام لگانا کہ ہم نا اتفاقی پیدا کرتے ہیں محض تہمت اور بہتان عظیم ہے۔ ہم تو دل سے چاہتے ہیں اور شب و روز دعا مانگتے ہیں کہ جتنے کافر دنیا میں آباد ہیں، سب خدا کرے مسلمان ہو جائیں۔ اور غلامی سرکار دو عالم حاصل کر کے ہر دو جہان میں سرخروئی حاصل کریں۔ تو ہم مسلمانوں کو کس طرح اپنے سے علیحدہ کر کے کافر بنانا چاہیں گے۔!!

آریہ سماجی اخبار ملاپ لاہور نے فقیر کی نسبت یہ لکھا تھا کہ "اس کی سعی سے پچیس ہزار ہندوؤں نے اسلام قبول کیا"، گو یہ تعداد غلط تھی مگر فقیر خداوند کریم مجیب الدعوات کی بارگاہ قدس میں دعا کرتا ہے کہ فقیر کے ہاتھ سے بجائے پچیس ہزار کے خدا کرے پچیس لاکھ ہندو مسلمان ہو جائیں!! ہمارے دشمن تو ہماری نسبت یہ رائے ظاہر کریں اور ہمارے بھائی ہم پر یہ الزام لگائیں کہ ہم مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں۔ یہ ہم پر صریح بہتان ہے۔ بخدا ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ تمام کے تمام مرزائی، خارجی، وہابی، بابی، مہدوی وغیرہ اپنے عقاید باطلہ سے تائب ہو کر صحیح اسلامی عقاید کی جانب رجوع کریں۔ اور اہل سنت والجماعت کا سواد اعظم بن جائیں۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا۔ (ترجمہ۔ اور اللہ کی رسی مضبوطی سے تھام لو سب مل کر اور باہمی تفریق نہ کرو۔) ہم ان کو دل و جان سے اپنے ساتھ ملانے کو تیار

ہیں۔ "چشمِ ما روشن دلِ ما شاد"۔

کوئی شخص اس بات کا ثبوت نہیں دے سکتا کہ اہل سنّت والجماعت میں سے کسی شخص نے بھی کسی کو یہ کہا ہو کہ وہ ہم میں سے نکل جائے۔ اس کے برعکس ان سب کو واپس لانے اور اپنے میں ضم کرنے کے لئے یہ آل انڈیا سنّی کانفرنس قایم کی گئی ہے۔ تاکہ وہ سب اپنے عقاید باطلہ کو چھوڑ کر پھر ہمارے ساتھ مِل جائیں۔

آپ نے غالبًا رسالہ تشحیذ الاذہان (جس کو اہل اسلام تخریب الایمان کہتے ہیں) دیکھا ہوگا۔ یہ رسالہ مرزا محمود قادیان سے نکالتے تھے۔ غالبًا اپریل ۱۹۱۰ء کے رسالہ میں مرزا محمود نے لکھا تھا کہ جو کوئی مرزا غلام احمد کو پیغمبر نہیں مانتا وہ کافر ہے۔ اس طرح اس نے اپنے خیال کے بموجب تمام دُنیا کے مسلمانوں کو کافر بنادیا۔ اس لئے کہ وہ مرزا غلام احمد کو پیغمبر نہیں مانتے۔ اب ایسے اعتقاد والوں کو اہل سنّت والجماعت کیوں اپنے میں ملائیں۔ ان کے لئے تو واقعی وہی سزا صحیح ہے جو کابل میں مرزائیوں کو ملی۔ جو شریعت حقّہ کے مطابق ہے۔ جمعیۃ العلمائے ہند بھی اس امر کی تصدیق کر چکی ہے۔

تاریخ عالم اور سِیَر کی کتابوں کا مطالعہ کرنے پر یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ اشاعت و تبلیغ اسلام کا جس قدر کام کیا ہے، وہ سب اہل سنّت والجماعت کے پاک اور مقبول بندگان خدا نے کیا ہے۔ جو کچھ ہُوا ان کی سعی اور انھی کے یمن و برکت سے ہُوا۔ جس طرف ان غلامان سرکار سرمدیؐ نے رخ کیا فتح و نصرت نے ان کے قدم چُومے۔ اور کیوں ایسا نہوتا؟ وُہ اپنی خواہشات کو اتبّاع سنّت اور محبّت رسولؐ میں فنا کر چکے تھے۔ جو کام کرتے تھے خالصتًا لوجہِ اللہ کرتے تھے۔ نمود و نمائش، ریا و آلایش کا شائبہ تک ان کے کاموں میں نہیں ہوتا تھا۔ ان کو خداوندکریم کی طرف سے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کا خطاب حاصل تھا۔ مگر افسوس! کہ آج ان کا ایمان، ان کی سعی و ہمّت ان کا استقلال و ارادہ، ان کا عزم و حزم ہم میں باقی نہ رہا۔

سُبحان اللہ! مومن کی بڑی اونچی شان ہے۔ بڑا بلند پایہ ہے۔ مومن کسی سے مغلوب نہیں کسی سے نہیں ڈرتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ شاہد ہے۔ وَلَا تَھِنُوْا وَلَا

تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ (ترجمہ۔ اور سستی نہ کرو اور غم کھاؤ اور تم غالب ہو اگر تم ایمان والے ہو۔) خداوند کریم کا وعدہ کسی طرح بھی غلط نہیں ہو سکتا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی (ترجمہ۔ تو مت ڈر بے شک تو غالب ہے۔) جب مومن کی یہ شان ہے کہ سب سے بلند، سب سے اعلیٰ ہے، کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا، تو پھر یہ دیکھنا ہو گا کہ ہماری موجودہ پست حالت کا سبب کیا ہے۔ غور کیجئے تو نظر آئے گا کہ

ہر چہ ہست از قامت ناساز و بد اندام ماست ‏ ‏ ‏ ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نیست

سوچیے کہ ایسے پاک اور مقدس مواعید کے ہوتے ہوئے ہماری اس ذلت و نکبت کی کیا وجہ ہے۔ ہمارے ادبار و افلاس کا کیا سبب ہے۔ آخر اس مفلوک الحالی، بے عزتی، مصائب و آلام، رنج و بلا کی کوئی وجہ تو ضرور ہے۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تھا تو اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل تھی۔ حضور کے بعد اصحابہ کرام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں بھی مسلمان باقی اقوام کے مقابلے میں بہت کم تعداد میں تھے۔ یہ کیا وجہ تھی کہ انہوں نے جدھر کا رخ کیا تمام عالم کو مسخر کر لیا۔ مملکتوں کو تہ و بالا کر ڈالا۔ بڑے بڑے گردن کشوں کو مطیع و فرماں بردار بنا لیا۔ بڑے بڑے باجبروت بادشاہ مسلمانوں کے نام سے کانپتے تھے اور تمام عالم ان کے زیر فرمان تھا۔ ایک وہ وقت تھا کہ اسلام کے سچے قلیل التعداد غلاموں اور متبعان رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شجاعت و ایمان، تہوّر و مردانگی، عالی ہمتی، دریا دلی، فیاضی، حریت، مساوات کا تمام عالم میں سکہ بٹھا دیا تھا، اور ایک آج کا وقت ہے کہ باوجود دنیا کے تمام اسلامی ممالک میں قریب چالیس کروڑ کے مسلمان موجود ہیں، مگر باوجود اس کثیر تعداد کے وہ ادبار و فلاکت اور ذلت و نکبت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی سلطنتیں غیر اقوام نے یکے بعد دیگرے برباد کر دیں۔ ان کے اموال و املاک کو تاراج کیا۔ ان کے علم کی دولت ان سے چھین لی گئی۔ ان کی عزت جاتی رہی۔ تجارت ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اور وہ اقوام عالم میں ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں۔

ان تمام خرابیوں، بے عزتیوں، ذلت و ادبار کی کچھ وجوہ ضرور ہیں۔ اسلام، پاک اور مقدس اسلام اپنے اصولوں میں ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔ اس پر کاربند ہونے والے آج بھی ویسے ہی پرجوش صاحب ایمان ہو سکتے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں پھر ویسی ہی گرمی پیدا ہو سکتی ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ آج کے مسلمانوں کے اعتقادات بھی صحیح ہیں کہ نہیں۔ کیا نور ایمان و ایقان ہمارے دلوں میں موجود ہے؟ کیا ہم میں وہ محبّت رسول اور اتباعِ سنّت، جو ہمیں فَاتَّبِعُوْنِیْ کے درجہ میں لاکر شانِ محبوبیت پر پہنچاتی ہے، پائی جاتی ہے؟

حضرات! خداوندکریم جو دونوں جہان کا بادشاہ ہے، کبھی اپنے محبوب کو ذلیل نہیں ہونے دیتا۔ اس لئے آؤ! اس صحیح معیار پر اپنے اعتقادات اور اعمال اور محبت اور نورِ ایمان کو پرکھیں۔ اگر ہم میں وہی محبّت ہو جو صحابہ کرام رض، تابعین رح، تبع تابعین رح یا مشائخ عظام اور صوفیائے کرام میں پائی جاتی تھی تو ہم کو محبوبیت اور مومن کی شان، جو تمام عالم سے اعلےٰ اور ارفع ہے، نصیب ہو سکتی ہے۔ اور اگر ہم میں نہ محبّتِ رسُول ہو، نہ اتباعِ سنّت ہو، نہ ایمان صحیح ہوں، نہ اعمال صالح ہوں، نہ نسبت مشائخ حاصل ہو، تو پھر ہم نہ مومن ہیں نہ مسلم۔ بلکہ ہم صرف "بدنام کنندۂ نکونامے چند" کے مصداق ہیں۔ اگر ہمارا ایمان صحیح نہیں اور ہم ارکانِ اسلام کی پابندی نہیں کرتے، ذکر خدا کے نور سے دل کو گرم اور روشن نہیں کرتے، نماز جو معراجِ مومن ہے ادا نہیں کرتے، شعائرِ اسلام کی پروا نہیں کرتے، تو پھر

جی عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب! کام چور اس کام پر کس مُنہ سے اُجرت کی طلب

یاد رکھو خداوندکریم کے وعدے کبھی غلط اور جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ ہم ہی ان وعدوں کے اہل نہیں ہیں۔

عام ہیں اس کے تو الطاف شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

دیکھو تو خداوندکریم قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰی وَقَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰی ۝

(ترجمہ۔ اور جس نے میری یاد سے مُنہ پھیرا تو بے شک اُس کے لئے تنگ زندگانی ہے اور ہم اُسے قیامت کے دِن اندھا اٹھائیں گے، کہیگا اے رب میرے مجھے تونے کیوں اندھا اُٹھایا میَں تو آنکھوں والا تھا فرمائیگا یُوں ہی تیرے پاس آیتیں آئی تھیں تونے انھیں بھُلا دیا اور ایسے ہی آج تیری کوئی خبر نہ لے گا۔)

عزیزان وبرادران! قرآن پاک وُہ کتاب ہے، جس کا ہر حکم اہلِ ایمان کے لئے موجب ازدیادِ ایمان ہے۔ جس کے ایک حرف کا بھی انکار مسلم کو کافر بنا دیتا ہے۔ تو پھر ماننا پڑتا ہے کہ خداوند تبارک و تعالیٰ کو جس نے صرف اسلام کو پسندیدہ مذہب بنایا ہے، اور جس نے حکم فرمایا ہے کہ بدون اسلامی طریقہ کے اور کوئی عبادت قبول نہیں ہو سکتی ہمسلمانوں سے کوئی ضد نہیں ہے۔ نہ ہو سکتی ہے۔ بلکہ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ چونکہ مسلمانوں نے ہی شعائر اسلام کی خلاف وَرزی کی، ان کے اعتقادات صحیح نہ رہے، ان کے اعمال و افعال غلط ہیں، اور ان کے اعتقادات کے ہمراہ نُورِ یقین کی تائید نہیں رہی، نیز بزرگانِ دین اور مشائخ عظام سے، جو نور ایمان اور نورِ یقین کا سرچشمہ ہیں، انھوں نے منہ پھیر لیا، اور یادِ خداوندی کا سرشتہ ان کے ہاتھ سے جاتا رہا، اور رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی غلامی ان سے چھوٹ گئی، چنانچہ وہ سزا کے مستحق ٹھیرے۔ خداوند کریم کے ذکر اور احکام سے مُنہ موڑنے کی جو سزا ملی وہ یہ تھی کہ ان پر دُنیا تنگ کردی گئی۔ معیشت زندگی تنگ کردی گئی۔ سلطنت چھین لی گئی۔ عزت و آبرو، دولت و جاہ و حشمت جاتی رہی۔ اس پر بھی اکتفا نہیں ہوگا۔ بلکہ ایسے لوگوں کو عاقبت میں اور بھی بھاری سزا ملے گی۔ اور قیامت کے روز ان کو اندھا اٹھایا جائے گا۔ تاکہ وہ دیدارِ الٰہی سے محروم رہیں۔

ہرکہ امروز نہ بیند اثرِ قدرتِ او غالب آنست کہ فرداش نہ بیند دیدار

ارشاد ہوگا کہ چونکہ تم نے دنیا میں آنکھوں والا ہو کر اندھوں کی طرح ہماری آیات کو نہ دیکھا اور ان کو بھلا دیا۔ تو آج وہ دن ہے کہ ہم تم کو بھلا دیں۔ خدا پناہ میں رکھے اس سزا سے!! دنیا میں بھی ذلت اور آخرت میں بھی رسوائی۔ ازیں سو راندہ وازاں سو درماندہ۔

ایں جا تنگم معیشت آنجا سزائے عصیاں آسایش دو گیتی بر ما حرام کردند

آؤ! باز آؤ! ابھی وقت ہے۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ خداوند کی بارگاہِ عالی ہر وقت تمھاری دعاؤں کو، بشرطیکہ اضطرار و تضرّع سے کی جائیں، قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ ندامت کے آنسو بہاؤ۔ گزشتہ گناہوں سے توبہ کرو۔

باز آ۔ باز آ۔ ہر انچہ ہستی باز آ　　گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست　　صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اصلاح

دیکھو! کون سی بدعادت ہے جو مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ ہر قسم کے عیب اور گناہ میں ہم گرفتار ہیں۔ ہر موقع کی رسوماتِ بد جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہم میں پائی جاتی ہیں۔ بیاہ، شادی، منگنی وغیرہ پر بھی ہم سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کے خلاف کرتے ہیں۔ فضول اور بُری رسموں نے ہم کو جادۂ مستقیم سے کوسوں دُور لے جاکے ڈال دیا ہے۔

بُرے اخلاق اور بُری عادات والے ہم میں بے شمار پائے جاتے ہیں۔ بلکہ ایسے بھی بہت ہیں جو ان بُرائیوں پر ساتھ ہی فخر بھی کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ! ۔ چوری، رہزنی، ڈاکہ، بداخلاقی اور دوسرے جرائم ہماری ہی قوم میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ حُقّہ نوشی، بھنگ، چنڈو، گانجا، افیون، مے نوشی وغیرہ سارے افعالِ بد فخر سے کیے جاتے ہیں۔ تعلیم کی طرف سے بالکل بے پروائی۔ ارکانِ مذہب سے بالکل ناواقف۔ دنیاوی تعلیم میں ہمسایہ قوم سے بہت پیچھے۔ تجارت میں کوئی حصّہ ہی نہیں۔ ملکی ملازمتوں میں بھی صفر۔ جائیداد املاک غیروں کے قبضے میں۔ غرضیکہ ہماری ذلّت کی کوئی حد نہیں۔

ہماری بے کسی اور بے بسی کی بُری حالت ہے، نہ ہماری کوئی مرکزی انجمن ہے نہ کوئی تنظیم۔ سب سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اپنی اندرونی اصلاح کریں۔ یعنی اوّل اپنی دینی اصلاح کریں۔ دنیاوی اصلاح اس کے ساتھ ہوتی جائے گی۔ ضروری ہے کہ ہر مسلمان اوّل اپنی دینی حالت کو درست کرے۔ یعنی اپنے دل میں اسلام کی صحیح محبت پیدا کرے۔ اسلامی اصول و ارکان کا پابند بنے، شعائرِ اسلام کی دل سے عزّت کرے۔ پیغمبرِ اسلام صلّی اللہ علیہ وسلّم کا سچا غلام بن جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے

کہ اپنے گزشتہ گناہوں سے تائب ہو کر حضور کے مقدس اسوۂ حسنہ کی پیروی اختیار کرے۔ اور اس نور یقین کی برکت حاصل کرنے کی کوشش کرے، جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دلوں کو منوّر کیا تھا۔ اور جو نورِ باطن آج بھی صوفیائے کرام کے سینوں میں آفتابِ درخشندہ کی طرح موجود ہے۔

برادران! آپ کو معلوم ہے کہ صرف دو مقدس صوفیائے کرام (خواجہ محمد یعقوب اور خواجہ محمد دربندی رحمۃ اللہ علیہما) کی دُعا سے سارے ترک مسلمان ہو گئے تھے۔ وہی توجہ، وہی نور، وہی دُعا، اب بھی اہلِ دل اربابِ بصیرت کے سینوں میں موجود ہے۔ اگر موجودہ زمانہ کے زبوں حال مسلمان اپنے اعمالِ سیّئہ سے تائب ہو کر صوفیائے کرام کی خدمت میں حاضر ہوں، ان سے نورِ ایمان و ایقان حاصل کریں، اور عقاید اہل سنت والجماعت کے مطابق اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں، تو پھر وہی کچھ بن سکتے ہیں جو قرونِ اولیٰ میں تھے۔

غور کرو کہ وہ نورِ ایمان و ایقان و محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کہاں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یاد رکھو کہ عطّار کے پاس جاؤ گے تو عطر کی خوشبو پاؤ گے۔ آہن گر کے پاس جا کے بیٹھو گے تو نہ صرف کپڑے جلا لو گے بلکہ ایسا بھی ہوگا کہ منہ بھی کالا ہو جائے گا۔ نورِ ایمان صرف صوفیائے کرام اور عاشقان و متبّعان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے نصیب ہو سکتا ہے۔ محبت رسول اور معرفت خدا کے عطا کرنے والے یہی پاک وجود ہیں۔ دوسرے لوگ جو محبت سے ناآشنا ہیں، جو محبوبیت کی شان اور خُلقِ محمدیؐ سے ناواقف ہیں، ان کے پاس بیٹھنے سے وہی آہن گر کی صحبت کا سا حال ہوگا۔ صوفیائے کرام صحیح آئینہ یا صحیح مظہر کمالاتِ محمدیؐ ہیں۔ وہی فدائیان سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان کا باطن نورِ محمدیؐ سے منوّر ہوتا ہے۔ اسی نورِ باطن سے وہ تمام عالم کو منوّر کرتے ہیں۔ مگر جو خود ہی نور کے حصول کی خواہش نہ کرے، اسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ ان عاشقانِ محبوب ربّ العالمین کی غلامی اختیار کریں۔ اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر محبت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نورِ ایمان کے حصول کی سرگرم خواہش ظاہر کریں۔ تو پھر ان کے لئے دنیا و آخرت میں بہتری ہو سکتی ہے۔

شو ہمدم پروانہ تا سوختن آموزی   باسوختگاں بنشیں شاید کہ توہم سوزی

خود ارکان دین اور علم دین سے واقفیت حاصل کرو۔ اپنے بچّوں کو دینی تعلیم دلاؤ۔ ان کو اصول وارکانِ اسلام حفظ کراؤ۔ ان کی پابندی کی ان میں پکّی عادت ڈالو۔ ان کو بدکاروں، بروں اور غیروں کی صحبت سے بچاؤ۔ اپنے علمائے کرام کی عزّت کرو۔

دُنیا میں سوائے ہندوستان کے اور کوئی ایسا ملک نہیں ہے جہاں اپنے بزرگانِ دین کی توہین کی جاتی ہو۔ جو اپنے بزرگوں کی عزّت نہیں کرتا زمانہ اس کی عزّت نہیں کرتا۔ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ علمائے اسلام کی، جو تمہاری دینی اور دنیاوی بہتری کا راستہ بتاتے ہیں، اور جو پیغمبر علیہ السلام کے وارث ہیں، ان کی عزّت وتکریم کیا کرو۔ ان کے مراتب کا لحاظ رکھا کرو۔ خوب یاد رہے کہ تمہاری قومیت کی عزّت انہی کی عزّت و تعظیم پر منحصر ہے۔ اس لئے علمائے دین کی تعظیم وتکریم تمہارا اوّلین فریضہ ہے۔

دنیاوی تعلیم

"علم مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے"۔ جہاں سے ملے اس کو حاصل کرنا اس پر فرض ہے۔ اس لئے دنیوی تعلیم حاصل کرنا، جو فی زمانہ مروج ہے، نہایت ضروری ہے۔ تاکہ اہل اسلام غیر اقوام کے دوش بدوش شاہراہ ترقی پر چل سکیں۔ کوئی قوم جب تک وہ زمانے کے علوم سے واقف نہ ہو دوسری قوم کے مقابلے میں ترقی نہیں کرسکتی۔ نیز حکومت وقت کے ماتحت ملازمت حاصل کرنے کے لئے بھی موجودہ علوم میں سعادت اور تعلیم حاصل کرنی ضروری ہے۔ بدون تعلیم کے حصول ملازمت ممکن نہیں۔ اور ملازمتوں میں بھی اہل اسلام کا دوسری قوموں کے مقابلے میں تناسب حاصل کرنا بے حد ضروری ہے۔

رسُومِ بد

مسلمانوں کا ان تمام بُری رسموں سے، جو اسلام کے مقدّس اصول و ارکان کے منافی ہیں، بالکل کنارہ کش ہونا لازم ہے۔ یک قلم ایسی تمام بُری رسموں کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ تمام رسومِ بد سے توبہ کرنی چاہیئے۔ تمام عاداتِ بد سے صحیح توبہ کرکے صحیح اسلامی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ فضول خرچی اور اسراف کے لئے قرآنِ پاک کا حکم ہے کہ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ (ترجمہ۔ بے شک حد سے بڑھنے والے

اُسے پسند نہیں ۔") نیز ارشاد ہے کہ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنَ (ترجمہ۔ اور فضول نہ اُڑا، بے شک اُڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں)

اُخوّت و یگانگت

اپنے غریب اور نادار اہلِ سنّت مسلمان بھائی کو اپنا بھائی سمجھو۔ اس کے ہمراہ اُخوّت و محبّت قائم کرو۔ اس کی عزّت تمھاری عزّت ہے۔ اگر تم اس کی عزّت نہیں کرو گے، تو اس کو کون اپنا بھائی اور محبّ سمجھے گا۔ ذرا غور کرو۔ ممکن ہے تمھارے پاس دنیا کا زر و مال اس سے زیادہ ہو، مگر خدا ہی جانتا ہے ممکن ہے کہ اس کے دِل میں نُورِ ایمان اور محبت رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم آپ سے بہت زیادہ ہو۔ اس صورت میں اس کا درجہ تم سے بہت بلند ہوا۔ یاد رہے خداوند کریم کی بارگاہ عالی میں دنیاوی زر و مال تعظیم و تکریم کا معیار نہیں ہے۔ وہاں تو حکم خداوندی اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ (ترجمہ۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزّت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے) کے بموجب متقی اور پرہیزگار کا درجہ بلند ہے۔ تو شاید خدا اور اس کے رسول پاکؐ کے نزدیک وہ غریب مسلمان تم سے زیادہ عزّت و تکریم کا مستحق ہو۔ برادران! جس طرح تم سرکارِ مدینہؐ کے غلام ہو اسی طرح وہ بھی سرکار دوعالمؐ کا غلام ہے۔

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم بندۂ بارگاہِ سلطانیم

تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ربّ العزّت کا فرمان ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (ترجمہ۔ مسلمان مسلمان بھائی ہیں ") جہاں مومنین کے آپس میں بھائی بھائی ہونے کا مژدہ سنایا گیا، وہاں زر و دولت کی کوئی شرط نہیں لگائی گئی۔ یاد رہے کہ اگر ایک مومن کو دیکھ کر دوسرا اس سے محبّت سے پیش نہیں آتا، یا اس کے دل میں اس مومن کو غم و مصیبت میں مبتلا دیکھ کر رنج و غم پیدا نہیں ہوتا، تو اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کے ایمان میں کمی ہے۔ مومن کو مومن سے محبّت اور اخوّت لازمی ہے۔

تمام اہلِ سنّت والجماعت سے ان خرابیوں کو دُور کرنے کے لیے یہ آل انڈیا سنّی کانفرنس قایم کی گئی ہے۔ تاکہ اہلِ اسلام کے دلوں میں صحیح اسلامی تصورات پیدا ہوں۔ پرائے خدا اور پرائے رسوؐل خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلّم کا ان کو صحیح معنوں

میں غلام بنایا جائے۔ تاکہ قرآنِ پاک کی مقدس تعلیم پر ان کو ائمہ کرام اور سلف صالحین کی طرح عمل کرنے کی راہ دکھائی جائے۔

آخر میں فقیر ایک بار پھر یہ بات دہراتا ہے کہ ایمان کی تکمیل، جو نور الیقان کی تائید بغیر ناممکن ہے، حضرتِ سرورِ کائنات فخرِ موجودات روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبول غلاموں کی غلامی میں داخل ہوئے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ صدقِ دل اور خلوص ارادت کے ساتھ ان مقبولانِ بارگاہ صمدیت کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں سے تائب ہوں۔ اور محبوبیت سرکار دو عالم کا مرتبہ حاصل کریں۔ اور یاد رکھیں کہ بدوں ان کی مہربانی اور عنایت کے حصولِ ایمان مشکل ہے۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیہ باشد ورق

ہمارا ہی لقب ہے دو جہاں میں اہلِ سُنّت کا

ذیل میں وہ نظم درج کی جارہی ہے جو حضرت حکیم سیّد نذر اشرف اشرفی صاحب فاضل کچھوچھوی نے آل انڈیا سُنّی کانفرنس منعقدہ ۱۶ ؍ مارچ تا ۱۹ ؍ مارچ ۱۹۲۵ء میں پڑھی۔ جس سے سامعین میں ایک جوش و ولولہ پیدا ہوگیا۔

یہ مجمع اہل سنت کا یہ منظر شان و شوکت کا — ذرا دیکھے کوئی اس وقت چہرہ میری حسرت کا
یہ جوشِ دینِ حق ہے یا کرشمہ حق کے رحمت کا — یہ یاد ما سبق ہے یا تماشہ اُس کی قدرت کا
سنبھالے سے سنبھلتا ہی نہیں اک وجد ہے دل کو — یہ خوش وقتی کی حالت ہے یہ عالم ہے مسرت کا
لگالے جلد لے تائید غیبی اپنے سینے سے — کہ ہر سُنی ترا بچھڑا ہوا بندہ ہے مدت کا
بڑھا دے سطوتِ جمہوریت کو اے میرے خالق — دکھا دے صورتِ مقصود صدقہ اپنی وحدت کا
الٰہی اتحاد باہمی کی دھاک ہو قائم — ہو شہرہ چار سو آل انڈیا سُنی جماعت کا
الٰہی جوش یہ بننے نہ پائے جوشِ سوڈا کا — یہ دل کا ولولہ ہونے نہ پائے آلہ شہرت کا
الٰہی پاک ہو یہ انجمن اغراضِ ذاتی سے — چراغِ بزمِ قومی داغ ہو سچی محبت کا
ہمیں نے راست بازی رحمت عالم سے سیکھی ہے — ہمارا ہی لقب ہے دو جہاں میں اہل سنت کا
ابوبکر و عمر عثمان و حیدر سے سبق پایا — صداقت کا عدالت کا مروت کا سخاوت کا
درخشاں ہوگیا ہر سُو فروغِ ملتِ بیضا — ہوا پیشِ نظر نقشہ یہ کس کے فیضِ صحبت کا
نگاہوں میں ہوئی پیدا چمک برقِ تجلی کی — تصور آگیا یارب یہ کس نوری کے صورت کا

حقیقت کے رخِ زیبا سے پردہ اُٹھ گیا سارا
مزہ ملنے لگا دل کو شریعت سے طریقت کا

اُٹھے مینا چلے ساغر مئے وحدت پلا ساقی
کرم کی ہے گھٹا چھائی اٹھا ہے ابر رحمت کا

درِ پاکِ نبی پر آج جانبازوں کا مجمع ہے
دلوں میں موج زن ہے شوق روحانی شہادت کا

جھکا ہے سر ہمارا نام لکھ لے سرفروشوں میں
الٰہی اب اوٹھے خامہ تری دست عنایت کا

خداوندا تری درگاہ میں اسلام آیا ہے
سنا ہے تیرے در پر فیصلہ ہے آج قسمت کا

لٹے دولت مگر قائم رہے اسلام کی سطوت
مٹے دنیا مگر زندہ رہے اعزاز ملت کا

ہمارا حسن خدمت دیکھ کر یارب کہے دنیا
کہ یہ اک ناز پروردہ ہے آغوشِ کرامت کا

ہمارا شور ہو کونین کی عزت کا سرمایہ
ہمارا درد ہو یارب خزانہ مال و دولت کا

کہاں ہیں عالم و فاضل کہاں ہیں مرشد و کامل
علاج آکر کریں اسلام کے درد و مصیبت کا

جو مثلِ گرد اٹھتا ہے تو اُٹھ کر بیٹھ جاتا ہے
سناؤں حال کیا میں دین کی ضعف و نقاہت کا

عدو نے خانماں لوٹا ہوا رسوا وطن چھوٹا
دقیقہ کوئی باقی ہے نہ ذلت کا نہ غربت کا

ضرورت کے موافق دین کی کرتا ہے جو خدمت
وہی عالم ہے شیدا دل سے تبلیغ و ہدایت کا

بنایا ہے ہمیں انداز اصحاب پیمبر نے
سلوکِ معرفت ہے نام مذہب کی حمایت کا

کدھر ہیں مال و زر والے کدھر ہیں بال و پر والے
ذرا افلاس دیکھیں آکے اپنے ملک و ملت کا

کوئی عریاں کوئی گریاں کوئی افتاں کوئی خیزاں
عجب عالم ہے غربت کا عجب نقشہ ہے عسرت کا

معاذ اللہ یہ ذلت یہ رسوائی کہ دنیا میں
گدائی آج پیشہ ہے حبیبِ حق کی امت کا

خیانت کے لئے دنیا میں مسلم ڈھونڈے جاتے ہیں
یہ اک ادنیٰ سا قصہ ہے مسلمانوں کی شامت کا

جہالت کی یہ حالت ہے کہ لاکھوں ایسے مسلم ہیں
جو پڑھ سکتے نہیں پوری طرح کلمہ شہادت کا

بنا دے قوم کو یارب ہمارا حسنِ بیداری
اٹھا دے اُسکے چہرے سے الٰہی پردہ غفلت کا

خدا کے واسطے بیدار ہو جاؤ مسلمانو!
کہ ہے یہ وقت غیرت کا زمانہ ہے حمیت کا

کہیں ایسا نہ ہو مل گور کے تاریک گوشے میں
ملے موقع جناب شاہ مرسل کو شکایت کا

یہ کیا بندہ نوازی ہے خداوندا ترے صدقے — کہ تو یہ ایک تحفہ ہے تری درگاہ عظمت کا
الٰہی یہ کرم تیرا کہ جو شرمندہ ہوتا ہے — تری دلداریاں مُنہ چوم لیتی ہیں ندامت کا
بہت بیتاب ہیں تو میں بہت اسلام مضطر ہے — الٰہی جلد دکھلا دے زمانہ خیر و برکت کا
اٹھے بادل بہار آئی پھلیں شاخیں چمن پھولے — غزل یہ بلبلیں گائیں سماں رقصاں ہو نکہت کا
ستارہ قوم کا چمکے بڑھے اجماع کی سطوت — لٹے دولت بٹے باڑہ بجے نقارہ نوبت کا
رہے یہ جوش مذہب یا الٰہی حشر تک قائم — یہی دو حرف مطلب ہے خلاصہ عرض حاجت کا

مجھے کہتے ہیں سب فاضل میں ایسا مدفاضل ہوں
مگر دل سے دعا گو ہوں میں اپنے ملک و ملت کا[1]

---

[1] ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ شریف (ضلع فیض آباد) اپریل ۱۹۲۵ء، ص ۱۴ — ۱۶

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی تجویز

تقسیم ھند

اور آل انڈیا سُنّی کانفرنس

دسمبر ۱۹۳۰ء کا حضرت علامہ اقبال کا تاریخی خطبۂ الہ آباد جو بعد میں قیامِ پاکستان کی اساس بنا ـــــ اکھنڈ بھارت کا خواب دیکھنے والے ہندوؤں اور ان کے ہم نوا کانگرسی علماء کے لئے پیغامِ مرگ سے کسی طور کم نہ تھا۔ چنانچہ ہندوستان بھر میں کانگرسی اخبارات نے علامہ کی اس تجویز کے خلاف پروپیگنڈے کی ایک منظم مہم شروع کردی۔ مخالفت کا یہ طوفان اتنا پُرزور تھا کہ ہمالہ سے راس کماری تک علامہ اقبال کے افکار کی تائید میں کوئی مؤثر آواز سننے میں نہ آتی تھی۔

بقول چوہدری خلیق الزمان "خود الہ آباد مسلم لیگ کے اجلاس میں بھی بے رخی اور لاتعلقی کی کیفیت پائی جاتی تھی"[۱]۔ لیکن چونکہ علامہ مرحوم کی یہ تجویز علماءِ اہلِ سنّت کے دل کی آواز اور ان کے اپنے افکار کی ترجمان تھی۔ لہٰذا انہوں نے نہ صرف یہ کہ علامہ کی تجویز کی بھرپور اور واضح تائید کی بلکہ کانگرسی ذرائع ابلاغ کے گمراہ کن پروپیگنڈہ کے توڑ کے اقدامات بھی کئے۔ اس سلسلہ میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے خصوصی ترجمان

---

[۱] ماہنامہ ترجمانِ اہلسنّت کراچی اگست ۱۹۷۱ء، ص ۴۲

"السواد الاعظم" مراد آباد کا کردار قابل صد ستائش ہے، جس نے صدر الافاضل حضرت مولانا سیّد نعیم الدین مراد آبادی (ناظم اعلیٰ، آل انڈیا سُنّی کانفرنس) کی زیر سرپرستی اس تجویز کی تشہیر کے لئے گرانقدر کام کیا۔

السواد الاعظم ماہ شعبان ۱۳۴۹ھ / جنوری ۱۹۳۱ء کے شمارہ میں شائع شدہ مضمون کا ایک عکس ہدیۂ ناظرین ہے۔



گول میز کانفرنس اور ہندوستان کا مستقبل

مدّتوں سے گول میز کانفرنس کی طرف دُنیا کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں بہت سے لوگوں کی توقعات اُس کے ساتھ وابستہ تھیں اور وہ انتظار کر رہے تھے کہ اُنکی قسمت اِس موقع پر کیا فیصلہ کرے۔ بہت سے لوگ خائف تھے یا اُسکے ساتھ بدظنی رکھتے تھے اُنکو اِس کانفرنس کے قائم ہونیکا رنج تھا اُنہوں نے اسکی راہ میں بہت رُکاوٹیں ڈالیں اور جب آخر کانفرنس رُک نہ سکی اور اُسکا افتتاح ہوا تو اُس کے ساتھ اظہار ناراضگی کے لئے بازار بند کئے گیا کیا گیا۔ یہ لوگ سمجھے تھے کہ گول میز کانفرنس اُنکے لئے مضر اور نقصان دہ ثابت ہوگی غرض دُنیا کے خیال اُسکی طرف مختلف تھے لیکن ہر ایک گروہ اور جماعت اُسکی کارروائی دیکھنے کے منتظر تھے۔ یہ کانفرنس ہوئی اُسکی مجلسیں منعقد ہوئیں ہند کے مسائل زیر بحث آئے اور ایک حد پر وہ ختم بھی ہوگئی مسلمانوں نے اِس کانفرنس کے ساتھ ابتدا ہی سے نہایت معتدل روش اختیار کی نہ انہوں نے مخالفتوں میں سرگرمیاں دکھا

نہ بدگمانیوں کے طومار باندھے اور نہ اُس کے مدح سرا بنے بلکہ ایک مُلکی نظام ترتیب دینے والی مجلس میں انہوں نے اپنے استحفاظ حقوق کے لیئے نمائندے بھیجے - نمائندے ہنود کے بھی گئے - جو جماعت گول میز کانفرنس کی مخالفت کر رہی تھی اور جس نے اُس کی نسبت اظہار بے اطمینانی کیا تھا افتتاح کے وقت بازار بند کیئے تھے افراد اُسکے بھی گول میز کانفرنس کی شرکت کے لیئے پہنچے ہندوؤں کی سیاست میں یہ طرزِ عمل غور کرنے اور یاد رکھنے کی قابل ہے کہ ایک طرف تو وہ گول میز کانفرنس کے مخالف بنے مخالفت میں خوب سرگرمیاں کیں اور دوسری طرف اُس میں جا کر شامل ہو گئے مگر مسلمانوں نے اس پر نظر نہ ڈالی کہ ہندو کیا تماشا کر رہے ہیں اور اُنکا کیا طرزِ عمل ہے بلکہ اُنہوں نے صرف یہ دیکھا کہ ولایت میں گول میز کانفرنس منعقد ہوئی اور اُس میں ہندوستان کے لیئے کوئی نظام تجویز کیا گیا تو ہمیں اپنے حفظ حقوق کے لیئے وہاں موجود رہنا ضروری ہے -

کانفرنس کے دوران میں ہندو مندوبین نے مسلم نمائندوں کے ساتھ کیا طرزِ عمل رکھا اس کی بحث چنداں ضروری نہیں ہے لیکن یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ مسلم نمائندوں نے کسی نہ کسی حد تک مسلم حقوق کی حفاظت کی سعی کی اور جس قوم کے وہ نمائندے تھے اُس کے مفاد کا خیال اُنکے دماغوں میں رہا - ابھی یہ تو ہم نہیں کہ سکتے نتیجہ کیا ہوا لیکن ہندو دنیا کا رنگ پلٹ گیا ہے اور اب وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہندوستان اُنھیں مل گیا اور اُنکی مراد پوری ہو گئی - اب پھر ہندوؤں کا جوش بہادری مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو گا - مسلمانوں کے لیئے یہ وقت بڑے تدبر اور دانائی سے گزارنیکا ہے انکو اپنے مطالبات و حقوق کے لیئے بھی مستعد رہنا ہے اور اپنے مستقبل کے لیئے پیش آنے والے خطرات سے بچنے کی تدابیر بھی کرنی ہیں اور آئندہ مُلکی نظام کے متعلق جو مجلسیں ہوں انمیں اپنے استحفاظ کا مسئلہ بغیر کسی سستی و تقاعد کے پیش کرتے رہنا بھی لازم ہے اور عیاران خودکام کی حریفانہ چالوں سے اپنی جماعت کو محفوظ رکھنا بھی اپنے ہر طرح کے ضعف و کمزوری کا علاج بھی ہندوؤں نے کسی منزل میں بھی مسلمانوں کے حقوق معین کرنے کی ہمت نہ کی جب آج مسلمانوں کے حق کا زبان پر لانا ایک قوم کو گوارا نہیں ہے تو اس سے یہ اُمید کر لینا کہ برسر اقتدار ہو کر وہ ہمیں مُلک و مال میں برابر کا شریک کر لے گی انتہا درجہ کی خام خیالی ، ہی نہیں جنون ہے - اب تو وہ ہندو پرست اصحاب بھی جو آنکھ میچکر تقلید نے کے عادی ہیں شاید تسلیم کریں گے کہ ہندوؤں کی خود غرضی میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ گیا ، دوران میں بہت سے واقعات نے یہ بات ظاہر تر کر دی کہ ہندو مرکز خیال مسلمانوں کی بقا ہی

مخالف ہے اور کسی صریح منصفانہ بات کو جس سے مسلمانوں کو بھی کچھ نفع پہنچ جاتا ہو منظور کرنے کے لئے تیار نہیں ڈاکٹر اقبال کی رائے پر کہ ہندوستان کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا جائے ایک حصہ ہندوؤں کے زیر اقتدار ہو دوسرا مسلمانوں کے۔ ہندوؤں کو کسقدر اس پر غیظ آیا یہ ہندو اخبارات کو دیکھنے سے ظاہر ہوگا کیا یہ کوئی ناانصافی کی بات تھی اگر اس سے ایک طرف مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا تھا تو ہندوؤں کو بھی اسی نسبت سے نفع ملتا تھا کیا چیز تھی جو اس رائے کی مخالفت پر ہندوؤں کو برانگیختہ کرتی رہی اور انھیں اس میں اپنا کیا ضرر نظر آیا بجز اس کے کہ مسلمانوں کی بقا کی ایک صورت اس میں نظر آتی تھی اور انھیں تھوڑا سا اقتدار ملا جاتا تھا اسکو تو کون جانتا ہے کہ پردۂ غیب سے کیا ظہور کریگا اور مستقبل کیا صورتیں سامنے لائے گا لیکن ہندو اس وقت ایسی خالی بات بھی نوک زبان پر لانے کے لئے تیار نہیں ہیں جو مسلمانوں کو اچھی معلوم ہو اس حالت میں بھی اگر کوئی مسلمان کہلانے والی جماعت ہندوؤں کا کلمہ پڑھتی رہے اور اپنی اُسی پرانی فرسودہ لکیر کو پیٹا کرے تو اس پر ہزار افسوس۔ کاش اس وقت یہ حضرات خاموش ہو جائیں اور کام کرنے والوں کو کام کر لینے دیں مسلمانوں کی طرف سے ایک مطالبہ ہو اور ایک آواز گو انھیں یہ اندیشہ ہے کہ بعض صاحبوں کی لیڈری اور پیشوائی کا علم بلند ہونے سے رہ جائیگا مگر وہ اپنی اس خواہش کو کسی دوسرے موقع کے لئے اٹھا رکھیں البتہ جو جماعتیں مذہبی یا کسی دوسری حیثیت سے مسلمانوں کے تحفظ حقوق کے لئے کوئی تدبیر سوچیں اس سے کام کرنے والی جماعت کو مطلع کر دیں اور اس کو توجہ دلائیں کہ وہ ان امور کو ملحوظ رکھے کام نظم سے ہونا چاہیئے انتشار کو چھوڑا جائے اس میں اگر تھوڑا نقصان بھی ہو تو گوارا کیا جائے کہ متحدہ آواز کی قوت اس سے بدرجہا زیادہ مفید ہوگی۔

---

[1] ماہنامہ السواد الاعظم ۴۳ ۱۳ھ / ۱۹۲۴ء میں مراد آباد سے جاری کیا گیا۔ یہ ماہنامہ دو قومی نظریہ کی بھرپور حمایت کرتا اور ہندوؤں کی عیاریوں کی خوب قلعی کھولتا تھا۔ تفصیل کے لئے کتاب "تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم" از پروفیسر محمد مسعود احمد مطالعہ کریں۔ مرتب

خطبۂ صدارت

آل انڈیا سُنّی کانفرنس

منعقدہ بدایوں

۱۳۵۴ھ ۱۹۳۵ء

حضرت امیر ملت پیر سیّد جماعت علی محدّث علی پوری علیہ الرحمۃ

امیر ملت علیہ الرحمہ نے اپنے صدارتی خطبہ میں ملکی وعالمی مسائل کا تجزیہ جس انداز میں فرمایا، اس سے آپ کی قومی ہمدردی اور سیاسی بصیرت کا پہلو نمایاں طور پر سامنے آتا ہے۔ آپ نے اپنے خطبہ میں جو کچھ فرمایا اس کا ملخص یہ ہے۔

(۱) کفر زار ہند میں ہمہ جہت تبلیغ کی ضرورت ـــــ شہاب الدین غوری جیسے مجاہدین اور خواجہ غریب نواز اجمیری جیسے صوفیا کے نقوش قدم پر چل کر۔

(۲) علماء وروحانی زعماء میں اتحاد کی ضرورت اور ان کی ذمہ داریاں ـــــ فکر و تدبر، قربانی وایثار، خشیت الٰہی۔

(۳) غیر اللہ سے ڈرنے والا عالم، علم وانسانیت سے عاری ہے۔

(۴) مسجد شہید گنج کی تحریک میں علماء کی ذمہ داریاں۔

(۵) برصغیر میں مسلمانوں کے مسائل اور ان کی ضروریات۔ شرعی قوانین ـــــ نکاح،

طلاق، خلع، ارتداد، وراثت، ہبہ کا نفاذ ـــــ اوقاف اور مساجد و مقابر کی حفاظت
وصیانت

(۶) عالم اسلام کی حالت زار پر شدید صدمہ کا اظہار ـــــ نجد میں ابن سعود اور
حبشہ میں اطالویوں کے مظالم۔

(۷) مقامات مقدسہ کے احترام و تحفظ کا مطالبہ وہابیت و حنفیت کا مسئلہ نہیں۔

(۸) مسلمانوں کی معاشی حالت کی بہتری کے لئے بیت المال کا قیام

(۹) مسلمانوں کی باوقار زندگی کے لئے سیاسی محرکات اور ضروریات۔ اتحاد بین المسلمین، معاشی خوشحالی، تجارت کی اہمیت اور طریق کار اسراف و تبذیر سے احتراز۔

خطبہ صدارت کا عکس ''سیرت امیر ملت'' سے حاصل کرکے درج کتاب کیا جارہا ہے۔

خطبۂ صدارت

آل انڈیا سُنّی کانفرنس بدایون (یوپی)

منعقدہ ۱۹۳۵ء / ۱۳۵۴ھ

از:- امیرِ ملّت سیّد جماعت علی، محدّث علی پوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم • اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَهُ الْبَیَانَ - وَ اَنْعَمَ عَلَیْنَا بِاَنْوَاعِ النِّعَمِ وَلَطَائِفِ الْاِحْسَانِ - وَ فَضَّلَنَا عَلٰی سَآئِرِ خَلْقِهٖ بِتَعْلِیْمِ الْقُرْآنِ - وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ الرَّحْمَانِ، سَیِّدِنَا وَغَوْثِنَا وَغَیَاثِنَا وَکَرِیْمِنَا وَ رَحِیْمِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدِ الْمَبْعُوْثِ بِخَیْرِ الْمِلَلِ وَالْاَدْیَانِ - وَعَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ بُدُوْرِ الْاِیْمَانِ - وَالْاَئِمَّةِ الْمُجْتَهِدِیْنَ وَالْاَوْلِیَآءِ الْکَامِلِیْنَ نُجُوْمِ الْاِیْقَانِ وَ الْعِرْفَانِ -وَتَابِعِیْهِمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ بِالْاِحْسَانِ-

اَمَّا بَعْدُ -اَیُّهَا الْعُلَمَاءُ الْعِظَامُ وَ الْحُضَّارُ الْعِظَامُ!

(ترجمہ) تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو بیان کی تعلیم فرمائی اور ہم پر نعمتوں کے اقسام اور احسان کے لطائف کا انعام فرمایا اور ہمیں تمام مخلوقات پر تعلیم قرآن کے ساتھ فضیلت عطا فرمائی اور درود وسلام اللہ کے نبی پر ہو جو ہمارے سردار اور مدد کرنے

والے اور ہمارے کریم اور ہم پر رحم فرمانے والے اور ہمارے آقا محمد جو کہ بہتر مذہب اور دینوں کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے اور آپ کی آل پر درود اور سلام اور اصحاب پر جو کہ ایمان کے چاند ہیں اور اجتہاد کرنے والے اماموں پر اور اولیاء کاملین پر جو کہ یقین اور عرفان کے روشن ستارے ہیں اور ان پر جو احسان کے ساتھ ان کے تابعدار ہوئے ہیں قیامت کے دن تک۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے اے علمائے کرام اور حاضرین عظام۔

السلام علیکم! فقیر رب العزت کی حمد بجالاتا ہے کہ اس نے مجھے یہ توفیق ارزانی فرمائی کہ میں اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف سلام والتحیۃ کی مقدور بھر خدمت کر کے اپنی عاقبت سنواروں کروڑوں درود اس پیکرِ جود اور اس نورِ مسعود پر جس کا اسوۂ حسنہ ہمیں ہدایت کرتا ہے کہ ہم کسی حال میں بھی مفادِ ملت کو فراموش نہ کریں۔

محترم بھائیو! یہ آپ کی عنایت ہے کہ آپ نے ایک بوریا نشین و حجرہ گزین کو اپنی محفل میں ایک ممتاز جگہ مرحمت فرمائی ہے۔ آپ علماء ہیں۔ آپ کی راہ میں فرشتے پر بچھاتے ہیں۔ آپ دُعا فرمائیں کہ اللہ آپ کی آبرو رکھ لے۔ آپ نے ایک مسکین صوفی کو اپنی بارگاہِ علم میں صدارت کی مسند پر بٹھا کر بہت بڑی ذمہ داری اپنے اُوپر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپکے انتخاب کو کامیاب ثابت کرنے کی توفیق دے۔ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانَ۔ (ترجمہ) (اور اسی سے امداد کا مطالبہ ہے اور اسی پر توکل ہے)۔

عزیزو! اس وقت جبکہ میں نے مسجد شہید گنج لاہور کی واگذاری کے لئے اپنی ناچیز خدمات قوم کے سامنے پیش کی ہیں، میرے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ میں بدایوں پہنچ کر کچھ عرض کرتا لیکن اس کا کیا علاج کہ یارانِ طریقت نے مجھے اجمیر شریف بلایا۔ اربابِ شریعت نے مجھے بدایوں حاضر ہونے کو کہا۔ خدا کرے کہ جیسے طریقت و شریعت میں بہ نگاہِ حقیقت قطعاً کوئی فرق نہیں، ایسے ہی صوفیوں اور مولویوں میں بھی خالص اتحاد ہو جائے۔ اور دونوں اپنے اختلافات و مناقشاتِ فروعی سے بے نیاز و بالاتر ہو کر متحدہ مقاصد کے حصول کے لئے یک قالب و یک جان ہو جائیں۔

اجمیر شریف میں حاضری اس لئے بھی مفید تھی کہ وہاں خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا

مزار پُر انوار ہے۔ اس خاک پاک کا ایک ایک ذرّہ یہ سبق دیتا ہے کہ مصلّے پر بیٹھنے والے کا مدعا بھی وہی تھا جو غازی شہاب الدین غوری صاحبِ سیف کا تھا۔ کاش! کہ سیاسی لیڈر شہاب الدین بن جائیں۔ صوفی خواجہ غریب نواز کا رنگ اختیار کریں۔ اور لیڈر، عالم، صوفی تینوں مل کر اس کُفرزار میں توحید کا علم بلند کریں۔ اپنا عزم تو یہی ہے کہ اپنی عمر کے چند باقی ماندہ لمحات اس کارِ خیر کے لئے وقف کردوں۔

ہم تری راہ میں مٹ جائیں گے سوچا ہے یہی دردمندانِ محبت کا تقاضا ہے یہی

علمائے کرام! اسلام میں آپ کا مقام بہت بلند ہے لیکن ہر منصب کی چند ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ جو عالم اپنے فرض سے غافل ہے، وہ اپنے تلامذہ کے نزدیک تو عالم ہوسکتا ہے مگر ملائکہ کی فہرست سے اس کا نام کاٹ دیا جاتا ہے۔ سُنیئے ربّ العزت فرماتا ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (ترجمہ) آپ فرمایئے کیا برابر ہیں وہ لوگ جو صاحب علم ہیں اور جو علم والے نہیں) کس قدر مؤکد پیرایہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ کوئی سلیم الفطرت انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ عالم اور غیر عالم برابر ہیں۔ عالم کا درجہ بہت بلند ہے۔ عالم پر قوم کے مصائب آشکار ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس کا فرض ہوتا ہے کہ قوم کی مشکلات کا خاتمہ کرنے میں غیر عالم سے بڑھ کر قربانی و ایثار اور فکر و تدبر سے کام لے۔ اگر وہ اس فرض سے غافل رہتا ہے تو اس کا جبہ و عمامہ اسی کے لئے روزِ قیامت پھانسی کا رسّہ ثابت ہوگا۔ عالم کا وصف عنداللہ یہ ہے۔ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ ط (ترجمہ) (اللہ سے اس کے بندوں میں سے وُہ ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں)۔ یہ آیت مبارکہ واضح الفاظ میں بیان کر رہی ہے کہ عالم صرف خدا سے ڈرتا ہے۔ خشیت الٰہی اس کا حُسن ہے۔ غیر اللہ سے ڈرنا شریعت و طریقت میں کفر و زندقہ سے بدتر ہے۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

ہر کہ رمز مصطفےٰ فہمیدہ است شرک را در خوف مضمر دیدہ است

اگر عالم انگریز کے رعب و جلال سے ڈر کر، اس کے سامان حرب و ضرب سے گھبرا کر، حق کی حمایت نہیں کرتا، تو اس کا وجود علم اور انسانیت کے لئے ننگ ہے۔ اگر عالم کسی سچائی کو اس لئے بیان نہیں کرسکتا کہ ایسا کرنے سے سکھ ناراض ہوجائیں گے،

یا ہندوؤں میں اس کا وقار کم ہو جائے گا، یا اس کے مقتدی روٹھ جائیں گے، تو اسے کہہ دو کہ وہ اپنے نفس کو دھوکا نہ دے۔ وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ اسے کہو کہ اپنے ایمان کی تجدید کر۔

کیا علماء کو معلوم نہیں کہ لاہور میں مسجد گرا دی گئی ہے؟ کیا مسجد پر کسی غیر مسلم کا قبضہ جائز ہے؟ یاد رکھو۔ اگر تم نے اپنی مصلحتوں کی بنا پر ایک مسجد کے انہدام کو معمولی حادثہ خیال کیا، تو ہمیں اپنی ان مساجد کی بھی فکر کرلینی چاہیئے جن کے منبروں پر بیٹھ کر تم مسائل بیان کرتے ہو۔ وقت ہے کہ ایک ایسا اعلان شائع کیا جائے جس پر ہر عالم کے دستخط ہوں۔ کہ کسی مسجد پر غیر مسلم کا تصرف از روئے اسلام جائز نہیں۔ جمعیت العلماء اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے جو عالم اس پر دستخط نہ کرے، اعلان کر دو کہ اس کی اقتدا میں نماز درست نہیں مقتدیوں اور متولیوں کو سمجھایا جائے کہ ایسے ننگ اسلام عالم کو مسجد کی امامت و خطابت سے محروم کر دیں۔

جہاں کہیں بھی کوئی مسجد ہے، وہ شاخ یا کونپل ہے اس بیت اللہ کی کہ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ (ترجمہ: جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں) کی مصداق ہے۔

وہ دُنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا ۔۔۔ خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا

ازل سے مشیّت نے تھا جس کو تاکا ۔۔۔ کہ اس گھر سے اُبلے گا چشمہ ہدا کا

بَیتُ اللہ عرب میں ہے۔ عرب کی نسبت حضور سرورِ کائنات علیہ الف الف سلام و تحیات کا ارشاد فیض بنیاد یہ ہے کہ اَخْرِجُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ یعنی جزیرہ عرب سے یہودیوں اور عیسائیوں کو نکال دو۔

اے عالمانِ دین! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ سلطان نجد ابن سعود نے ایک انگریز کمپنی کو عرب کی زمین میں معدنیات اور تیل کے چشمے معلوم کرنے کے لئے ٹھیکہ دیا ہے؟ دین کی حمایت کرنے والو! عرب سے کچھ فاصلے پر حبشہ کا ملک ہے، وہاں حکومت اطالیہ کیوں ظلم ڈھا رہی ہے؟ اس لئے کہ وہاں تیل ہے۔ اور اٹلی کو اپنی بلند پروازیوں یا اپنے ہوائی جہازوں کے لئے تیل درکار ہے۔ کیا دُنیا کے واقعات شاہد نہیں کہ یورپ کی کسی قوم کو اگر کہیں بیٹھنے کی اجازت دیدی جائے، تو مکان بنانے کی راہ خود نکال لیتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ

ابن سعود کی اس روش کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہیں کی جاتی؟ یہ وہابیت اور حنفیت کا سوال نہیں۔ یہ اماکن مقدسہ کی صیانت کا سوال ہے۔ اگر کسی کو ابن سعود کا وظیفہ اظہارِ حق سے روک رہا ہے، تو اسے چاہیئے کہ اللہ کے اس فرمان پر توجہ کرے۔ ارشاد ہوتا ہے وَلَا تَشْتَرُوْا بِآیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا (ترجمہ) اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو) اور ثمن قلیل کی پروا نہ کرتے ہوئے نعرۂ حق بلند کرو۔ تاکہ ربّ جلیل کی بارگاہ سے اجرِ جزیل حاصل ہو جائے۔

میری بات پر کان نہیں دھرتے تو حاجیوں سے پوچھ لو۔ کہ جیرانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ساکنانِ مدینہ کا کیا حال ہے۔ حکامِ نجد کے دسترخوان پر تو طرح طرح کے کھانے موجود ہوتے ہیں، لیکن تمھیں بتاؤں کہ مدینہ طیبہ کے مظلوم قدوسی کھجوروں کی گٹھلیوں کو ترس رہے ہیں۔ کیا رعایا کی پرورش راعی کا فرض نہیں؟ کیا شریعت کی رُو سے جو سلطان رعایا کے خورد و نوش کا انتظام نہ کرے، اسے تابع سنّت سلطان کہا جا سکتا ہے؟ بزرگ عالمو! خلفائے راشدین رض کی پوری سوانح عمریاں تمھیں ازبر ہیں۔ کیوں تمھاری زبانیں جیرانِ رسول کی حمایت واعانت کے لئے نہیں کھلتیں؟

سنو! ارشاد ہوتا ہے۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ الخ (ترجمہ) تو اے محبوب تمہارے ربّ کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔) کیا اس پاک فرمان کی رُو سے آپ پر یہ شرعی فرض عاید نہیں ہوتا کہ آپ "قاضی ایکٹ" بنوائیں؟ عدالتوں میں فیصلے شریعت کے مطابق ہوں۔ کیا آج طلاق۔ خلع۔ ارتداد۔ وراثت۔ نکاح۔ ہبہ وغیرہ" امور شرعی کی ہندوستان میں انتہائی تذلیل نہیں ہو رہی؟ اس تذلیل کا انسداد علماء سے بڑھ کر اور کون کر سکتا ہے؟ صحیح ہے کہ اس غرض کو بروئے کار لانے کے لئے کافی سرمایہ کی حاجت ہے۔ کیا اس کے لئے "بیت المال" کا قیام شرعی تجویز نہیں؟ کب تک حجروں میں لیٹے رہو گے؟ میں ہر عالم سے عرض کرتا ہوں کہ ع: وقت آں نیست کہ در حجرہ نشینی بے کار۔ جیسے حکومت بغیر ٹیکس کے نہیں چل سکتی، ایسے ہی بیت المال کے بغیر تنظیم ملت کا خیال خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

ضروری ہے کہ ان مقاصد کے لئے آپ ملک کی مجالس آئین و قوانین سے بھی استفادہ کریں۔ جس کی عملی صورت یہی ہے کہ ہر کونسل میں آپ کی قوم کو ٹھوس اور مضبوط حیثیت حاصل ہو۔ اس کے لئے "جداگانہ نیابت" ایک ضروری حق ہے جس سے اس وقت دست بردار ہو جانا مہلک ہے۔ کونسلوں میں جاؤ۔ اپنے حقوق منواؤ۔ محمدی شرع قوانین منظور کراؤ۔ اوقاف کی حفاظت کرو۔ مقابر و مساجد کو اغیار کی دستبرد سے بچاؤ۔

یاد رکھو! کہ کونسلوں یا حکومت کی دارو گیر میں آپ کی عزت جبھی ہے کہ آپ منظم ہو جائیں۔ آپ میں ایکا ہو۔ آپ میں پھوٹ نہ ہو۔ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ آپ کی مالی حالت شاندار ہو۔ مادہ پرست سلطنت دولت کی پجاری ہے۔ ہم مفلس ہیں، مقروض ہیں۔ افلاس دولت کمانے اور دولت بچانے سے دور ہو سکتا ہے۔ دولت کمانے کا بہترین طریقہ "تجارت" ہے۔ تجارت میں فروغ اسی صورت میں ممکن ہے کہ آپ مسلمان دوکانداروں سے سودا خریدیں۔ آپ کی قوم کاشتکار ہے۔ آپ کی قوم کاریگر ہے۔ آپ کی قوم مزدور ہے۔ لیکن اس کی زراعت، اس کی صنعت، اس کی محنت سے فائدہ غیر اٹھاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ کاشتکار تجارت بھی کریں۔ یعنی اپنا مال خود بیچیں۔ آڑھت کی دکانیں خود کریں۔ کاریگر اپنی مصنوعات خود فروخت کریں۔ دولت بچانے کے لئے لازمی ہے کہ آپ ہر نوعیت کے اسراف سے بچیں۔ اور یاد رکھیں کہ قرآن کی رو سے مُبَذِّرِیْن اور مُسْرِفِیْن شیطان کے بھائی ہیں۔ یہ ہے وہ مختصر پروگرام جس پر عمل پیرا ہو کر آپ فلاح دارین حاصل کر سکتے ہیں۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

خطبۂ صدارت

سید مصباح الحسن مودودی سجادہ نشین پھپھوند، صدر مجلس استقبالیہ قدس سرہ

آل انڈیا سنّی کانفرنس، پھپھوند ضلع اٹاوہ

۸ ربیع الاوّل ۱۳۶۵ھ / ۱۱ فروری ۱۹۴۶ء

صدارت: حضرت ابو المحامد سید محمد، محدث کچھوچھوی

دیگر مقررین[1]: صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی، مولانا محمد عبد الحامد بدایونی

انتخابات ۱۹۴۶ء کی نزاکت و اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے آل انڈیا سنی کانفرنس، من حیث الجماعت کے نصب العین اور طرز عمل کی وضاحت کرتے ہوئے قیام پاکستان کی ضرورت اور کانگریس کی مخالفت ازروئے شریعت ثابت کرتے ہوئے مولانا سید مصباح الحسن نے جو کچھ فرمایا، اس کا ملخص یہ ہے:

(۱) بلاد ہند میں بے دینی و لامذہبیت کے خلاف علمائے اہل سنت کی مساعی جمیلہ کا تذکرہ۔

(۲) الحاد و ارتداد کے فتنوں کی داستان۔

(۳) دین کا لبادہ اڑھ کر "متحدہ قومیت" کا دیو مسلمانوں پر مسلط کرنے والوں کا کردار

---

[1] تقاریر کے لیے صفحہ نمبر ۳۱۳ ملاحظہ فرمائیں۔

(۴) باہمی افتراق و انشقاق پیدا کرنے والوں کے متعلق سنی کانفرنس کا طرز عمل ——— خاموشی ——— تا آنکہ وہ کانفرنس کے مقاصد حسنہ سے متفق ہو جاتے ہیں۔

(۵) سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد کا خلاصہ ——— علماء و مشائخ کا ارتباط، خانقاہی نظام کی اصلاح، مدارس و مساجد کی تنظیم، تبلیغ و اشاعت دین، مسلمانوں کی اقتصادی اور تجارتی ترقی کی تدابیر، احکام اسلامیہ کی روشنی میں مسلمانوں کے لئے ——— موجودہ حالات میں ——— نظام عمل۔

(۶) سیاسیات ہند اور مسئلۂ پاکستان کے سلسلہ میں سنی اکابر کی صف اول کی مجاہدانہ کوششیں اور انتخابات کے موقع پر ان کی نمایاں خدمات کا جائزہ۔

(۷) بنارس کانفرنس پر مکمل اعتماد اور اس کی نوعیت و اہمیت کے اعتبار سے ملکی سیاسیات میں اس کا مقام۔

تحریک پاکستان کے اس نازک دور میں، یہ خطبہ عام مسلمانوں کی راہنمائی کے لئے ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء میں "اہل سنت برقی پریس" میں چھپوا کر مراد آباد سے شائع[۱] کیا گیا تھا۔ آئندہ صفحات پر اس اہم اور تاریخی خطبۂ صدارت[۲] کے سرورق کا عکس بھی پیش خدمت ہے۔

---

[۱] بعد ازاں اخبار دبدبۂ سکندری رامپور نے اپنے شمارہ ۱۵، جلد ۸۴ مطبوعہ ۱۲ اپریل ۱۹۴۶ء میں مذکورہ خطبہ من وعن نقل کیا تھا۔

[۲] اصل نسخہ کا فوٹو سٹیٹ پروفیسر محمد ایوب قادری نے برائے اشاعت مرحمت فرمایا جس کے لئے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ (مرتب)

۷۸۶

خطبۂ صدارت

جو

حضرت مولانا مولوی سید شاہ مصباح الحسن صاحب

مودودی مدظلہ صدر جماعت استقبالیہ سُنی کانفرنس پھپوند

ضلع اٹاوہ

نے

۸ ربیع الاول شریف ۱۳۶۵ھ کے اجلاس سُنی کانفرنس پھپوند

میں پڑھ کر سُنایا

(مولانا حکیم ظفر الدین احمد صاحب نے اپنے

اہل سُنت برقی پریس شیش محل بازار دیوان مرادآباد میں

چھاپا)

خُطبۂ استقبالیہ

سُنّی کانفرنس پھپھوند ۔منعقدہ ۸،۷ ربیع الاوّل شریف ۱۳۶۵ھ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین وآلہ و اصحابہ و

اولیاء امتہ و علمائے ملتہ اجمعین۔

حضرات علمائے کرام ومشائخین عظام!۔

میرے اور مسلمانان ضلع اٹاوہ کے لئے آپ حضرات کا پھپوند جیسے خطہ میں تشریف لاکر اپنے افکار عالیات و حیات مذہبی کی دعوت کی خاطر درازی سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کے باوجود تشریف لانا باعث ہزاراں برکات ہے۔ میں صمیم قلب کے ساتھ آپ سب لوگوں کی خدمات میں ہدیۂ تشکر و امتنان پیش کرتا ہوں اور مجلس استقبالیہ کی طرف سے اُن فروگزاشتوں پر معافی خواہ ہوں جو اقامت کے اوقات میں پیش آئی ہیں. آج آپ حضرات کی آمد اور ورود مسعود کے مناظر میں ایک ایسے وجود باجود کی تشریف آوری کی جھلک پارہا ہوں جنہوں نے حضرت اقدس مولانا تاج الفحول قدس سرہٗ سے انوار و تجلیات اور آستانۂ عالیہ قادریہ بدایوں کے فیض علمی سے مالامال ہوکر بارگاہ حضرت مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادہٗ روحانی کو پاکر ضلع اٹاوہ کے خطہ میں تشریف لاکر الحاد و بے دینی ضلالت و غفلت، تاریکی و جہالت کو دور کر کے مشعل ہدایت روشن

فرمادی اور اس چھوٹے سے قصبہ کو علم وعرفان کا مخزن بنادیا اور آج آل انڈیا سُنی کانفرنس جس پیام و دعوت کے لئے سرگرم عمل ہے اُس کا اولین نقش قایم فرماکر ہزاروں گم کردہ راہانِ منزل کو راہِ ہدایت پر لگادیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ حضرات کی آمد سے جو مسرت ہمیں ہے اُس سے کہیں زائد خوشی اپنی قبر منور میں جلوہ افروز ہونے والے شیخ المحدثین حضرت مولانا شاہ سیّد عبدالصمد صاحب مودودی کو یقیناً ہوگی کیونکہ جس دور میں حضرت اقدس نے سرزمین پھپوند کو نوازا۔ یہ وہ دَور تھا جبکہ بے دینی و لامذہبی ابتدائی زندگی کے ساتھ سامنے آرہی تھی، مگر آج کا حال اُس ماضی کے مقابلہ میں اپنے گندے ماحول کے ساتھ پوری ملت اسلامیہ کے لئے تباہ کُن ہے اُس وقت کفر و زندقہ اپنی محدود طاقتوں سے آراستہ ہوکر نور اسلام کو زائل کرنا چاہتا تھا لیکن اس وقت کی حالت یہ ہے کہ کفر۔ شرک الحاد اور ارتداد کے بادل سروں پر محیط ہیں۔ اس دَور میں نہ ایسے بُرقعہ پوش تھے جو اپنے مُنہ پر معاذاللہ دین اسلام کی چادر ڈال کر دعوت اسلام کی بجائے شرک و کفر میں ادغام و متحدہ قومیت کا دیو مسلمانوں کے دماغوں پر مسلّط کرتے، مانا کہ اس وقت بھی شرذمہ قلیلہ کی طرح معدودہ چند عناصر و افراد بداعتقادی و بیدینی کی تعمیر کا آغاز کرنا چاہتے تھے لیکن سوادِ اعظم اور جمہور اہل سُنت کے عزائم نے ان فتنوں کا استیصال فرما دیا، آج کا دور اپنی ہلاکت آفرینیوں کے ساتھ جس ہمت شکن مرقعہ کو پیش کر رہا ہے اُس سے سطحی افراد مضطرب الحال نظر آتے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ قوموں کی بقائے حیات کے لئے تاریخ نے ہر زمانہ میں ایسے حوادث پیش کئے ہیں اور ایسے مواقع پر حضرات علمائے حقانیین نے کمربستہ ہوکر باطل کا مقابلہ کیا ہے اور اعلائے کلمۃ الحق فرمایا۔ پس موجودہ دور فتن بھی ہمیں ماضی کے آئینہ میں سبق دے رہا ہے کہ ہمارے اعضاء و اجزاءِ اہلسنّت ایک مرکز پر مجتمع ہوکر بارگاہِ رسالت اطہر سے استعانت حاصل فرماکر میدان عمل میں نکل آئیں اور ملت اسلامیہ کو وہی پیام دیں جو اُن کے اسلاف نے دنیا کو پہنچایا۔ علمائے

کرام و مشائخین عظام نے جس طرح ہر سختی و صعوبت کا مقابلہ کر کے اپنے فریضۂ ہدایت کو پُورا کیا، اُن کے اخلاف بھی اُن ہی مضبوط ارادوں سے اٹھیں اور طبقۂ اہلِ سُنّت کو گرداب بلا سے نکال لیجانے کی کامیاب سعی شروع فرمادیں۔

مقام مسّرت ہے کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے عالی قدر ناظم حضرت صدرالافاضل مولانا حافظ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی مدظلہ، اور کانفرنس کے دوسرے اکابر و کارکنان نے تین سال سے حالات کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد سُنّی کانفرنس کی تشکیل کا مبارک کام آغاز فرمادیا۔ اور آج الحمدُللہ اس ادارہ کی ہر صوبہ کے اندر شاخیں قائم ہو چکی ہیں۔ اور سُنی کانفرنس کی اہمیت و ضرورت کا احساس طبقۂ اہل سُنت میں پیدا ہوتا جارہا ہے۔

لیکن اس خصوص میں بعض وہ عناصر جو طبقۂ اہل سنت کو ایک شیرازہ میں منسلک ہوتے دیکھنا پسند نہیں کرتے اور یہ چاہتے ہیں کہ باہمی افتراق و انشقاق قائم رہے اور ہماری جماعت کا اپنا کوئی متحدہ نظام نہ ہو وہ مختلف النوع حیثیتوں سے لب کشائی فرما رہے ہیں۔ میں سب سے پہلے تو اس طرز عمل کے اختیار کرنے والوں کے طریقۂ تنقید کو دیکھتے ہوئے اپنے اکابر سے صرف اسی قدر گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے مقاصد حقہ کی تبلیغ لومتہ لائم کا خیال کئے بغیر جاری رکھیں انشاء اللہ مستقبل قریب میں جو ہم سے بعید ہیں قریب آجائیں گے، کچھ وہ لوگ ہیں جو سیاسی میلانات و رجحانات اور قومی تحریکات میں منہمک رہکر سُنّی کانفرنس کو اپنے دماغوں میں ایک ایسی جماعت سمجھے ہوئے ہیں جو ہلاکت و افتراق کا باعث ہوگی۔ مجھے حیرت ہے کہ ایسا تخیل کیوں پیدا ہوا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آل انڈیا سُنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد کا مطالعہ نہیں فرمایا ہے، سُنّی کانفرنس کے اہم ترین مقاصد کا ملخص یہ ہے کہ (۱) طبقۂ اہل سنت و علماء و مشائخین کو ایک سلسلہ میں منسلک کر دینا (۲) خانقاہی نظام طریقت کو حضرات

صوفیائے متقدمین میں حضرت سلطان المبلغین خواجۂ خواجگان سیدنا معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اجمیری کے طریقۂ تبلیغ پر منظم کر دینا (۳) مکاتب و مدارس و مساجد کی تنظیم کرنا (۴) مدارس کے لئے ایک مشترکہ نصاب تیار کر کے عمل کرانا (۵) جاہل مسلمانوں میں تبلیغ واشاعت دین کرنا (۶) مسلمانوں کو ارتداد و بے دینی سے بچانا (۷) مسلمانوں کی اقتصادی و تجارتی حالت کو درست کرنے کی تدابیر اختیار کرنا (۸) مسلمانوں کو احکام اسلام کی روشنی میں اُن کی حیات قومیہ کے لئے راہِ عمل پیش کرنا۔ مذکورہ بالا مقاصد پر نگاہ رکھنے والا اندازہ کر سکتا ہے کہ ایسے مقدس اغراض و مقاصد پیش کرنے والی سُنّی کانفرنس کی تشکیل و ترقی کہاں تک خدانخواستہ نقصان رساں ہو سکتی ہے، آج ہندوستان میں جس قدر اور جتنے ناموں سے جماعتیں قائم ہوتی رہی ہیں اُن کے وجود و آغاز پر اگر کوئی اعتراض نہیں ہے تو آخر اہل سُنت کی تنظیم کرنے والی جماعت پر نزلہ کیوں گر رہا ہے۔

میں معترضین و نکتہ چیں حضرات کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ سُنی کانفرنس کا کارواں اب بڑھ چکا ہے، جو قدم خدائے برتر کی نصرت سے متحرک ہو گئے ہیں اب اُن میں جمود نہیں آسکتا۔ ذمہ داران سُنّی کانفرنس کی ہمتیں، اعتراضات و تنقیدات سے پست نہ ہوں گی وہ اپنے اغراض و مقاصد کے حصول و کامیابی کی دُھن میں لگے رہیں گے۔

سیاسیات حاضرہ

عصرِ حاضرہ میں مسلمانانِ ہند کی سیاسیات نے ۱۹۴۲ء سے جو نئی کروٹ بدلی ہے اور مسئلہ پاکستان یعنی قیام حکومت اسلامیہ کا جو جذبہ عوام و خواص میں پیدا ہو رہا ہے اُسے ہمارے طبقۂ علمائے اہل سُنّت نے یہی نہیں کہ دور بیٹھ کر صرف مطالعہ ہی

کیا بلکہ ہمارے جماعت کے محترم علماء مجاہدانہ حیثیت سے ازاوّل تاآخر اس جذبہ کے محرک و موئید بنے ہوئے ہیں اور کانگریس جیسی ہندو جماعت کے مقابلہ پر دس سال کے طویل زمانہ سے بے پناہ خدمات انجام دے کر کانگریس کی ہر تحریک کو مردہ کر چکے ہیں، اپنی جماعت کے افراد کی خودستائی مقصود نہیں بلکہ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ صرف ہمارے طبقہ کے علماء و مشائخین ہیں جن کی مسلسل خدمت وسعی سے مسلم لیگ اپنے مقاصد میں کامیاب نظر آرہی ہے وہ کونسا وقت ہے جس پر ہمارے افراد نے انتہائی قربانیاں نہیں فرمائیں۔ مرکزی اسمبلی کے حلقۂ انتخاب میں وہ کونسا رقبہ تھا جہاں ہمارے افراد نے کارہائے نمایاں انجام نہیں دیئے اور صوبہ جاتی انتخابی مہم میں بھی الحمدُللہ صفِ اوّل میں موجود ہیں۔ اور کانگریس کو حلقہ جات انتخابات میں شکست دینے کے لئے آل انڈیا سنّی کانفرنس سے تعلق رکھنے والا ہر بزرگ اپنی نہایت بیش قیمت خدمات انجام دے رہا ہے۔ بس ان حالات و خدمات سے ظاہر و عیاں ہے کہ سنّی کانفرنس پاکستان اور مسئلہ انتخاب میں الحمدللہ اپنا کام کر رہی ہے۔ اور اس کی اعانت قدر شناس نگاہوں میں وزنی ہے۔

الحمدُللہ کہ سنّی کانفرنس کے سامنے اسلامی حکومت کے تصورات ہی نہیں ہیں بلکہ وہ اپنے پاس ایک مکمل دستور العمل رکھتی ہے جو مستقبل قریب میں مسلمانوں کے سامنے پیش کرے گی، وہ دستور العمل ایک ایسا دستور ہوگا جو آیات بنیات و احادیث بنویہ اور احکام فقیہہ کی روشنی میں مغربی تہذیب اور عددی راؤں کی کثرت و قلت کی شمار و گنتی سے بے نیاز ہوگا اور جس پر بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے فرد کا عمل کرنا ناگزیر ہوگا۔

آل انڈیا سنّی کانفرنس کا اجلاس بنارس انشاءاللہ سنّی دنیا میں ایک ایسا تاریخی اجتماع ہوگا جو اپنی نوعیت اور مسائل کی اہمیت کے لحاظ سے بے مثال و یادگار

ہوگا۔ جس میں ہندوستان کے ہر گوشہ کے حضرات علماء و مشائخین شرکت فرمائیں گے۔ میری دلی دعا ہے کہ مولا تعالیٰ اس کانفرنس کو اپنے تمام مقاصد میں کامیاب و کامران فرمائے اور طبقۂ اہل سنت کی تنظیم و اتحاد کے رشتہ کو یہ کانفرنس مضبوط کر دے،

میں آخر میں مجلس استقبالیہ کی طرف سے ایک بار پھر تمام اکابر علماء و مشائخین کے ورود مسعود پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔

خطبۂ صدارت

رئیس المتکلمین ابوالمحامد سیّد محمّد اشرفی محدّث کچھوچھوی قدس سرہ

آل انڈیا سُنّی کانفرنس بنارس

۲۷ —— ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء / ۲۴ —— ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ

قیام پاکستان کی منزل کو قریب تر کرنے، سواد اعظم اہل سنت وجماعت کے جماعتی موقف کی وضاحت وتائید اور سُنّیت کی تنظیم کی شوکت کے اظہار کے لئے پانچ سو مشائخ عظام، سات ہزار علمائے کرام اور دو لاکھ سے زائد سنیوں کے اجتماع میں پڑھے گئے اس معرکۃ الآرا خطبہ میں حضرت محدث کچھوچھوی قدس سرہ نے اپنے فصیح و بلیغ انداز میں جو کچھ ارشاد فرمایا، اس کی چند جھلکیاں آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) گردش لیل و نہار کے ہاتھوں مسلمانوں پر نئے مظالم اور حالات دائرہ پر طائرانہ نظر

(۲) سُنی کانفرنس کے انعقاد کے لئے بنارس کا انتخاب؟ —— برصغیر کے وسط، بنارس اور اس کے نواحی علاقہ میں اسلامی معابد، مقابر اور شعائر کی کثرت، گویا حواشی بنارس —— اولیانگر ہے۔ یہیں اسلامی سیاست واقتدار، ادب وتمدن اور علم وعرفاں کے امتیازی نشانات ہیں۔

(۳) عالم اسلام کی مظلومیت —— حجاز مقدس میں نجدی فتنے، فلسطینیوں پر بے رحم یہودیوں کے مظالم، انڈونیشیا پر جنگ کا تسلط۔

(۴) ہندوستانی فتنے —— سنیوں کو ختم کرنے کے مختلف حیلے بہانے، سُنی بورڈ

کا قیام، امکان کذب اور امکان نظیر کے جال، ختم نبوت کی خانہ ساز تشریح، مدح صحابہ کے بہروپ میں قدح صحابہ

(۵) تبلیغ اور اسلام کا تعلق ——— مسلمانوں کا ہر فرد مبلغ ہے۔ بادشاہ، رعایا، سوداگر مزدور ——— سب مبلغ ہیں۔

(۶) اسلامی زندگی کا وسیع مفہوم ——— محنت و مشقت، بچوں کی پرورش، صنعت و حرفت، تجارت، خلق کی خدمت، رزم، بزم ——— سب عبادت ہیں۔

(۷) قانون سازی صرف اللہ اور رسول کے اختیار میں ہے۔ لہذا غیر اسلامی قانون مثلاً خلع بل اور شاردا ایکٹ سب لعنت ہیں۔

(۸) تعلیم کی ضرورت، مدارس دینیہ کی تنظیم کے ساتھ انگریزی خواں حضرات کیلئے دینی تعلیم کا انتظام، سیاسیات، اقتصادیات، تاریخ وغیرہ علوم کی تدریس کا انتظام ——— اس مقصد کے لئے ہر سنی خانقاہ نشر علوم کا ادارہ ہو۔ ہر محفل میلاد اور عرس مقدسہ بزم تبلیغ ہو۔

(۹) دور حاضر کی ضروریات ——— سُنّی پریس، سُنّی وقف کی حفاظت، نوجوانوں کے لئے ورزش کا اہتمام

(۱۰) مسلمانوں کی ترقی کے لئے ان کی موجودہ حالت کے گوشوارے مرکز میں موجود ہونے ضروری ہیں جس میں ان کی تعلیمی حالت، مالی حالت، قرضہ کی صورت میں اس کی مالیت اور اس کی ادائیگی کے امکانات، ہر علاقہ میں مدارس و مساجد کی تعداد اور ان کے گوشواروں ——— وغیرہ کا اندراج ہو۔

(۱۱) پاکستان کا مفہوم اور اس کی شرعی ضرورت ——— قیام پاکستان پر اعتراضات کے جوابات، پاکستان کی اچھوتے انداز میں تاریخ۔

(۱۲) مسلم لیگ اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے پروگراموں میں فرق ——— مسلم لیگ

مسلمانانِ ہند کے لئے علیٰحدہ وطن کی طالب ہے ـــــ لیکن سُنی کانفرنس کا نصب العین اور طرزِ عمل اسلامی سلطنت ـــــ پاکستان ـــــ کے قیام کے ساتھ ساتھ مجوزہ مملکت میں خلافت راشدہ کی طرز کی حکومت قائم کرنا۔ گویا اس کے مقاصد وسیع تر اور دائمی نوعیت کے ہیں۔

(۱۳) آل انڈیا سُنی کانفرنس ـــــ مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کی بے دریغ تائید کرے گی اور مسلم لیگ مذہبی امور میں سُنی کانفرنس کی راہنمائی قبول کرے گی۔

(۱۴) آل انڈیا سُنی کانفرنس بنارس میں شریک مہمان علماء اور مشائخ کا نرالے انداز میں شکریہ ـــــ نہ یہ مہمان اور نہ ہم میزبان ـــــ بلکہ یہ مسیحا دم ہیں اور ہم مریضانِ جاں بلب ـــــ اسلامی طرزِ فکر کے مطابق اپنی بے بسی اور مجبوریوں اور علماء و مشائخ کی شفقت اور کرم نوازیوں کا ذکر۔

یہ تاریخی خطبہ[۱] (خطبہ صدارت جمہوریت اسلامیہ) جس کا ایک ایک حرف حضرت محدث کچھوچھوی کی بالغ نظری اور مقصد سے عشق کا ترجمان ہے، ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء میں مولانا ظفر الدین احمد نے اہلِ سنت برقی پریس، مرادآباد سے چھپوا کر شائع کیا تھا۔ آئندہ صفحات پر مذکورہ تاریخی خطبے کا عکس پیش کیا جا رہا ہے۔

---

[۱] دبدبۂ سکندری نے اپنے پانچ مختلف شماروں (۲۰ مئی، ۲۷ مئی، ۳ جولائی، ۱۷ جولائی، ۲۴ جولائی اور یکم اگست ۱۹۴۶ء) میں اس تاریخی خطبہ کو من و عن نقل کیا تھا۔
مرتب

بمنہ تعالیٰ وکرمہ

وہ حقائق افروز باطل سوز خزینہ ہدایت صحیفہ بلاغت

مختصر رپورٹ

خطبۂ صدارت

جمہوریۂ اسلامیہ

جو

حضرت حامی سنت ناصر شریعت سحبان ہند راس المحدثین رئیس المتکلمین
مولانا الحاج السید الشاہ سید محمد صاحب محدث اشرفی جیلانی کچھوچھوی
صدر جماعت استقبالیہ جمہوریت اسلامیہ دامت برکاتہم نے

آل انڈیا سنی کانفرنس

کے بینظیر عدیم المثال تاریخی اجلاس منعقدہ ۲۴ تا ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء دو ہزار مشائخ و علماء اور ساٹھ ہزار سے زائد عام حاضرین کے عظیم الشان مجمع میں پڑھ کر سنایا اور مجمع لفظ لفظ اور فقرے فقرے پر جھوم جھوم گیا تحسین و مرحبا و نعرہائے تکبیر سے فضائے آسمانی گونج اٹھی اور بہت سے جملوں کے بار بار اعادہ اور تکرار کی استدعائیں کی گئیں، اکابر علماء نے اس خطبہ کو آل انڈیا سنی کانفرنس کا شاہکار قرار دیا

باہتمام جناب مولانا مولوی محمد ظفر الدین احمد صاحب اہل سنت برقی پریس مرادآباد میں چھپکر شائع ہوا

بســـم الله الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الرالعوالمرِ ربّ العٰلمین الرحمٰن علی عبادہ الرحیم علی کافۃ المؤمنین
خالق السمٰوٰتِ والارضین مالك یوم الدّین اللّٰھم نحن نؤمن بك و ایاك نعبد
وایاك نستعین اھدنا الصراط المستقیم طریق اھل السُّنۃ والجماعۃ والحق و
حمد وصلوٰۃ — الیقین صراط الّذین انعمت علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء و
الصّالحین غیر المغضوب علیھم من الیھود والمشرکین ولا الضالین من
النّصارٰی واھل الضلال والمرتدین اٰمین اٰمین یا غیاث المستغیثین
ویا اکرم الاکرمین والصّلوٰۃ والسّلام الاتمان الاکملان علی من ارسل
الی کافۃ الخلق بشیرًا ونذیرًا وداعیًا الی الله باذنہ وسراجًا منیرا اتانا
بالشرع المبین والقراٰن الحکیم المتین وبالبیّنات والھدی فاظھر الغیوب ونور
الافئدۃ والقلوب تنویرا الا انہ صلّی الله تعالیٰ علیہ واٰلہ وصحبہ وسلّم
حبل الله وعروتہ الوثقیٰ ونعمتہ الکبریٰ جعلہ الله تعالیٰ للخلائق اجمعین
ظھیرا من اعتصم بہ فقد نجیٰ ومن خالف فقد غویٰ فلم یجد احدا ولیا
ولا نصیرا وعلی اٰلہ واصحابہ واتباعہ واولیاء ملتہ وعلماء امتہ وشھداء
محبتہ صلاۃ وسلامًا ابدیا دھریا کثیرًا کثیرا . اما بعـــد
افتتاح کلام — مشائخ کرام علمائے اعلام اعیانِ اسلام و برادرانِ اہلِ سنت وجماعت ہیں آپ کا
ایک لمحہ بھی اس دور از کار بحث میں ضائع نہ کرونگا کہ مجلسِ استقبالی کی صدارت کی خدمت

۳

کے لیے میرا انتخاب قابلِ شکوہ ہے یا لائق تشکر ہے اس کو اراکینِ مجلس ہی جانیں ہیں تو آج اپنی قسمت پر نازاں ہوں کہ یہ مقدس اجتماع میرے لیے بالکل ایسا ہے کہ ایک بیمار کو بے شمار معالجین مل گئے ہیں یا ایک فریادی کو ہزاروں اصحابِ عدل و داد میسر آگئے ہیں مجھے یاد ہے کہ ۲۰-۲۱-۲۲-۲۳ شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶-۱۷-۱۸-۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کی تاریخیں تھیں مراد آباد میں جامعہ نعیمیہ کا عظیم الشان میدان تھا، اور ملک و ملت کے حقیقی رہنماؤں کا جمگھٹا تھا اور بحیثیت صدر مجلس استقبالی حضرت بابرکت شیخ الانام حجۃ الاسلام مولٰنا شاہ حامد رضا خاں صاحب قبلہ قدس سرہٗ کا تاریخی خطبۂ استقبالیہ پڑھا جا رہا تھا جس کا لفظ لفظ آج بھی وہی معنویت اور نور ہدایت رکھتا ہے جو اس وقت اُس میں تھا اور جس کی کھلی کھلی پیشینگوئیوں کو ہماری بدقسمت آنکھوں نے دیکھا اور عالمِ ربانی و عارف باللہ کے نور فراست کو آخر دنیا کو مان لینا پڑا جس کو یاد کر کے آج دل کی گہرائیوں سے بیساختہ آہ نکلتی ہے کہ کاش ہم درمیانی مدت کو ضائع نہ کرتے اور کاش دشمنانِ نظامِ اسلام کو ہم اُسی دن پہچان گئے ہوتے تو آج ہم کتنے بلند مقام پر ہوتے اور درندگانِ زمانہ نے اسلام کی بھولی بھالی بھیڑوں کو جو شکار کر لیا ہے ہم اس عظیم مصیبت سے محفوظ رہتے (آئیے ہم اور آپ سورۂ فاتحہ و اخلاص کا تحفہ روح حضرت حجۃ الاسلام کو ہدیہ کریں اور اُن تمام اعیان اسلام کو ہدیہ کریں جن کو ہم اس عرصہ میں گم کر چکے ہیں۔

حضرات! زمانہ اب اس منزل سے دور نکل چکا ہے کہ اظہار مدعا سے پہلے کوئی تمہید عرض کی جائے اور منتشر تصورات کو ایک نقطہ پر جمع کرنے کے لیے خطابت کے جوہر دکھائے جائیں اب تو یہی ہمارے لیل و نہار کی گردش اور یہی رات دن کا چکر اور روز نا نئے مظالم اور فتنوں پر نکلنے والا آفتاب اور نت نئی تاریکیوں اور ظلمتوں کا گواہ ماہتاب مسلمانوں کی بے نظمی اور سنیوں کی بے کسی اور اعدا کی تیاریاں دشمنوں کی چالاکیاں، تعدادی غرور والوں

۴

کی نبرد آزمائیاں، سرمایہ داروں کی ستم آرائیاں اور سب سے بڑھ کر ضمیر فروشوں کی غداریاں اور مسلم نماؤں کی اسلام دشمنیاں جن کو ہم آج ہر ہر منٹ دیکھ رہے ہیں یہی ہمارے اظہار مدعا کی تمہید ہیں اور اب اسلامی فریضہ اجازت نہیں دیتا کہ ایک منٹ کی تاخیر اس لیے گوارا کی جائے کہ الفاظ کی الجھنوں اور عبارت آرائی کے گورکھ دھندے میں پھنسا جائے۔

اے ہمارے مشائخ کرام اور اے ہمارے علمائے اعلام نائبانِ خیر الانام! ہم نے آپ کو زحمت دی، اور آپ نے آج کل کے سفر کی دشواریوں کو برداشت فرمایا اپنا قیمتی وقت عطا فرما کر ہمیں نوازا، آپ کی زیارت نے ہماری دلنوازی کی، آپ کے دیدار نے ہمیں زندگی کی آس بخشی، آپ کی کرم نوازیوں پر ہم نے اپنے رب کو سجدے کیے کہ اس نے ہم دردمندوں پر رحم فرمایا، اور ہمارے سچے رہنماؤں اور دینی قائدوں کا سایۂ کرم ہمارے سروں پر لا کر چھا دیا اب ہم اس عہد کے ساتھ کہ ہم اپنے آپ کو اپنی جان کو اپنی اولاد کو اپنے مال کو اپنی عزت کو آپ کے سپرد کر کے فریاد کرتے ہیں کہ آپ کے معبودِ برحق کے پجاریوں وہ معبود جس کو ہر ہر سانس میں آپ نے یاد رکھا اور جس سے ایک آن کی غفلت آپ نے گوارا نہ کی آپ کے رسولِ پاک کے نام لیواؤں، وہ رسولِ پاک جس کے ناموس و وقار کا پرچم ہاتھوں میں اور جس کے شہود و نمود کے جلوے آنکھوں میں اور جس کے دبدبے اور شوکت کے سکے دلوں میں آپ نے جمائے اس کے کلمے پڑھنے والے پھولوں کو اعدا نے خار بنا لیا ہے۔ رسولِ پاک کی بھولی بھیڑوں کی تاک میں لگ گئے ہیں، دولت پر ڈاکے اقتدار پر بمباری، ایمان و اعتقاد پر دھاوا، عزت پر حملے، اُن کی تنظیم میں انتشار و تفریق کی سازشیں ایک مسلم قوم پر ساری دنیا ظلم و تعدی کے لیے اُتر آئی ہے اور ہمارے پاس اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہا کہ جلد سے جلد اپنے چارہ سازوں کی طرف دوڑیں اور اُن دامنوں میں پناہ لیں

۵

جن کو ہمارے مقدس اسلام نے ہمارے لیے پناہ گاہ بنایا ہے۔ ہمارے دعوت نامے بالکل
صحیح طور پر آہِ مظلوماں کی شرح تھے ورنہ ہندوستان نے بلکہ ساری زمین نے کب دیکھا تھا
کہ دعوت دی گئی اور اس شرط سے کہ ہم آپ کو سوکھی روٹی بھی نہ دے سکینگے، قیامگاہ درختوں
کے سایہ کے سوا ہمارے پاس نہیں ہے۔ جس دن محکمہ راشن نے ہم کو راشن دینے سے انکار
کر دیا اور ہم کو اعلان کر دینا پڑا کہ ہم ایک نوالہ بھی کھلا نہیں سکتے۔ آپ اپنا کھانا ساتھ لائیے
تو ہماری حالت عجیب تھی۔ آپ کی عظمت کا دربار ہمارے سامنے تھا جہاں ہم مجرم کی طرح
شرمندہ سر نیچا کیے کھڑے تھے اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ہم آپ کو کیا منہ دکھائیں۔
بنارس کا ایک ایک سنی ایسا ہو گیا کہ گویا جسم میں جان نہیں ہر ایک اپنا کھانا پینا بھول گیا
اور ہم اپنی زندگی پر خود بخود شرمندہ تھے کہ اچانک دلوں سے ہوک پر ہوک اٹھی اور بیساختہ
آہ کی طرح سر اٹھا زبان پر یا اللہ اور یا رسول اللہ آ گیا، آسمانی رحمتوں کو حسرت بھری نگاہیں
تکنے لگیں، عالمِ تصور کعبہ لے گیا طیبہ لے گیا، بغداد پہنچے، اجمیر گئے۔ سامنے آزمائش و ابتلاء
کی زمین آ گئی اور کرب و بلا کا خطہ آنکھوں میں سما گیا اور جیسے کسی نے کہہ دیا کہ یہ تو میدانِ کربلا
میں تیرہ سو برس سے زیادہ ہوئے طے ہو گیا کہ دانہ پانی بند کر کے دنیا نے اہلِ حق کو اعلانِ حق سے روکنے
میں کامیابی حاصل نہ کی۔ حسین کی قربانیوں نے دل تھام لیا۔ کربلا کے بے آب و دانہ شہیدوں
نے ثباتِ قلب عطا فرمایا اور ہماری عقیدت کی دنیا کا ذرہ ذرہ کہنے لگا کہ حق پرست اور مقدس
صابرین ہماری بیکسی و نااہلی پر رحم فرمائینگے اور ہماری آہ سے ضرور تڑپینگے اور ہماری رہنمائی
کے لیے ہمارے رہنما بلا شرط آ جائینگے، ہمارا یہ احساس جان بخش ہوا یقیناً یہ غیبی آواز تھی،
چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں اور اے دنیا بھر کے دیکھنے والو دیکھ لو کہ آج ہمارے رہنما ہماری فریاد
پر ہندوستان کے گوشے گوشے سے آ گئے اور بلا شرط آ گئے اور بیشمار آ گئے۔ ہمارے اجلاس کے

[illegible] کانفرنس کی روح رواں

۴۰ ہماری استقبالی
کمیٹی کے ای کمانڈر
مولوی سلیم اللہ صاحب
سنی کانفرنس
بیک واٹر بنارس
خواجہ عبدالحمید صاحب
ناظم آشیخ [illegible]
صاحب امیر العسکر
منظور احمد صاحب
سنی کانفرنس بسیلو
والنٹیر۔ ہمارے ناظم [illegible]
ڈاکٹر محمد سلیمان علی صاحب
ہمارے ناظم مطبخ۔ شیخ
عبدالعزیز رضا صاحب وغیرہ
ان میں سے ہیں

۶

کانفرنس کے لیے بنارس کا انتخاب

بینظیر اجلاس ہونے کی وجہوں میں سے سب سے زیادہ عظیم وجہ یہ بھی ہے جس کو آج تک ہندوستان نے کبھی نہیں دیکھا اور آئندہ ہمیشہ حیرت کرتا رہیگا۔

اے ہمارے بزرگو! ممکن ہے کہ آپ کو حیرت ہو کیونکہ ہم سے ملک میں جابجا کہا گیا کہ ہم نے فریاد کے لیے بنارس کا انتخاب کیوں کیا؟ اور ہم نے ملک کے طوفانی دورے میں سب کو یہی جواب دیا کہ ہندوستان کا نقشہ دیکھیے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ بنارس ہندوستان کا سنٹر واقع ہوا ہے ہر طرف سے آنے والوں کے لیے برابر کا فاصلہ پڑتا ہے۔

لیکن اب آپ بنارس آچکے اور پچھم سے آنے والوں نے دیکھا کہ بنارس سے متصل وہ شہر جونپور ہے جو سلاطین شرقیہ کا دار السلطنت رہا ہے۔ اسٹیشنوں کے اسلامی نام اکبرپور، شاہ گنج، ظفرآباد، جلال گنج، خالص پور وغیرہ راستہ میں پڑے ہونگے۔ پورب سے آنے والوں نے بنارس سے پہلے مغلسرائے پایا ہوگا۔ شمال سے آتے ہوئے تاجپور، یوسف پور، غازیپور، سیدپور ملے ہونگے۔ دکھن میں الہ آباد، مرزاپور سے گذرے ہونگے، بنارس کے حاشیہ پر مسلمانوں کی قائم کردہ آبادیاں بتاتی ہیں کہ بنارس مسلمانان ہند کی نگاہوں میں ہمیشہ مرکز توجہ رہا ہے اور اس شہر پر کنٹرول رکھنا ہمارے مورثوں کی وراثت ہے، بنارس کے گھاٹ کی زینت وہ مسجد ہے جو حضرت عالمگیر کی بلند نظری کی گواہ ہے اور وہ جامع مسجد ہے جس کی اینٹ اینٹ تاریخ کا عظیم الشان دفتر ہے۔ دہلی کی طرح یہ بھی وہ شہر ہے جہاں اب تک شاہانِ مغلیہ کی نسل آباد ہے ہماری مجلس استقبالیہ کے نائب صدر مرزا جہانگیر بخت لال قلعہ دہلی کے حقدار وارث اسی بنارس میں رہتے ہیں۔ بنارس کا ایک محلہ بھی ایسا نہیں جس میں گنج شہیداں نہ ہو، شہر سے جس طرف نکل جائیے کوئی نہ کوئی مسلم الثبوت عارف باللہ آسودۂ زمین ہے اور سارا حاشیہ اولیا نگر ہے اور آپ جانتے ہیں کہ حاشیہ متن کی اہمیت کو بڑھاتا ہے اور اس کی گتھیوں کو سلجھاتا ہے یہی آثارِ صنادید ہیں جو اس شہر

کی دینی، سیاسی اہمیت کی معتبر اور مفصل تاریخ ہیں اور اسی روشن ماضی کے آثار سے یہ بھی ہے کہ یہ شہر برطانوی اعلان و اصطلاح میں تقریباً ایک لاکھ مدعیانِ اسلام پر مشتمل ہے جو عموماً تجارتی و صنعتی دنیا کے ماہر ہیں اور جن میں اہل سنت وجماعت کی تعدادی برتری بعونہٖ تعالیٰ نوے فیصدی ہے، ۴ ایک ایک محلہ میں مشائخ کرام کی دو دو چار چار خانقاہیں ہیں سلاسل اربعہ قادریہ چشتیہ نقشبندیہ سہروردیہ کا فیض علم ہر طرف جاری ہے اسی شہر میں وہ خانقاہ اشرفی ہے جو علماء و مشائخ کی خدمت کرنے میں زبان زد ہے اور ہماری مجلس استقبالیہ کے ناظم رسل و رسائل اور ہمارے برادر طریقت شیخ عبد اللہ صاحب کنٹرکٹر ڈیری اسٹیشن بنارس کینٹ کے بارے رہتے ہیں جس کی مکمل ذمہ داری ہے اس شہر میں عربی علوم کے لیے دو مشہور مدارس ہیں ابتدائی دینی تعلیم کے ایک درجن سے زیادہ مکاتب ہیں۔ مدرسہ حمیدیہ رضویہ، مدرسہ فاروقیہ، انجمن اشاعۃ الحق اہل سنت وجماعت کے مستقل ادارے ہیں جن میں سے پہلا مدرسہ ہمارے محترم خازن اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے اصل داعی حاجی جلال الدین صاحب اور ہماری مجلس استقبالیہ کے رکن اعظم جناب عبد القیوم صاحب صدر مدرسہ کی حوصلہ مندیوں کا اور دوسرا مدرسہ ہمارے سنی کانفرنس بنارس مدنپورہ وارڈ کے ناظم حاجی عبد الغفور صاحب کی جانکاہیوں کا نمونہ حسنہ ہیں۔ سرآمد شعراء علی حزیں اسی بنارس میں آ کے چھپے تو جانے کا نام نہ لیا نہ جانے کس لیے جانے پر اصرار کیا تو چیخ پڑے کہ "از بنارس نروم الخ" پچھلے عہد میں ابھی کتنے دن کی بات ہے، کہ حضرت مولانا شاہ عبد الحمید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بنارس آئے تو اپنے وطن پنجاب کو واپس نہ ہوئے اور بنارس کو وطن بنا لیا حضرت کی شہر میں بیشمار یادگاریں ہیں جن میں قابلِ تذکرہ وہ خانقاہ حمیدیہ بھی ہے جو تاج بابا محل کے اندر واقع ہے اسی خاندانِ تاج کے چشم و چراغ ہماری مجلس استقبالیہ کے رکن اعظم حافظ محمد اسحٰق صاحب ہیں۔ غرض بنارس کے ذرہ ذرہ میں اگر معدومت کی مفروضہ پرانی تاریخ ہے تو اسلام کی تہذیب کا دفتر بھی ہے اور ایسا تاریخی شہر ہے جس نے علم و عرفان سیاست و اقتدار ادب و تمدن میں قوم مسلم کو فیضیاب ہونے میں ہمیشہ امتیازی درجہ رکھا ہے میرا وطن کچھوچھہ شریف بنارس کا مستقل دار الشفاء ہے۔ آسیب زدہ مجانین ساجری نہیں بلکہ سر میں درد ہوا تو تین دن سے زیادہ رہ گیا اور بنارسی کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد پہنچ گیا ...آستانۂ اشرفیہ کی خاک چاٹی اور تندرست واپس ہوگیا۔

۴ دینی جذبہ کا اندازہ اس سے کیجیے کہ اس شہر کے مشہور سوداگر بلیو پہاری مجلس استقبالیہ کے ناظم مالیات جناب اثیر الدین صاحب، اور نائب ناظم جناب نذیر الدین صاحب جو آل انڈیا سنی کانفرنس کی روح رواں ہیں اس شہر کے دینی لیڈر بھی ہیں۔

۸

اس کثرت آمد و رفت اور یہاں سلسلہ عالیہ اشرفیہ کی وسعت کا نتیجہ ہے کہ میرے بنارسی بھائیوں نے مجھ کو بنارسی ہی قرار دیا اور میں بحیثیت ایک بنارسی کے اپنی جماعت استقبالیہ بنارس کی ترجمانی کر رہا ہوں میں اس موقع پر اپنے بنارسی بھائیوں کے ہموطن قرار دینے پر فخر کرتا ہوں لیکن اس منصب کے قبول کرنے پر شرط لگا دی ہے کہ میری کسی لغزش کی چشم پوشی اور میری کسی خطا پر پردہ داری کی گئی تو میں میدان حشر میں دعویدار ہونگا میرے بھائیوں نے مجھ کو یقین دلا دیا ہے کہ میرے قدم قدم میرے لفظ لفظ اور ہر سکون و حرکت پر ان کا مکمل کنٹرول رہیگا وللہ الحمد۔

میں خیال کرتا ہوں کہ ہندوستان کے اس تاریخی شہر کی اہمیت اسلامی سلاطین نے اولیاءِ کاملین نے علماء ربانیین نے جو محسوس کی تھی اس پر مہر تصدیق ثبت فرمانے کے لیے آپ حضرات کو یہاں مجتمع کرنا اب ایسی بات نہیں رہی جس پر ذرا بھی تعجب کیا جائے۔

اے ہمارے بزرگو اور مقدس رہنماؤ ہم نے آپ لوگوں کو اس گرمی کے زمانے میں اور سفر کے ناقابل برداشت دور میں ایک بارگی ایک ساتھ ایک میدان میں رونق افروز ہونے کی زحمت کیوں دی، حالانکہ آپ ہمیشہ اپنی اپنی جگہ پر رہنمائی فرماتے رہے اور ہم آپ حضرات کی خدمت میں حاضر ہو کر ہر ایک سے اپنا مداوا حاصل کر سکتے تھے، نہ آپ نے رہنمائی میں کبھی بخل فرمایا نہ آپ کے قدم تک پہنچنے میں ہمارے لیے کوئی رکاوٹ ہوئی باایں ہمہ ملک بھر کے اعاظم کو زحمت دینے کی بیباختگی ہم سے اس وجہ سے ہوئی کہ واقعات نے ہمارے حواس گم کر دیئے اور اہل زمانہ کے غیر معمولی مظالم میں اتنی شدت اتنی کثرت بڑھ گئی کہ ہم اپنے [illegible] نہ رکھ سکے [illegible] اور جس کے [illegible] کے دینی [illegible] آئیں [illegible] کو [illegible]

[illegible] نے ہمکو باغ و بہار کی [illegible] میں بھی [illegible] کی [illegible] اجتماع کی نوبت آئی۔

اے ہمارے بزرگوار و بہنے آپ کو گرم موسم میں سفر کی تکلیف دی، حالانکہ ہمنے اس اجتماع کیلیے ماہ صفر تجویز کیا تھا، یہ صرف اسلیے کہ ہمارے اکابر کا ایک ضروری طبقہ زیارت حرمین طیبین میں مصروف تھا، جسمیں ہمارے حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم بھی تھے، اسلیے مجبوراً ہم نے مارچ کا مہینہ منتخب کیا چونکہ وہ مہینہ ہندوستان کی سیاسی گرما گرمی کا زمانہ تھا، الیکشن کے اکھاڑوں، پاکستان کے نعروں، وزارتی مشن کے ہنگامہ خیزیوں نے ملک بھر کو [illegible]

گیا ہے وہ ارض مقدس اب تک اُن فتنوں کا آماجگاہ ہے فلسطین کے سُنی بھائیوں پر بے رحم یہودیت ستم آرائیوں کی مشق کرنے کے لیے مسلّط کی جارہی ہے ہمارے جاوا انڈونیشیا کے کے سُنی بھائیوں پر توپ اور بم کی بارش ہورہی ہے اور ان بے گناہوں کی خطا صرف اتنی ہے کہ وہ سُنّی ہیں اور اپنے مقدس دین کی آزادی کو کسی قیمت پر چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں۔ ہمارے ملک میں صرف اہل سنت وجماعت کو پامال کرنے کے لیے اکثریت کا سانڈ چھوڑ دیا گیا ہے، اہل باطل کی ٹولیوں کو سنیوں پر بھونکنے کے لیے پالا جارہا ہے اور قیامت یہ ہے کہ سنیوں کو ختم کرنے کیلئے جن درندوں کو راشن دیا جاتا ہو اُنکا نام بھی سنی رکھا گیا ہے ابن عبدالوہاب کا پرستار اپنے کو سُنی کہتا ہے یزید وابن سعد کا پجاری اپنے کو سنّی کہتا ہے۔ سنیوں کو تباہ کرنے کی سازش کا نام سُنی بورڈ رکھا جاتا ہے۔ سنیوں کو اپنے ملک میں زندہ نہ رہنے دیں، سنیوں کو اُن کے وطن سے نکالیں، سنیوں کے ایمانیات پر حملہ کریں، سنیوں کے عقائد پر ڈاکے ڈالیں، سنیوں کی سیاست میں روڑا اٹکائیں اور پھر بھی سُنی کے سُنّی بنے رہیں۔ یہ وہ مصیبتِ عظمٰی اور قیامت کبریٰ ہے، جس نے سنیوں میں لوٹ مچا رکھی ہے۔ آج کا وہابی کل سُنّی تھا، آج کا قادیانی کل سُنی تھا آج کا خارجی کل سُنی تھا۔ اس طرح سنیوں کے گھر میں آگ لگادی گئی ہے، اور ایک ایک کا شکار کھیل کر سنیوں کے خلاف شکاریوں نے مستقل سازش کر رکھی ہے اور انہیں پالتو اور شکار کیے ہوئے افراد کے بل بوتے پر اگ مار کہ لیڈر سنیوں کو آنکھیں دکھاتے ہیں سول جنگ کی دھمکی دیتے ہیں، کس قدر شرمناک واقعہ ہے کہ ہندوستان سُنی مسلمانوں کا ملک تھا سنیوں نے ہزاروں برس اس ملک پر حکومت کی اور تہذیب کی بنیاد رکھی لیکن اب [illegible] کا وجود [illegible] کی نظر میں ہے نہ دنیا کی نگاہوں میں ہمایوں و عالمگیر کی عظمت باقی رہی اور [illegible] غزنوی پارسی کو [illegible] تین نمبر کی ٹولیاں سب مل رہی ہیں [illegible] الہند بننے کی ترکیبیں نکالی جاتی ہیں

امیرِ شریعت اپنے کو کہلایا جاتا ہے، ہمارا وہ مقدس و برگزیدہ نام جو ہمارے آقا حضورِ پُرنور محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اور ہمارا یہی مکمل پتہ بتایا تھا کہ ما انا علیہ و اصحابی یعنی اہل سنت وجماعت اُس کا مجرمانہ استعمال اپنے لیے وہ کر رہا ہے جو سنیوں کو ہلاک کر دینے پر حلف اُٹھا چکا ہے سنیوں کے پیسے سے مدرسہ چلایا جاتا ہے اور اُس میں ایسے دل و دماغ تیار کیے جا رہے ہیں جو سنیوں کو ستائیں، جمہوریت اسلامیہ سے ٹکر لیں، اسلامی اتحاد میں انتشار پیدا کریں، اسلامی ہم آہنگی کو صدمہ پہنچائیں، ہمارے سلاطین و امراء و خواص و عوام کی بنائی ہوئی مسجدوں پر قبضہ ہمارے دشمنوں کا ہماری تعلیم گاہوں پر جھنڈا ہمارے محاربوں کا ہماری خانقاہوں میں رسائی۔ خانقاہ شکنوں کی ایک بات ہو تو عرض کی جائے۔

؎ تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم !

غضب یہ ہے کہ یہ سارے منظم فتنے اور تمام مہلک خطرے آپ کے سامنے ہیں آپ کے دیکھتے ہوئے سنیوں کا جینا دشوار ہو رہا ہے، آپ کی آنکھوں کے سامنے سنیوں پر گھیرا ڈال دیا گیا ہے اور آپ کی موجودگی میں آپ کے رسول کی اُمت دن دہاڑے لوٹی جاتی ہے۔ سنیوں کی آنکھوں سے آنکھیں ملا کر اُن کے سبوح و قدوس خدا جس کے سرادقات جاہ و جلال تک کسی عیب کی رسائی نہیں اُس کو بالامکان جھوٹا کہا جا رہا ہے سنیوں کو ایذا دینے کے لیے فضیلت علم میں شیطان کو رسول پر بڑھایا جا رہا ہے رسولِ پاک کے علم کو پاگلوں چوپایوں کی طرح قرار دیا جاتا ہے۔ آج ختم زبانی نبوت کا انکار ہے تو کل کوئی مدعی نبوت نکل پڑا ہے بے دین مشرک پرست خود ہیں اور ہم دینداروں کو بدعتی مشرک کہتے ہیں۔ دین فروشی ملت فروشی وہ کریں اور سنیوں کو ملت فروش بتائیں نام لیں مدح اہلبیت کا اور تبرا کہیں اصحاب پر۔ دعوت دیں مدح صحابہ کی اور کام کریں قدح اہل بیت کا۔ یہ تو دین پر بمباری ہے۔ دنیا میں سنی بازار

خاک ہمتوں کی گلنوازیاں

سے نکالا جا رہا ہے اُس کو مفروض بنا کر دیا یا جا رہا ہے، اُس کی وراثتِ حکومت کو غصب کیا جا رہا ہے۔ آخر یہ سب کیوں ہے؟ کیا ہماری قوم میں کوئی ہمارا سردار نہیں ہے؟ یہ تو صریحً غلط ہے۔ بعونہ تعالیٰ ہمارے قدرتی اور خلقی سردار ہمارے علماء ہمارے مشائخ اس ملک کے زمین و آسمان کو سنبھالنے والے اتنے ہیں کہ آج تک اُن کے شمار کی آخری تعداد ہزاروں کے بعد بھی معلوم نہ ہو سکی۔ تو پھر کیا وہ ہماری سُنتے نہیں یا ہمارے حال کو دیکھتے نہیں، یہ بھی غلط ہے۔ وہ نہ سُنیں تو پھر سُننے والا کون ہے۔ وہ نہ دیکھیں تو پھر دیکھنے والا کہاں رہتا ہے تو کیا وہ غافل ہیں، یہ بھی غلط ہے جس کی گہری نیند پر غفلت کا گزر نہ ہو سکے وہ بیداری میں کیسے غافل رہیگا تو کیا وہ ہم سے بے پرواہ ہیں، یہ بھی غلط ہے۔ ہمارے لیے گاؤں گاؤں پھرنا۔ وادی وادی چوٹی چوٹی، شہر بشہر قریہ بقریہ پھرتے رہنا، ہمارے ایمان کو سنوارنا، ہمارے عمل کو سجانا، ہماری گئی ہوئی حکومت کو یاد دلانا ہماری تاریخ کو دُہرانے کی سعی فرمانا اور ایسے دور میں جب پیری مریدی پر چوٹ کرنا فیشن ہو۔ دین اور علم دین کا نام لینا قہقہے کی نذر ہو۔ مشائخ کو قوم پر بار گراں کہا جا رہا ہو۔ علماء دین پر انگشت نمائی کا دستور بنا لیا گیا ہو پھر بھی دین کا ذمہ دار اور سنیوں کا سردار طبقہ ہر طعن سے بے نیاز ہو کر وہی کر رہا ہے جو اُن کا منصب ہے، اُن کے آقا کی سلطنت مصطفویہ نے اُن کو جس کرسی پر بٹھا دیا بعونہ تعالیٰ پوری ذمہ داری کے ساتھ وہ ڈیوٹی میں لگے ہوئے ہیں ان پر فرقہ وارانہ ذہنیت کی پھبتی کسی گئی، اُن کو پرانی لکیر کا فقیر کہہ کر ہنسا گیا اور وہ کونسی اذیت ہے جو ان کو نہ پہنچی مگر مرحبا اور ہزار مرحبا بیشمار مرحبا ہے اُن کے عزم و ثبات کو ہمت و استقلال کو کہ یہ مبارک طبقہ اپنے کام میں لگا رہا اور اپنے پاک مقصد سے کبھی نہ ہٹا اور اپنے مقدس فتویٰ کا ایک حرف کبھی نہ کاٹا اور اپنے علم و عمل کی یگانگت میں فرق نہ آنے دیا۔ یہ اسی گروہ پاک کے عزم پاک کا پاک نتیجہ ہے کہ ان کے پیغام کی آوازِ

پاکستان کی پہلی کڑی

بازگشت آج یونیورسٹی سے کالج سے اسکول سے، کوچہ و بازار سے درودیوار سے آرہی ہے، اور ہندوستان کا کونسا سنی ہے جو نعرۂ پاکستان سے بے خبر ہے دنیا نے بڑی تلاش کے بعد اس تخیل کی ابتدائی کڑی کا نام ڈاکٹر اقبال بتایا ہے لیکن اس کو آج۔ سُنیے کہ اس پیغام کے لیے قدرت نے عہدِ حاضر کے ہندوستان میں جس کا انتخاب فرمایا وہ ہماری آل انڈیا سُنی کانفرنس کے ناظم اعلیٰ اور بانی ہمارے صدر الافاضل اُستاذ العلماء کی مقبول و برگزیدہ ذاتِ گرامی ہے اور اُن سے سب سے پہلے جو اس دولت کو لے کر بانٹنے لگا اس میں ڈاکٹر اقبال کی شہرت آگے نکلی، بات دور نکل گئی میرا کہنا یہ تھا کہ ہمارے رہنما ہم سے بے پرواہ نہیں ہیں پھر کیا بے رحم ہیں؟ توبہ توبہ یہ کہنا تو سفید جھوٹ بولنا ہے اُن کی راتیں ہمارے لیے آہ میں کٹیں، اُن کے دن ہمارے غم میں بسر ہوئے اُن کے پاس کوئی ایسی دعا نہیں جس میں ہماری یاد نہ ہو اُن کی زندگی کا کوئی ایسا لمحہ نہیں کہ ہماری تڑپ اُس میں نہ ہو پھر یہ

سُنی کانفرنس کی اہمیت

اندھیر نگری کیوں ہے۔ یہ ظالموں کی غارتگری اور سنیوں کی بیکسی کیسی ہے میرے خیال میں اس کا ایک اور صرف ایک جواب ہے کہ ہمارے پاس سب کچھ ہے مگر ہمارا کوئی نظام نہیں ہے ہم میں کوئی رابطہ نہیں، ہمارا ہر ایک رہنما ایک دوسرے کی حدود سے الگ، ہمارا سردار طبقہ ایک دوسرے سے بے خبر ہمیں معلوم ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں، کہاں ہیں، کتنے ہیں۔ سندھ اہل ہند کی نگاہ میں کوئی آسمانی آبادی ہے، ہند اہل سندھ کے خیال میں کرۂ زمین کے آخری سرے کا نام ہے، کتنے ہمارے پنجاب میں ہیں کہ لکھنؤ دیکھا نہیں، بنارس سُنا نہیں کتنے یوپی والے ہیں کہ لاہور دیکھا نہیں، منٹگمری کو سُنا نہیں آل انڈیا سُنی کانفرنس کے لیے ملک کا طوفانی دورہ کرتے ہوئے جب ہم کو یہ پتہ چلا کہ ہم تو دس کروڑ مدعیانِ اسلام میں سے نو کروڑ ہیں۔ بنگال کے ایک ضلع چاٹگام اور اس کے

علماء کی تعداد

حواشی میں سوا سو علماء اہل سنت مدرسین مبلغین مصنفین و ارباب فتاوی ہیں۔ ہمارے سارے ملک میں صرف علماء کا شمار بیس ہزار سے زائد ہمارے دفتر میں آچکا ہے۔ تو ہم اس قدر متحیر ہوئے جس قدر ہمارے سنی بھائی ہم سے اس حقیقت کو سن کر حیران ہیں اگر مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کے اس قدر لشکری منظم ہو جائیں اور اتنے کثیر قائدین کی قیادت مجتمع ہو جائے تو پھر کھلے بند غیر مسلم ہوں یا مسلم نما غیر مسلم ہوں کیا مجال کہ کوئی ہم سے ٹکرا سکے اور کیا طاقت کہ ہمارے سامنے آسکے، کشتی لڑنا درکنار ہاتھ ملانے کی جرات نہیں کرسکتا ساری سازش تار عنکبوت ہو جائے، ساری چیخ پکار مکھی کی بھنبھناہٹ سے زیادہ وقیع نہ رہے۔ ہم کو جب یہ محسوس ہوا تو ملک وملت کی حالت ملجئہ میں ہمارے لیے کوئی چارہ کار اس کے سوا نظر نہ آیا کہ ہم آپ سرداروں کو ایک جگہ بٹھا دیں اور خود وفاداری کا عہد کریں۔ آپ ججوں کی ایک عدالت بنائیں اور اپنی تقدیر کا فیصلہ چاہیں۔ آپ معالجین کو ایک مقام پر بٹھا کر اپنی بیماریوں کا علاج کرائیں۔ اب آپ کے کریمانہ اخلاق ہیں اور ہماری قابل رحم حالت ہے جس نے جرأت دلائی اور اللہ تعالی کا ہزاروں شکر ہے کہ ہم نے مرنے سے پہلے آپ حضرات کو ایک مقام پر جمع کر دیا نہ ہم میزبان ہیں اور نہ آپ مہمان بلکہ ہم جاں بلب ہیں اور آپ مسیحا دم ہیں۔ آپ ہماری کراہ سے نہ گھبرائیں آپ ہماری بےچینی سے چیں بجبیں نہ ہوں۔ ہم آپ کی خاطر کیا کرسکتے ہیں؟ ہمارے پاس کھلانے کو روٹی کا ایک سوکھا ٹکڑا بھی نہیں ہے۔ ہم آپ کو کہاں ٹھہرائیں، ہمارے پاس تو پھونس کا چھپر بھی نہیں ہے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو آپ کو ٹھہرانے کے لیے ہمارے خانۂ دل کی ویرانیاں ہیں اور آپ کی خاطر کے لیے جان حاضر ہے جگر حاضر ہے اور پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ سر حاضر ہے۔

پیغام اسلام

مشائخ عظام وعلمائے اعلام، ہم وہ دن دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارا ہر فرد مبلغ ہو ہماری

پُرانی تاریخ یہی تو تھی کہ بادشاہ مبلغ رعایا مبلغ علماء مبلغ عوام مبلغ پیر مبلغ مرید مبلغ سوداگر مبلغ مزدور مبلغ۔ کوئی ہے جو رسول پاک کے دست پاک پر اسلام قبول کر کے مبلغ نہ بنا ہو۔ کوئی مثال ہے کہ صحابۂ کرام سے دولت ایمان پانے والا مبلغ نہ ہوا۔ تبلیغ تو اسلام کا اصلی سوانح ہے۔ تبلیغ تو اسلام کا دوسرا نام ہے۔ یہودیت میں سازش کے سوا کیا رکھا تھا۔ نصرانیت کا منتر لہ وحدہٗ والا کان کے سوا میدان میں کہنے کے قابل کب تھا۔ مشرکین کے اوہام وتخیلات میں تبلیغ کی روح کیسے آتی سب کے سب اپنے دین کے نام کو اپنی پرائیوٹ جائداد کی طرح چھپائے رکھتے تھے کہ تبلیغ کا شہسوار اسلام میدان میں آگیا اور تبلیغ کے سورج کو چمکا دیا۔ صداقت کی روشنی کو پھیلا دیا۔ ہدایت کی دلوں میں تڑپ پیدا کر دی، رشد وارشاد کا دروازہ کھول دیا جن وانس کو اپنے دائرہ میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مامور فرمایا کہ بلغ ما انزل الیك رسول پاک نے اپنے وفاداروں کو حکم دیا بلغوا عنی ولو بکلمۃ

میرا جدّ اعلیٰ جیلان میں پیدا ہوا اور گھر کو چھوڑ کر بغداد چلا گیا، میرے ہندوستان کا بادشاہ چشت میں پیدا ہوا اور اجمیر چلا آیا، میرا سلطان سمنان چھوڑ کر کچھوچھہ آیا۔ میں غوث کی بارگاہ میں سر نیاز جھکا کر میں خواجہ کی خواجگی کے حضور وفاداری کا حلف اٹھا کر میں اپنے سلطان کی سرکار میں عقیدت کا نذرانہ لے کر کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ صرف اور صرف تبلیغ دین کے لیے تھا۔ تبلیغ ہماری اور صرف ہماری دولت تھی۔ مگر آہ کہ یہ امر اہم بے نظمی کی نذر ہوا عیسائی مشنری ایک نظام کے ماتحت ہے، واہمہ پرست مشرکین کا منظم سنگٹھن اور شدھی کی ناپاک تحریک ہے اور الٹی گنگا ایسی بہہ رہی ہے کہ تبلیغ جس کا حصہ ہے اس کا نہ کوئی مرکز ہے نہ انتظام ہے۔ کاش ایک آل انڈیا دفتر ہو، ہر صوبہ میں اس کی شاخیں ہوں ہر ضلع میں اس کا آفس ہو، ہر تحصیل میں اس کا نظام ہو ہر ہر قریہ میں ایک ہی طریقہ کار ہو تو آپ دیکھ

لینگے کہ ملک کی مردم شماری میں غلامانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا، کا اضافہ کس تیزی سے ہو رہا ہے۔

حضرات! دنیا میں ایک ذہنی انقلاب ہے اور قوموں کے کان ایسے پیغام کی تلاش میں ہیں جو انسانیت کو انسانی شرف بخشے۔ زمین کو گہوارۂ امن و امان بنا دے جہاں روح بر سرِ عمل ہو۔ اور نفس کا وجود و عدم برابر ہو اور آپ حضرات جانتے ہیں کہ یہی چیز ہی
یعنی تعلیم اسلامی
جس کا نام پاک اسلام ہے۔ اسی تبلیغ کی ایک اہم اور ٹھوس شاخ تعلیم مذہبی ہے تعلیم ہی سے قومی دماغ کی تعمیر کی جاتی ہے۔ تعلیم ہی سے صحیح تدبر اور درست تفکر کی اہلیت اُبھاری جاتی ہے۔ اور تعلیم ہی سے قوم کو اُس کے اصلی سانچے میں ڈھالا جاتا ہے اس تعلیمی آوارگی کا خطرناک نتیجہ ہے کہ قرآن و حدیث کا پیارا پیارا نام لے کر آپ کو ایسے لوگ نظر آتے ہیں جو خود مسخ ہو گئے اور اسلام کو مسخ کرنے کا قصد کر لیا، گزشتہ ایک صدی کے اندر جتنے فرقوں نے برطانوی سایہ میں جنم لیا وہ سب تعلیمی خامی کی ماتمی یادگار ہیں۔ عقل کی سلامتی صحیح تعلیم سے ملتی ہے ورنہ عقل ایسی ماری جاتی ہے کہ آپ اس جنونی طبقہ سے آگاہ ہیں، جو پیغمبر اسلام کی توہین کو اسلام کی تعلیمات میں تلاش کرتا ہے۔ اس جنون کی کوئی حد ہے، کہ شارع کی عظمت کو اُس کی شرع سے گھٹانے کی کوشش کی جائے سارے ملک کو تجربہ ہو چکا کہ آدارہ تعلیم گاہوں کے طلبہ نے قبلہ کی طرف سے کس طرح مُنہ پھیر کر اپنی توجہات تعبد کو راشٹر باپو کی طرف پھیر لیا، مدرسین نے مکّہ چھوڑا، اور یہاں کان لگا کر سننے والے سُن لیں کہ صدر المدرسین نے مدینہ چھوڑا اور بالکل چھوڑا اور دشمنانِ حرمین سے رشتہ جوڑا۔ اب قرآن شریف اس لیے پڑھایا جاتا ہے۔ کہ مسلمانوں سے کوئی تعلق نہ رہے۔ حدیث شریف میں ان کو یہی نظر آتا ہے کہ غیروں کے ہاتھ بکنا ہی اسلام ہے۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون

ایسی غیر ذمہ دارانہ تعلیم سے جہالت ہزار درجہ بہتر ہے کیسی ناپاک تعلیم ہے جو پاکستان کے تصور سے لرز اُٹھے اور پاکستان میں جس کو اپنی زندگی محال نظر آئے، اسلامی تلوار کی آزادی میں اپنی موت معلوم ہو کیا سنیوں کی سنیت اور مسلمانوں کی اسلامی غیرت اباس قومی و دینی جرم کو برداشت کر سکتی ہے کہ ایسی درسگاہ کو مدد دے کر اس کو زندہ رکھا جائے ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ملک میں صحیح تعلیم کے اداروں کی بڑی تعداد ہے۔ ہر ہر صوبہ میں کامل النصاب مدارس بکثرت موجود ہیں، اور ماشاء اللہ خوب کام کر رہے ہیں، صدہا علماء سالانہ ان سے فیضیاب ہو کر ہدایت و ارشاد خلق کی خدمتیں انجام دیتے ہیں۔ درس، افتاء، وعظ، مناظرہ، تبلیغ دین کے مساعی میں مصروف ہیں یہ جماعتیں نہ ہوتیں اور یہ مدارس سرگرم عمل نہ ہوتے تو اس زمانہ میں بیدینی اور بھی ترقی کرتی اور مذہب کے جاننے والے میسر نہ آتے اور اسلامی اعمال سے دنیا ناواقف ہو جاتی۔ مگر باوجود اس کثرت کے قابل افسوس اور لائق رنج یہ ہے کہ ان علمی دینی درسگاہوں میں کوئی نظم و ارتباط نہیں۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہیں۔ معیار تعلیم میں ایک ضابطہ نہیں، نصاب میں یکسانیت نہیں، طریق تعلیم میں توافق نہیں کاش ایک مرکز سے سب وابستہ ہوں، مرکز کی نگرانی میں ہر صوبہ میں دفتر ہو، ہر ضلع کا ایک تعلیمی انسپکٹر ہو، ہر جگہ ایک نصاب ہو، ایک ہی پرچہ سوالات کا جواب ہر مدرسہ کا طالب علم دے۔ ضلع کا مدرسہ تحصیلوں میں شاخیں کھولے اور تعلیم کو اس طرح گاؤں گاؤں پھیلا دیا جائے کہ آنے والی نسل کا ایک فرد بھی جاہل نہ رہ جائے اور چونکہ ہر مسلمان کو مسلمان ہوتے ہی صبح سے شام اور شام سے صبح کرنا ہر ہر منٹ ایک اصولی انسان کی طرح ہوتا ہے برکت تعلیم سے ہر آن اسلامی آن بن جائے تو پھر اس آن کی وہ آن و شان ہے

جس کو ہم پاکستان کہتے ہیں۔ دینی تعلیم کی وسعت میں انگریزی دانوں کو لیا جائے، ان کو سہولت بہم پہنچائی جائے۔ ائمہ مساجد کا ایک نصاب ہو اور کوئی امام بے سند نہ رہ جائے۔ بڈھوں کے لیے شبینہ مکاتب کھولے جائیں۔ آسان زبان میں دین کی تعلیم کے لیے کتابیں تصنیف ہوں اور ہر تصنیف پر جمہوریت اسلامیہ کی نگرانی ہو۔ ہی کتاب سُنّی ہر طبع جس پر جمہوریت اسلامیہ کی تصدیق ہو۔ علوم جدیدہ کو عربی و اردو زبان میں لایا جائے اور علماء ان سے واقف کیے جائیں۔ سیاسیات، اقتصادیات، تاریخ وغیرہ کا مستقل کورس ہو، سُنّی لائبریری سُنّی مدرسہ، سنی اسکول، سنی کالج، سنی یونیورسٹی دین و دنیا کی حامل بن جائے، اور اس سے ایسے دل و دماغ پیدا کیے جائیں جو صدق و صفا، عدل و وفا، شرم و حیا، جود و سخا، دشمنوں سے جُدا اپنوں پر فدا ہونے میں سبقت کا جذبہ رکھتے ہوں۔ جن کا جینا و مرنا اللہ کے لیے ہو تو پھر آپ یقین رکھیں کہ خلیج بنگال اور بحیرۂ ہند کی درمیانی خشکی میں پاکستان ہی پاکستان نظر آئے۔ جو قوم علم میں، عمل میں، اخلاق میں پاک ہو جاتی ہے وہ جہاں قدم رکھ دیتی ہے اُس کو پاکستان بنا دیتی ہے۔

حضرات! آپ پر روشن ہے کہ سنیوں کی ساری کمزوریاں اسی صحیح تعلیم کی کمی کا نتیجہ ہے۔ علم درست طور پر آجائے تو خود معلوم ہو جائیگا کہ دوسرے ادیان و مذاہب کی طرح اسلام نہیں ہے کہ کچھ عقائد کچھ خیالات، کچھ اوہام پر اعتکاف کر کے اس کا نام دین رکھ لیا جائے۔ اسلام تو خود حقائق کے اعتراف کے ساتھ اپنے پیرو کو میدانِ عمل میں کھڑا کر دیتا ہے۔ عقیدۂ توحید سے لے کر معاد کی تمام تفصیلات کو اس لیے منواتا ہے کہ جو کچھ مانا ہے اُس کو کر کے دکھا دینا ہے۔ اسلام انسان کو عملی انسان بناتا ہے۔ دینداری کی سند حُسنِ کردار پر دیتا ہے۔ صاحب تخت و تاج ہو یا مسکین و محتاج، سب کے لیے اسلام نے مکمل پروگرام بنا دیا ہے۔ یہ اسلام کا وسیع روحانی نظام ہے جس نے خدا کی پرستش کو رکوع و سجود میں محدود نہیں کیا

اسلامی زندگی

اور نہ مسجد ہی کو اس کے لیے خاص کیا بلکہ اسلام سونے کو جاگنے کو، چلنے پھرنے کو، جم کر بیٹھنے کو کھانے پینے کو، اہل و عیال کی نگرانی کو، بال بچوں کی پرورشوں کو، صنعت و حرفت کو کاروبار تجارت کو، مزدوری و محنت کو خلق کی خدمت کو بزم کو رزم کو سب کو عبادت بنا دیتا ہے۔ یہ اسلام نے بتایا ہے کہ عبادت بازاروں میں بھی ہوتی ہے اور کارزاروں میں بھی ہوتی ہے ارکان صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ سے بھی ہوتی ہے اور قلم کی رفتار اور تلوار کی جھنکار سے بھی ہوتی ہے ڈنڈوں اور ڈمبلوں سے بھی ہوتی ہے، اور کشتی کے اکھاڑوں میں بھی ہوتی ہے۔ ایک مسلمان اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں اسلام کی بدولت خدا کو پوجتا ہے، پھر اسلام نے قبائل کے خون کی حفاظت کے ساتھ ساتھ انسانی برادری کا پیغام دیا ہے۔ اور مفروضہ تفاوتِ مدارج کو میٹ کر اِنَّ اَکرمکم عِندَ اللّٰہِ اَتقٰکُم فرما کر برتری کا مدار عمل صالح پر رکھ دیا ہے۔ اسلام کے پروگرام کا دنیا کو تجربہ ہو چکا ہے ساری دنیا نے دیکھا کہ اُمیوں کو استادِ زمانہ بنانے والا غیر متمدن کو تمدن کا علمبردار کر دینے والا، بکری چرانے والوں اور اونٹ کے گلہ بانوں کو تخت و تاج کا مالک بنا دینے والا، بے امنوں کے گہوارہ کو دارالامن کر دینے والا، اسلام اور صرف اسلام ہے۔ مگر آہ کہ جہالت و بے خبری کے خطرناک نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ بے عملی ملت پر چھا گئی ہے مسجدیں ویران ہیں۔ ان کے امام بیشتر بے سند ہیں۔ اسلامی کلچر پر تنصر یا تہند کی لعنت لائی جاتی ہے۔ خانقاہوں کا صحیح استعمال چلا جا رہا ہے، ہر ایک نیا نیا لائحہ عمل اپنے جی سے بناتا ہے، قانون ساز کونسلوں کی بلا جب سے ملک میں آئی ہے تو ان ناداروں کو دیکھ کر جن کے پاس کوئی حتمی قانون نہیں ہے اور وہ اپنی سوسائٹی کے لیے قانون سازی پر مجبور ہیں۔ اب مسلم نشست پر پہنچنے والے بھی قانون سازی کے مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ہر قوم کا قانون ساز جب قانون بناتا ہے، تو وہ گویا اعلان کرتا ہے کہ اس کے پاس اس بارے میں کوئی قانون

مسلمانوں کا لائحہ عمل صرف اسلام ہے

قانون سازی غیر مسلموں کا کام

نہیں کیا مسلمان کہلانے والا مسلمانوں کی نمائندگی کرتا ہوا قانون سازی کرکے اسلام کو غیر مکمل قرار دینے کا حق رکھتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر یہ منگولیٹ ضلع بل کیا بلا ہے۔ یہ شاردا ایکٹ میں قوم مسلم کا شمول کون سی لعنت ہے اور جہالت کا مہلک اثر یہ ہے کہ بے خبر ہیں اور اپنے کو باخبر سمجھتے ہیں۔ علم دین میں ایک ان پڑھ سے بھی بدتر ہیں۔ اور پھر علمائے دین کے مُنہ آتے ہیں۔ برطانوی فقہ کے پست تصورات کا عادی اسلامی فقہ کی بلندیوں تک کیسے پہنچے کمزور انسان کے بنائے ہوئے کمزور قانون سے جو روزانہ بنا بگڑا کرتے ہیں پیشہ ورانہ الجھاؤ دماغ کو انمٹ اور الٰہی قانون تک باریاب نہیں کرتا۔ اس کام کو مرکزی دار التصنیف اپنے ہاتھ میں لے۔ نکاح و طلاق وراثت اور سارے معاملات میں اسلامی نظام کو قانون بنادیا جائے غیر مشروع قوانین کو ختم کردیا جائے مسلمانوں کے قضایا کے لیے اسلامی دار القضاء کو حکومت سے منوایا جائے اور قانون سازی کے چکر کو مٹا کر قانون اسلام کی تنفیذ ہی مسلم نشست والوں کا کام رہ جائے۔ خانقاہوں کو نشر علم کا ادارہ بنا دیا جائے۔ میلاد شریف کی محفلوں کو بزم تبلیغ کر دیا جائے۔ اعراس بزرگان دین میں سنی کانفرنس کی روح ڈالی جائے۔ مسلمان کی صورت کو مسلمان کیا جائے، اور مسلمان کی سیرت کو مسلمان کیا جائے مسلمان کی روح کو بھی بلند کیا جائے۔ اور مسلمان کی جسمانی صحت کو معیاری طور پر قائم کیا جائے اور بتا دیا جائے کہ ہر مسلمان اپنی قوم کا سرمایہ ہے جس کی ذمہ داری خود اُس مسلمان پر بھی ہے۔ ہمارے کالج کے بچوں کو دیکھو تو چہرہ پر خون کا چھینٹا تک نہیں بھرے بھرے بازوؤں اور اونچے اونچے سینوں اور لمبی لمبی داڑھیوں والی قوم بیمار ہوجائے۔ کراہنے لگے، زنانہ روپ بھرنے لگے تو کتنی بڑی شرم کی بات ہے۔

حضرات! وقت آگیا ہے کہ خلافت راشدہ کے عہد کو پلٹایا جائے، اور سارے نظام شریعت کو اسلامی دنیا کا نصب العین بنا دیا جائے، یہ کام بہت زیادہ سرمایہ نہیں مانگتا اپنا پریس

م وراثت اور سارے معاملات میں اسلامی نظام کو قانون

اپنا پلیٹ فارم اور اوقاف

اپنا پلیٹ فارم اور اپنا ہر کام ایسا ہو کہ غریب سنیوں کی بجائے نام کمائی بھی اُس کے لیے کافی ہے سنّیوں کے پاس اوقاف اس قدر ہیں، جن کو درست کر کے برطانوی اصول پر نہیں بلکہ اسلامی اصول پر خرچ کیا جائے۔ تو ایک سلطنت کا نظام چل سکتا ہے ورنہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ دینی تعلیم کے نام پر وقف ہے اور الحادی علم پر خرچ ہو رہا ہے۔ مسجد پر وقف ہے اور سنی وقف بورڈ کے دفتری نظام پر خرچ ہو رہا ہے۔ اگر اوقاف کے آمد و خرچ پر کنٹرول کر لیا جائے، تو بجٹ میں کبھی کمی نہیں ہو سکتی۔

اکھاڑے

حضرات! ہم کو مدارس اور خانقاہوں کے ساتھ اکھاڑوں کی شدید حاجت ہے ہمارے پہلے بزرگوں نے اکھاڑوں کو جوانوں کی عبادت گاہ فرمایا ہے۔ اور جسمانی صحت و تندرستی کے لیے تو بڑی ضروری چیز ہے۔ یہ چیز کبھی صرف مسلمانوں کی تھی غواصی تیراکی۔ شہسواری اور لکڑی ہمارا وہ مشغلہ تھا جس میں ہمارا کوئی ثانی نہ تھا، ہماری تندرستی ضرب المثل بن گئی تھی۔ ہمارے جوان کو ضیغم نژاد صف شکن کہا جاتا تھا۔ مگر آج تندرستی کھو دینے سے بزدلی، تن آسانی، کاہلی، چہروں کی بے رونقی۔ اور پھر لازمی طور پر بیکاری و ناداری آگئی ہے۔ تعلیم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اکھاڑہ ایک مستقل ادارہ ہے، جس کو زیادہ سے زیادہ ملک میں پھیلا کر اُن کو ایک نظام میں بنیانِ مرصوص کی طرح قومی حفاظت کا قلعہ بنانا ہے۔ ورنہ کمزور افراد کی نسل تو بھی کمزور ہوگی۔ اور کمزوری وہ بلا ہے جس کے بعد چاروں طرف سے بلائیں آنے لگتی ہیں۔ بیکاری قرضدار بناتی ہے معاش کے دروازہ کو بند کر دیتی ہے اور آخر میں روٹی کے لیے ضمیر فروشی ملت فروشی، پیسوں کے [illegible] جس کو آپ برابر دیکھ رہے ہیں [illegible] کی [illegible] کا باپ ہے اور جب یہاں باپ جمع [illegible] ہیں تو بے پناہ بلاؤں کی نسل جنم لیتی ہے۔

ملتِ اسلامیہ اور سنیوں کی مردم شماری

اے صد ہزار احترام عظمت کے پیکر بزرگو! کام بہت ہے، ہماری بیماریاں حد سے زیادہ ہیں ہماری کمزوریاں لاانتہا ہیں، اور آپ کو ہمارے لیے بہت دُکھ اُٹھانا ہے۔ آپ تبلیغی نظام سے بسم اللہ فرمائیں مبلغین پیدا کریں۔ اور میدان تبلیغ میں بھیج دیں، اور ایک سال کے اندر سارے ملک کے سنیوں کی مردم شماری کرلیں۔ اس رجسٹر کا خاکہ ایسا ہو کہ ہر سنی کا نام بقید ولدیت ہو مکمل پتہ ہو عمر، پیشہ، مالی حالت تعلیمی حالت، قرضدار ہے یا نہیں۔ مقدار قرض، ادائگی کے امکانات وہاں کی غیر سنی آبادی، مسجدوں کے امام، غیر مسلم آبادی، زمیندار، طریق زمینداری، تھانہ تحصیل ضلع حکومت کی مقامی پالیسی، کوئی مدرسہ ہے یا نہیں۔ اس طرح اندراج ہو کہ دفتر میں دیکھ کر وہاں کا سنی مکمل طور پر آنکھوں کے سامنے آجائے۔ اسی میعاد میں تمام مدارس اہل سنت کی تعداد نصاب تعلیم، ذرائع آمدنی کیفیت مصارف بھی درج رجسٹر ہو جائیں، تو بعونہ تعالیٰ وبعونِ حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قوم خود بخود ابھرنے لگیگی۔ اور نظام واجتماع کی روح تیزی سے ملت میں دوڑیگی اور دوسری قومیں جو پچاس برس میں نہ کر سکیں وہ مہینوں میں آپ کرینگے۔ یہ تو بیمار کو تندرست کرنا ہے آپ حضرات نے تو مردوں کو جلایا ہے۔ اپنے اولیاء کی کرامات حق ہونے پر ہمارا ایمان ہے، اپنے علماء کے منصب نیابت رسول پر ہمارا اطمینان ہے۔ جو تاخیر تھی وہ آپ کے یکجا ہونے کی تھی وہ بھی بعونہ تعالیٰ میسر آئی اب ہماری شفایابی یقینی ہے، ہماری کامیابی نظر آرہی ہے۔ اب ہم زندگی کی آہیں لگانے میں حق بجانب ہیں۔ اب آپ کو پاک نگاہی پاک تدبیر، پاک تعلیمات ہم کو پاکستان عطا کردینگی۔

میرے دینی رہنماؤ میں نے عرض داشت میں ابھی کئی جگہ پاکستان کا لفظ استعمال کیا ہے [illegible] کئی جگہ پاکستان کا لفظ آچکا ہے ملک میں اس لفظ کا استعمال [illegible] گیا ہے [illegible] پاکستان زندہ باد، تجویز کی زبان میں پاکستان ہمارا حق ہے [illegible] پاکستان

لے کے رہینگے۔ مسجدوں میں، خانقاہوں میں، بازاروں میں، ویرانوں میں لفظ پاکستان لہرا رہا ہے اس لفظ میں پنجاب کا یونینسٹ لیڈر بھی استعمال کرتا ہے۔ اور ملک بھر میں ہر لیگی بھی بولتا ہے۔ اور ہم سنیوں کا بھی یہی محاورہ ہوگیا۔ اور جو لفظ مختلف ذہنیتوں کے استعمال میں ہو اس کے معنی مشکوک ہوجاتے ہیں۔ جب تک بولنے والا اُس کو واضح طور پر نہ بتادے۔ یونینسٹ کا پاکستان وہ ہوگا جس کی منسٹری سردار جوگندر سنگھ کے ہاتھ میں ہوگی۔ لیگ کے پاکستان کے متعلق دوسری قومیں چیختی ہیں کہ اب تک اس نے پاکستان کے معنی نہ بتائے اور جو بتائے وہ اُلٹے پلٹے ایک دوسرے سے لڑتے بتائے۔ اگر یہ صحیح ہے تو لیگ کا ہائی کمانڈ اس کا ذمہ دار ہے۔ لیکن جن سنیوں نے لیگ کے اس پیغام کو قبول کیا ہے اور جس یقین پر اس مسئلہ میں لیگ کی تائید کرتے پھرتے ہیں۔ وہ صرف اس قدر ہے کہ ہندوستان کے ایک حصہ پر اسلام کی، قرآن کی آزاد حکومت ہو جس میں غیر مسلم ذمیوں کے جان و مال عزت و آبرو کو حسب حکم شرع امن دیجائے۔ ان کو ان کے معاملات کو اُن کے دین پر چھوڑ دیا جائے۔ وہ جانیں اُن کا دھرم جانے۔ ان کو اَتموا الیھم عھدھم سنا دیا جائے اور بجائے جنگ و جدل کے صلح و امن کا اعلان کردیا جائے۔ ہر انسان اپنے امن ہونے پر مطمئن ہوجائے۔ اگر سنیوں کے اس سمجھی ہوئی تعریف کے سوا لیگ نے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا تو کوئی سُنّی قبول نہیں کریگا۔ اِن سنیوں نے نہ دستور اساسی پڑھا ہے نہ تجاویز پڑھی ہیں۔ نہ اخبارات کے ہفواتی ایڈیٹوریل دیکھے ہیں، نہ غیر ذمہ داروں کے لکچر سُنے۔ وہ صرف اتنا سمجھ کر کہ قرآنی حکومت اسلامی اقتدار لیگ کا مقصد ہے، اس کے ساتھ ہوگئے ہیں، اور ان کو چھوڑ کر لیگ باقی ہی نہیں رہتی۔ اُس کے دستور اساسی کا کیا سوال ہے۔ اب تو تمام سنیوں نے جو یقین کرلیا ہے وہی دستور اساسی بھی ہے، وہی تجاویز متفقہ بھی ہیں لیگ اُن کے لیے کوئی نیا دین نہیں ہے جس کو سوچ سمجھ کر، ٹھونک بجا کر قبول کیا جائے بلکہ لیگ اُنکے جذبات کی محض ترجمان ہے جس کو وہ ہر معترض سے زیادہ خود سمجھ رہے ہیں۔ خیر یہ تو لیگی زبان

میں پاکستان کی بحث تھی۔ لیکن آل انڈیا سُنی کانفرنس کا پاکستان ایک ایسی خود مختار آزاد حکومت ہے جس میں شریعتِ اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر کسی قوم کی نہیں بلکہ اسلام کی حکومت ہو جس کو مختصر طور پر یوں کہیے کہ خلافت راشدہ کا نمونہ ہو۔ ہماری آرزو ہے کہ اسی وقت ساری زمین پاکستان ہو جائے۔ لیکن اگر عالمِ اسباب میں رفتہ رفتہ درجہ بدرجہ حصہ بحصہ تھوڑا تھوڑا کرکے پاکستان بنتا جائے تو اس کو بنایا جائے کسی حصہ زمین کو پاکستان بنانا اس کے سوا دُوسرے حصہ کے ناپاک رہنے پر رضامندی نہیں ہے بلکہ عالمِ اسباب میں حکمت تدریج ہے۔ ہندوستان تک صحابۂ کرام نہیں پہنچے تو وہ اس لیے نہ تھا کہ ہندوستان کے کفریات و شرکیات سے راضی تھے۔ بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ الامور مرھونۃ باوقاتھا۔ صلح حدیبیہ کا یہ ترجمہ کسی جانور نے بھی نہیں کیا کہ اس میں مکہ کے کفر و کفار سے رضامندی پائی جاتی ہے۔ بلکہ عالمِ اسلامی کو صاف نظر آنے لگا کہ مکہ جلد پاکستان ہونے والا ہے۔ معاہدے اور صلحنامے واعدوا لھم ما استطعتم کی تعمیل میں ہوتے ہیں اور بعد استطاعت خود ختم ہو جاتے ہیں آل انڈیا سنی کانفرنس کے پاکستان کے خلاف زبان کھولنے اور قلم چلانے سے پہلے خوب سوچ لیا جائے کہ داورِ حشر کے سامنے کیا مُنہ لے کر جائینگے۔ پاکستان میں اس مجرم کو نہ بخشا جائیگا جو کلمہ پڑھ کر اپنے کو سُنی کہہ کر اسلامی اقتدار کے تصوّر سے چڑھتا ہو۔

ہاں یہ عرض کرنا رہ گیا کہ حال میں وزارتی مشن کے سامنے سُنا جاتا ہے کہ ڈاکٹر خان بھی پاکستان کا نعرہ لگا کر گئے ہیں لیکن یہ پاکستان ایسا ہے جس کو سُن کر پاکستان کا بڑے سے بڑا دشمن بھی ناراض نہیں۔ کیا عجب ہے کہ ۴۵ گز کے پاجامے پہننے والوں کے لیے لنگوٹیہ پاکستان، بنانا منظور ہو۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

حضرات سطور بالا میں مسلم لیگ کا نام آگیا ہے۔ اور اس طرح آیا ہے کہ وہ سُنی کانفرنس کے بالکل جداگانہ ایک نظام ہے۔ یہی حقیقت بھی ہے۔ مسلم لیگ کا پروگرام عارضی ہے جو صرف پاکستان پر ختم ہو جاتا ہے

اور آل انڈیا سُنی کانفرنس کا پروگرام دوامی ہے، پاکستان کی تعمیر کا اور مسلم لیگ کو سُنی مسجدوں، سُنی اماموں، سُنی خانقاہوں، مدرسوں، عرسوں، میلادوں، مذہبی تصنیف گاہوں سے کوئی سروکار نہیں اور نہ وہ صرف سُنیوں کے نام پر کام کرتی ہے۔ پاکستان کا حق ملا تو مسلم لیگ کو نہیں ملیگا برطانوی مسلمانوں کو ملیگا اور ان میں غلبہ محمدی مسلمانوں یعنی سنیوں کا ہے تو پاکستان کا حق سنیوں کو ملیگا۔

سُنی کیسا پاکستان بنائینگے، اس میں کسی بحث کی گنجائش نہیں۔ عہد صدیقی کو دیکھ لیا جائے دورِ فاروقی کی سیر کرلی جائے۔ عثمانی زمانہ کو نظر کے سامنے لایا جائے، خلافت علویہ کا دیدار کرلیا جائے اسی قسم کا پاکستان بنائینگے، اگر سنیوں کو زندہ رہنے کا اپنے دین کی حفاظت کرنے کا اپنے مستقبل کو سنوارنے کا، اپنی قوم کو ہلاکت سے بچانے کا، اپنی مسجدوں کو آراستہ کرنے کا، اپنی خانقاہوں کو سجانے کا، اپنے اداروں کو درست رکھنے کا حق دوسری قوموں کی طرح ہے اور ضرور ہے تو پھر تنظیم سے زیادہ ضروری سنیوں کے لیے آل انڈیا سُنی کانفرنس ہے۔ یہ ہم نے مانا کہ انگریز اب ہندوستان پر حکومت کرنے سے تھک گیا ہے۔ اور اپنے منافع کے سوا خطروں سے الگ رہنا چاہتا ہے اور وہ کونسلی حکومت ہندوستان کو دے ڈالنا ہی چاہتا ہے اور مانا کہ یہ دیکھ کر ہندوستان کی اکثریت کے منہ میں پانی بھر آیا ہے اور وہ بلا شرکت غیرے اس حق کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور مانا کہ اس کا جواب یہی رہ گیا ہے کہ قانون جس کو مسلمان کہہ دے اُس کو یکجا کر کے اکثریت کے رام راج والے خواب کو شرمندہ تعبیر نہ ہونے دیا جائے۔ اور مانا کہ مسلم لیگ اسی پوزیشن میں ہے اور یہ بھی بالفرض مانا کہ مسلم لیگ کے سوا عہد حاضر کی چالبازیوں اور دھاندلیوں کا کوئی جواب نہیں لیکن پھر بھی سُنی مسلمانوں کو اپنی ملی تنظیم کی آج اسی قدر حاجت ہے جس قدر پہلے تھی ہم سے مسلم لیگ کو اسی کی اُمید رکھنی چاہیے کہ اس کا جو قدم سنیوں کے سمجھے ہوئے پاکستان کے حق میں ہوگا۔ اور اس کے جس پیغام میں اسلام و مسلمین کا نفع ہوگا آل انڈیا سُنی کانفرنس کی تائید اسی کو بیدریغ حاصل ہوگی

سُنی کانفرنس کی اہمیت کا پہلو

اور دینی امور میں ہاتھ لگانے سے پہلے آل انڈیا سُنی کانفرنس کی رہنمائی اُس کو قبول کرنی پڑے گی ہاور ضرور کرنی پڑیگی۔

اگر ہماری حق گوئی کسی کے نزدیک جرم ہے اور کسی لیگی کے نزدیک یہ ہماری طرف سے لیگ کی دشمنی ہے تو ہمیں ڈیفنس میں ایک لفظ نہیں کہنا ہے اور اگر لیگ کے دشمنوں کے نزدیک یہ ہمارا لیگی ہو جانا ہے تو ہم اس خوش فہمی کو بھی قابل مضحکہ سمجھتے ہیں۔

دنیا کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جس طبقہ نے عالمگیر و جہانگیر کی تلواروں پر حکومت کی، عباسیوں کی جلالت پر اپنے اقتدار کا پرچم لہرایا یعنی علمائے حق، وہ نہ کسی مغرور کے دبائے دبتے ہیں نہ کسی شکی وہمی سے اُلجھتے ہیں نہ کسی بدزبان بے لگام کو پرکاہ برابر سمجھتے ہیں وہ صرف اپنے خدا سے ڈرتے ہیں حق گو ہیں حق پرست ہیں اور صرف حق کا اقتدار چاہتے ہیں۔

اے ہمارے شفا بخشنے والے حکمائے اسلام! ہم نے اپنی بیماریاں بیان کر دیں، اور بیماریوں نے اس قدر نڈھال کر دیا ہے کہ ہم تھک گئے اور ہماری بیماریوں کا بہت کچھ بیان رہ گیا، آپ کی انگلیاں ہماری نبض پر ہیں آپ کی حذاقت نے ہم کو بھانپ لیا ہے، جو ہم نے کہا وہ بھی اور جو نہیں کہا وہ بھی آپ کی فراست کے سامنے ہے للہ ہمارا علاج کیجیے اپنے رسولِ پاک کا صدقہ ہمارا مداوا کیجیے غوث کے نام کی بھیک دیجیے خواجہ کے طفیل خبر لیجیے، نقشبند کی سرکار کا صدقہ دیجیے۔

ہائے ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ آپ سے رسمی طور پر بھی کہہ سکیں کہ ہماری خادمانہ فروگزاشتوں کو معاف کیجیے یہ وہ کہے جو کچھ تو خدمت کرے ہم نے تو آپ کو اس شرط پر زحمت دی کہ اپنا راشن اپنے ساتھ لائیے ہم ایک نوالہ بھی نہیں دے سکتے ایک مرتبہ سُنی کانفرنس میدان کربلا میں قائم ہوئی تھی کہ نہر فرات آج تک شرم سے پانی پانی ہے، آج بنارس کی گنگا کا یہی حال ہے کہ ہمیشہ آب آب رہے ہم شرم کے مارے اپنے سر کو جھکائے ہوئے آپ کی وفاداری کا عہد کرتے ہوئے آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں اور اپنی مجلس استقبالی کے مخلص درویشوں کے لیے درخواست دعا کے ساتھ ساتھ خاموش ہوتے ہیں اور ہماری یہی خاموشی آپ کے کریمانہ اخلاق کا اعتراف اور اپنی مجبوریوں پر رحم کی بہزار ادب درخواست ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا وفادار

فقیر اشرفی وگدائے جیلانی ابوالمحامد سید محمد غفرلہ کچھوچھوی (صدر مجلس استقبالی)

۲۷۔ اپریل ۱۹۴۶ء

آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس

مجلسِ استقبالیِ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس

جمہوریت اسلامیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس) کے اجلاس بنارس منعقدہ ۲۷ تا ۳۰ اپریل سنہ ۱۹۴۶ء کے

عہدیداران وارا کین

(۱) حامیِ ملت ناصرِ سنت راس المحدثین رئیس المتکلمین فرزندِ رسول نورنگاہ بتول حضرت مولانا سید شاہ سید محمد صاحب محدث اشرفی جیلانی کچھوچھوی مدظلہ صدر مجلسِ استقبالی وحال صدر آل انڈیا سنی کانفرنس

(۲) عالی جناب مرزا جہانگیر بخت صاحب رئیس اعظم	نائب صدر
(۳) عالی جناب حاجی جلال الدین صاحب رئیس اعظم	خازن
(۴) عالیجناب ماسٹر عبداللہ صاحب کنٹر یکٹر ڈیری اسٹیشن بنارس کینٹ	ناظم رسل ورسائل
(۵) عالیجناب اشیر الدین صاحب تاجر پارچہ بنارسی	ناظم مالیات
(۶) عالیجناب خواجہ عبد الحمید صاحب	ناظم اسٹیج
(۷) عالیجناب داروغہ سبحان علی صاحب	ناظم قیام گاہ
(۸) عالیجناب مسٹر لاڈمے صاحب	امیر العسکر
(۹) عالیجناب نذیر الدین صاحب سوداگر پارچہ بنارسی	نائب ناظم مالیات
(۱۰) عالیجناب عبد القیوم صاحب تاجر پارچہ بنارسی	رکن اعظم
(۱۱) عالیجناب حافظ محمد اسحاق صاحب	رکن اعظم
(۱۲) عالیجناب عبد العزیز صاحب	ناظم مطبخ
(۱۳) عالیجناب مولوی سلیم اللہ صاحب	رکن
(۱۴) عالیجناب منظور احمد خاں صاحب	رکن
(۱۵) عالیجناب عبد الغفور صاحب	رکن
(۱۶) عالیجناب مرزا معظم بخت صاحب	رکن

یہ ہیں وہ چند درویش جنہوں نے بنارس میں وہ کر دکھایا کہ سارا ہندوستان حیرت میں پڑ گیا۔ فجزاھم اللہ تعالے عنا وعن سائر اھل السنۃ والجماعۃ احسن الجزاء امین امین اللّٰھم امین بجاہِ نبیک سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ واصحابہ اجمعین

تجاویز منظور کردہ آل انڈیا سُنّی کانفرنس

منعقدہ ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء بمقام بنارس

بموجودگی ہزارہا علماء و مشائخ و نمائندگان صوبجاتِ ہند

مجلس اول ۲۷ اپریل ۱۹۴۶ء بوقت ۵ بجے تا ۶ بجے شام اندرون باغ فاطمان؛

تلاوت قرآنِ مجید، بعد ازاں سید انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے حضور صلوٰۃ وسلام اور بزرگانِ دین وملت کو ایصالِ ثواب۔

مجلسِ دوم ۲۸ اپریل ۱۹۴۶ء بوقت ۹ بجے صبح تا ۱۲ بجے دوپہر اندرون باغ فاطمان

بعد تلاوتِ قرآن پاک وایصالِ ثواب حسب ذیل تجاویز باتفاق آراء منظور ہوئیں:-

تعلیم

(۱)، آل انڈیا سُنّی کانفرنس تجویز کرتی ہے کہ تمام صوبجاتی سُنّی کانفرنسیں اپنی ماتحت کانفرنسوں کو آمادہ کریں کہ ہر مقام کی سُنّی کانفرنس کے اراکین کی ایک جماعت، اور جہاں سُنّی کانفرنسیں قایم نہ ہوئی ہوں وہاں کے منتخب افراد امام مسجد یا کسی بااثر شخص کی رہنمائی میں ابتدائی تعلیم کو لازمی وضروری قرار دینے پر مسلمانوں کو مجبور کریں۔ اور ہر ہر گھر کے بچّوں اور بچیوں کی تعلیم کی نگرانی رکھیں۔ **ابتدائی تعلیم سے مراد** حرف شناسی سکھانا۔ عبارت خوانی بتانا، اور ابتداہی سے ایمانیات ضبط کرانا، اور اوامر ونواہی کی ترغیب وترہیب اور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مشہور انبیاء کے مختصر معجزات اور حالات سے باخبر کرنا، یہ ابتدائی تعلیم میں داخل ہے۔

(۲)، آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس صوبائی کانفرنسوں کو توجہ دلاتا ہے کہ وہ اپنی اپنی زبانوں میں متذکرہ بالا اصول کے مدِ نظر ابتدائی تعلیم کا انتظام کریں، اور اسکی جسقدر درس گاہیں ممکن ہوسکیں جاری کریں۔

(۳)، کوشش کی جائے کہ مسلمانوں کے ہر بچہ کو معتدبہ اُردو، فارسی ضرور پڑھادی جائے

تاکہ وہ اُردو، اور فارسی کتابوں کو دیکھکر مطلب حل کرسکے، اور جو علوم کی کتابیں اُردو فارسی زبان میں ہیں اُن سے فائدہ حاصل کرے۔

(۴):- عربی تعلیم کے لیے تین حصے مقرر کیے جائیں، ایک اُن لوگوں کیلئے جو بہت کم وقت تعلیم کے لیے دے سکتے ہیں، ایک اُن کے لیے جو علوم وفنون میں تکمیل چاہتے ہیں، اور ایک متوسطین کے لیے۔

(۵):- اس لحاظ سے ہر قسم کے نصاب بنانے کے لیے ایسی جماعتوں کی تشکیل کی جائے جو نصاب تجویز کریں، اور اُن کو غور وخوض کیلیے کافی وقت دیا جائے۔ اس نصاب ساز جماعت کی حسب ذیل افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے:-

حضرت[۱] مولانا شاہ سید ابوالمحامد سید محمد صاحب محدّثِ اعظمِ ہند کچھوچھوی۔ حضرت[۲] صدر الافاضل اُستاذ العلماء مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب۔ حضرت مفتی اعظم[۳] ہند مولانا مولوی شاہ مصطفٰے رضا خاں صاحب۔ حضرت مولانا[۴] مولوی شاہ عبد الحامد صاحب قادری بدایونی۔ حضرت[۵] ملک العلماء مولانا مولوی شاہ ظفر الدین صاحب رضوی بہاری۔

اِن حضرات کو اختیار دیا جاتا ہے کہ ہر صوبہ سے قابل ترین اشخاص کو منتخب کرکے اپنی کمیٹی میں شامل کرلیں۔

(۶):- یہ اجلاس مرکزی دفتر آل انڈیا سُنّی کانفرنس کو اختیار دیتا ہے کہ وہ سُنّی کانفرنس کی شاخوں کے ذریعہ تمام ہندوستان کے مدارسِ اہلِ سنّت کے اعداد وشمار اور ضروری معلومات بہم پہنچائے، تاکہ مدارسِ دینیہ اہلسنّت میں باہم ربط پیدا ہو، اور اعانت کی تدابیر عمل میں لائی جائیں

(۷):- آئمہ مساجد کی تعلیم کا خاص اہتمام کیا جائے۔

(۸):- یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ مدارسِ عربیہ اہلسنّت میں حتی الوسع شعبۂ طب بالخصوص اور بالعموم اور دیگر حصولِ معاش کے اضافہ کی سعی کی جائے۔

(۹):- یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ جلد از جلد ایک ایسا دار التصنیف کھولدیا جائے جو ہر قسم کی

مفید تصانیف مرتب کرے اور بہم پہنچائے۔

مجلس سوم ۲۹ راپریل ۴۶ء بوقت ۹ بجے صبح تا ایک بجے دوپہر اندرون باغ فاطمان

حسب ذیل تجاویز باتفاق آرا منظور ہوئیں

پاکستان

(۱)،۔ آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پُرزور حمایت کرتا ہے، اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہلسنّت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں، اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قایم کریں جو قرآنِ کریم اور حدیثِ نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔

(۲)؛۔ یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کے لئے مکمل لائحۂ عمل مُرتب کرنے کیلئے حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے :۔

حضرت[1] مولانا شاہ سیّد ابوالمحامد سیّد محمد صاحب محدّث اعظم ہند کچھوچھوی۔ حضرت[2] صدر الافاضل اُستاذ العلماء مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب۔ حضرت[3] مفتی اعظم ہند مولانا مولوی شاہ مصطفٰے رضا خاں صاحب۔ حضرت[4] صدر الشریعہ مولانا مولوی محمد امجد علی صاحب۔ حضرت[5] مُبلّغ اعظم مولانا مولوی عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی۔ حضرت[6] مولانا مولوی عبد الحامد صاحب قادری بدایونی۔ حضرت مولانا مولوی سید شاہ دیوان آلِ[7] رسول علی خاں صاحب سجادہ نشین اجمیر شریف۔ حضرت مولانا ابوالبرکات[8] سید احمد صاحب لاہور۔ حضرت مولانا شاہ قمر الدین[9] صاحب سجادہ نشین سیال شریف۔ حضرت پیر[10] سید شاہ عبد الرحمٰن صاحب بھرچونڈی شریف (سندھ)۔ حضرت حضرت مولانا شاہ سید[11] زین الحسنات صاحب مانکی شریف۔ خان[12] بہادر حاجی بخشی مصطفٰے علی صاحب (مدراس)۔ حضرت مولانا ابوالحسنات سید[13] محمد احمد صاحب لاہور۔

(۳)،۔ یہ اجلاس کمیٹی کو اختیار دیتا ہے کہ مزید نمائندوں کا حسب ضرورت و مصلحت اضافہ کرلے۔ یہ لازم ہوگا کہ اضافہ میں تمام صوبجات کے نمائندے لئے جائیں۔

پاکستان

کمیٹی برائے اصول پاکستان

فلسطین

(۴) آل انڈیا سُنی کانفرنس کا یہ اجلاس مجاہدین فلسطین کے اس مطالبہ کی پُرزور تائید کرتا ہے کہ ارضِ مقدس فلسطین میں یہودیوں کے داخلہ کو بند کردیا جائے، کیونکہ یہودیوں نے فلسطین کی تمام اراضیات پر اپنا قبضہ کرکے عربوں کی زندگی کو تباہ کردیا ہے۔

(۵) :- یہ اجلاس حکومتِ برطانیہ اور قوتِ متحدہ امریکہ سے پُرزور مطالبہ کرتا ہے کہ فلسطین سے یہودیوں کو خارج کردیا جائے، اور مزید داخلہ کو روک دیا جائے۔

(۶) :- طے پایا کہ تجویز کی نقل فلسطین اور عربی اخبارات کو بھی روانہ کی جائے۔

خانقاہیں

(۷) یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ حضرات مشائخ کرام کی خانقاہوں کو حضرات صوفیائے عظام کے قدیم طریقۂ رشد وہدایت اور تبلیغ واشاعت کا مرکز بنایا جائے۔

(۸) :- اعراس مبارک کے مواقع پر ایسا نظام نامہ تیار کیا جائے کہ جو زائرین کے قلوب میں ایک عملی ولولۂ دین وطریقت پیدا کردے، اور اس نظام کے کامیاب بنانے کیلئے ضروری ہے کہ مرکزی دفتر کی جانب سے تمام خانوادہ ہائے طریقت سے مراسلت کیجائے۔ اور عہدیداران کانفرنس اعراس کے مواقع پر خود شرکت کرکے اس نظامنامہ کی دعوت دیں۔

مرکزی دار الافتاء

(۹) :- آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ بریلی شریف میں اعلیحضرت قدس سرہ کے آستانہ پر حضرت مفتیِ اعظمِ ہند کے زیرِ قیادت ایک مرکزی دار الافتاء کا انتظام کیا جائے، جس میں کم ازکم چار جید عالموں کی خدمات حاصل کیجائیں، اور فقیہِ اعظم صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب دامت برکاتہم اسکی سرپرستی ونگرانی فرمائیں۔

(۱۰) :- ملک کے کسی مقام پر جس کسی فتوے میں تردد یا اختلاف پیش آئے، آخری حکم معلوم کرنے کے لیے اس دار الافتاء میں بھیجا جائے۔ دینی ومذہبی رسائل چھپنے سے قبل یہاں بھیجکر

تصدیق و تصحیح بھی کرائی جاسکتی ہے، اسطرح مذہبی نظام انتشار و اختلاف سے محفوظ رہیگا۔

(۱۱):- اس دار الافتاء کے مصارف کے لیے اسلامی ریاستوں سے اور اہلِ ثروت مسلمانوں سے امدادیں طلب کی جائیں۔

(۱۲):- اسلامی مدارس اس دار الافتاء کیلئے حسب حیثیت ماہانے مقرر کریں۔

(۱۳):- خانقاہوں کے اوقاف سے اعانتیں مقرر کرائی جائیں۔

محرک:- حضرت مولانا مولوی محمد عمر صاحب نعیمی محدث، صدر سُنّی کانفرنس ضلع مراد آباد

اصلاحِ اعمال

(۱۴) یہ اجلاس مسلمانوں سے اپیل کرتاہے کہ وہ اپنی زندگی کو اسلامی زندگی بنائیں اور تمام منہیات و محرماتِ شرعت سے پرہیز کریں، شادی بیاہ کی بیجا رسوم ممنوعہ کو ترک کریں، شراب نوشی، قمار بازی، اور دوسرے خرافات سے محترز رہیں۔

(۱۵):- یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ ہر سُنّی کانفرنس کے ماتحت رضا کاران کی جماعتیں منظم کیجائیں جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی بالعموم اور ترغیبِ نماز کی خدمت خاص اہتمام کیساتھ انجام دیں۔

تعطیل جمعہ برائے نماز

(۱۶) دیکھا جاتاہے کہ بعض دفاترِ حکومت اور کچہریوں میں مسلمان ملازمین کیلئے جمعہ کی نماز ادا کرنے کا انتظام نہیں کیا جاتا، یہ اجلاس حکومت برطانیہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ مسلمان ملازمین کو نماز جمعہ کی چھٹی دیجائے۔

طباعت رپورٹ و خطبہ استقبالیہ

(۱۷) آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس تجویز کرتاہے کہ اس عظیم الشان کانفرنس کی رپورٹ کو مرتب کرکے جلد شائع کیا جائے۔ اور ملک کے گوشہ گوشہ میں نشر کیا جائے۔ اسیطرح مجلسِ جمعیتِ استقبالیہ کے خطبہ کو طبع کراکر شائع کیا جائے۔

سُنّی کانفرنسوں کا انعقاد

(۱۸) آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس تمام صوبجاتی طبقات

اصلاحِ اعمال

تعطیل جمعہ برائے نماز

طباعت رپورٹ

سنی کانفرنس کا انعقاد

اہلِ سُنّت کو متوجہ کرتا ہے کہ ہر صوبہ اور ضلع میں سُنی کانفرنسیں منعقد کی جائیں۔

دار المبلّغین

(۱۹) آل انڈیا سُنی کانفرنس کا یہ اجلاس مسلمانوں کی اہم ضرورتوں پر نظر کرتے ہوئے تجویز کرتا ہے کہ ایک دار المبلّغین قایم کیا جائے، جس میں ایک واعظین و مبلّغین پیدا کیے جائیں جو تبلیغ و اشاعت کا بہترین کام کر سکیں، اس دار المبلّغین میں فارغ التحصیل یا ادنیٰ درجہ کے عربی و فارسی جاننے والوں کو داخل کیا جائے جو تقریر و مکالمہ کا مذاق رکھتے ہوں۔ نیز ایسے اشخاص کو بھی داخل کیا جاسکتا ہے جو مغربی تعلیم سے واقف ہوں، تاکہ نصاب کی تعلیم مکمل کر کے مغربی طبقات میں بآسانی تبلیغ کر سکیں۔ اس دار المبلغین کا نصاب مرتب کرنے کے لیے حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے:۔

حضرت مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی۔ حضرت علامہ مولانا صبغۃ اللہ صاحب شہید انصاری فرنگی محلی۔ حضرت مولانا عبد الحامد صاحب قادری بدایونی۔

(۲۰):۔ مولانا عبد الحامد صاحب قادری اس کمیٹی کے ناظم ہوں اور دار المبلّغین کا مرکز بدایوں ہو۔

(۲۱):۔ یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ داخل ہونیوالے طلبا کے لئے مناسب وظائف کا انتظام کیا جائے۔

مجلسِ چہارم ۳۰ اپریل ۴۶ء بوقت ۹ بجے صبح تا ایک بجے دوپہر اندرون باغ فاطمان

حسب ذیل تجاویز بالاتفاق آراء منظور ہوئیں

غیر مسلموں کے ہاتھوں سے قرآنِ کریم کی طباعت و تجارت

(۱) آل انڈیا سُنی کانفرنس کا یہ اجلاس حکومت ہند سے پُرزور مطالبہ کرتا ہے کہ غیر مسلموں کیلئے قرآنِ کریم کی طباعت و اشاعت ممنوع قرار دیدے، کیونکہ غیر مسلموں کے ہاتھوں میں جاکر قرآنِ کریم کی بے حرمتی ہوتی ہے، جسے مسلمان کسی وقت بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

سُنی کانفرنسہائے صوبجات ہند

(۲) یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ حضرات علماء و مشائخِ کرام جلد از جلد اپنے حلقہ جات میں صوبہ وار، اور ضلع وار سُنی کانفرنسوں کی

دار المبلّغین

قرآنِ کریم کو غیر مسلموں کے ہاتھ سے بچانا

صوبائی و ضلعی سُنی کانفرنسوں کی تشکیل

تشکیل وقیام کا کام جلد شروع کر دیں اور جو تجاویز کانفرنس منظور کر رہی ہے ان پر عمل کرانے کے لئے سُنّی کانفرنس کی شاخیں عمل پیرا ہوں۔

محافل میلاد مبارک

(۳) آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ محافل میلاد مبارک کی توسیع وترویج کیجائے، اور انکے لئے بہترین تصانیف بہم پہنچائی جائیں تاکہ وہ اصلاحِ اعمال واخلاق کے لئے مفید تر ہو جائیں۔

اِصلاح ادارہ جات

(۴) یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ یتیم خانوں، شفاخانوں اور مسافر خانوں، جیل خانوں کی نگرانی کے ضروری انتظامات کئے جائیں، تاکہ جو حضرات اِن اداروں سے ہوتے رہتے ہیں اُن سے یتیموں، بیماروں، قیدیوں کو محفوظ رکھا جاسکے، اور جیل خانوں میں قیدیوں کے اندر اصلاحِ اعمال کی تبلیغ کی جائے۔

حج

(۵) آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس حکومتِ ہند سے پُرزور مطالبہ کرتا ہے کہ سفرِ حج مبارک کیلئے جہازوں کی معتدبہ تعداد کا جلد انتظام کرے، اور جہازوں کے اندر حاجیوں کی سہولت کے معقول انتظام کرے۔

حکومتِ سعودیہ کا مکروہ طرزِ عمل

(۶) یہ اجلاس حکومتِ سعودیہ کے اِس مکروہ طرزِ عمل پر کہ وہ حجازِ مقدس کے اندر حاضر ہونیوالے اُن زائرین اور حجاج کو جو اعتقاداً نجدیوں کے ہم مشرب نہیں ہیں، اعتقادی امور کی ادائیگی سے روکے ——— نیز اس رویہ پر کہ حکومتِ نجدیہ کی طرف سے کھلے بندوں تحریراً تقریراً نجدی عقائد نہ رکھنے والوں کو مکروہ الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے، ——— سختی سے احتجاج کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ حرمین الطیبین سے دنیائے اسلام کا جو تعلق ہے، اُس لحاظ سے حکومت نجدیہ کو یہ حق ہرگز نہیں پہنچ سکتا کہ وہ اپنے مخالف عقائد رکھنے والوں کے ساتھ مذکورہ بالا طرزِ عمل اختیار کرے۔

(۷) یہ اجلاس بعض مطوفین کے طرزِ عمل اور اُس ناجائز وناواجب ٹیکس کے خلاف پُرزور

احتجاج کرتا ہے، جو ادائے فریضۂ حج وزیارت پر حکومتِ نجدیہ کی طرف سے بجبر وصول کیا جاتا ہے اور نہ دینے کی شکل میں حج سے روکا جاتا ہے، جسکی مقدار سال گزشتہ تقریباً ایکہزار روپیہ فی کس تھی۔

(۸) :- اس تجویز کی نقل حکومت نجدیہ کو بھی بھیجدی جائے۔

محرک :- مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی۔

جسمانی ورزش

(۹) :- یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ مسلمانانِ ہند کیلئے ضروری ہے کہ جلد از جلد اپنی جسمانی حالت کو درست کریں، اور فنونِ قدیم، کسرت، ہنوٹ ورزش، تیراندازی، غلہ اندازی وغیرہ جیسے مبارک فنون کو فروغ دیں تاکہ انکی صحت جسمانی ترقی کر سکے۔

(۱۰) :- یہ اجلاس تمام ماتحت شاخوں سے اپیل کرتا ہے کہ اپنے اپنے حلقہ میں ان مبارک فنون کی ترویج و ترقی کے لئے ہر ممکن سعی شروع کردیں، نیز یہ اجلاس تمام مدارسِ عربیہ کے نظماء سے اپیل کرتا ہے کہ ہر مدرسہ کے اندر طلباء کو فنونِ شریفہ کے سکھانے کا نظم کیا جائے۔

دار القضاء کا مطالبہ

(۱۱) یہ اجلاس حکومتِ ہند سے پُر زور مطالبہ کرتا ہے کہ جو مقدمات قانونِ شریعت کے مطابق فیصل کئے جاتے ہیں جیسے کہ نکاح، طلاق، مہر، نفقہ زوجہ کو حاصل کرنا ہبہ، وقف، میراث وغیرہ اسکے لئے اسلامی عدالتیں قائم کی جائیں، تاکہ ہمارے ناموس و عزت اور دین کا پورا تحفظ ہو سکے - ان عدالتوں کیلئے مجوز علماء دین ہی مقرر کئے جائیں، اور وکالت بھی علماء ہی کریں۔

نکاح

(۱۲) آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس حسب ذیل افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تجویز کرتا ہے جو نکاح کے بعد کثیر الوقوع مشکلات کے سدِ باب کے لئے ایسے کابین نامے ترتیب و تجویز کرے جس کی رُو سے عورت عند الضرورت خلاصی حاصل کر سکے۔

حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب - حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب حضرت صدر الافاضل اُستاذ العلماء مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب - حضرت مولانا ملک العلماء ظفر الدین صاحب بہار شریف - حضرت شیرِ بنگال مولانا عزیز الحق صاحب - حضرت مولانا مفتی

جسمانی ورزش

مطالبۂ دار القضاء

نکاح

عبد القدیر صاحب بدایونی حیدر آباد۔ حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب بدایونی بمبئی۔ حضرت مولانا
مفتی محمد ابراہیم صاحب سمستی پوری بدایوں۔ حضرت مولانا ابو البرکات سید احمد صاحب لاہور۔ حضرت
مولانا مفتی امتیاز احمد صاحب اجمیر شریف۔ حضرت مولانا مفتی قدیر بخش صاحب بدایونی جے پور حضرت
مولانا عبد الباقی صاحب ہمایوں ضلع سکھر (سندھ)۔ حضرت مولانا سراج احمد صاحب وزیر خاں بھاولپور
حضرت مولانا محمد بشیر صاحب کوٹلی لوہاران۔ حضرت مولانا مفتی عبد العزیز خاں صاحب کاٹھیاوار۔
حضرت مولانا مفتی مظہر اللہ صاحب فتحپوری دہلی۔ حضرت مولانا مفتی عبد الحفیظ صاحب آگرہ۔ حضرت مولانا
حبیب الرحمٰن صاحب اڑیسہ۔ حضرت مولانا وصی احمد صاحب سہسرام۔ حضرت مولانا مولوی
مفتی عبد الرشید خانصاحب نعیمی ناگپور۔ حضرت مولانا مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی گجرات۔

یہ حضراتِ کرام دیگر مفتیانِ عظام سے بھی مشورہ و استصواب فرمائیں۔

(۱۳)۔ آل انڈیا سنّی کانفرنس کا یہ اجلاس نکاح خواں حضرات کیلئے ضروری سمجھتا ہے کہ انکی ضروری
تعلیم اور معلومات کا فوری انتظام کیا جائے، اور ایک ایسی کتاب تیار کر دیجائے جس سے قلیل عرصہ کی مہلت
میں مسائل نکاح سے باخبر ہو کر اس سنت کی انجام دہی کا کام کر سکیں۔ ایسی کتاب کا مطالعہ جدید
نکاح خوانوں کے لئے لازم کر دیا جائے، اور جبوقت وہ مسائلِ نکاح محفوظ کر کے امتحان میں
کامیابی حاصل کریں، سند نکاح خوانی دیجائے۔

جمعیت آئین ساز

(۱۴) چونکہ سنّی کانفرنس ابتدائی دور سے ترقی کر کے کافی وسعت
اختیار کر چکی ہے، اسلئے اسکے آئین میں مزید اضافوں پر کافی غور
کرنے کیلئے ایک مجلس ترتیب دیجائے کم از کم سات ارکان پر مشتمل ہو۔ اس آئین کی نقلیں جملہ
ارکان کے پاس بھیجدی جائیں، جب وہ اس پر کافی غور لیں اسوقت مجلس منعقد کر کے منظوری
لی جائے، جب سالانہ جلسہ ہو اسوقت تک اس آئین منظور کردہ جمعیتِ عاملہ پر عمل ہوگا۔

(ارکان) حضرت محدث اعظمِ ہند کچھوچھہ شریف۔ حضرت صدر الافاضل صاحب۔ حضرت
صدر الشریعہ صاحب۔ حضرت ملک العلماء صاحب۔ حضرت مفتی اعظمِ ہند صاحب۔ حضرت مولانا عبد الحامد صاحب

جمعیت آئین ساز

حضرت مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی۔

اظہارِ تہنیت

(۱۵) آل انڈیا سُنی کانفرنس کا یہ اجلاس حضرت صدر الافاضل اُستاذ العلماء مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب مدظلہٗ ناظمِ اعلیٰ آل انڈیا سُنی کانفرنس و حضرت فخرِ ملت و طریقت مولانا سید ابو المحامد سید محمد صاحب محدث اعظمِ ہند، و حضرت مولانا عبد الحامد صاحب قادری بدایونی ناظم نشر و اشاعت کی اُن مساعیِ جمیلہ پر جو سُنی کانفرنس کیلئے فرمائی ہیں انتہائی اخلاص و عقیدت کے ساتھ مبارکباد دیتا ہے، اور یقین رکھتا ہے کہ ان حضرات کی مساعیِ جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ سُنی کانفرنس آج اس بلند معیار پر پہونچ رہی ہے، مولیٰ تعالیٰ ان حضرات کو اجرِ عظیم عطا فرمائے، اور آئندہ بھی کانفرنس کو انکی رہنمائی و مساعی سے مستفید ہونے کا موقع عطا فرمائے۔

مجلسِ پنجم ۳۰ راپریل ۴۶ء بوقت ۵ تا ۶ بجے شام اندرون باغ فاطمان!

حسب ذیل تجویز باتفاق آرا منظور ہوئی

آئندہ عہدیداران

(۱) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ آئندہ آل انڈیا سُنی کانفرنس کے لیے صدر حامیِ ملت ناصرِ سنت راس المحدثین رئیس المتکلمین فرزند رسول نور نگاہ بتول حضرت مولانا سید شاہ سید محمد صاحب محدث اشرفی جیلانی کچھوچھوی مدظلہٗ قرار دیے جائیں۔ اور ناظمِ اعلیٰ حضرت صدر الافاضل اُستاذ العلماء مولانا مولوی حافظ حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب مدظلہٗ مرادآبادی بدستور رہیں۔ اور ناظم نشر و اشاعت مولانا عبد الحامد صاحب قادری بدایونی مقرر ہوں،

محرک :- مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی۔

تمت

مکتوب محدّث بنام پیر مانکی شریف

الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ
آل انڈیا سنی کانفرنس
مراد آباد

۲۸۶
نمبر ۵

حضرت بابرکت دامت مکارمہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پاکستان کانفرنس پیاور کا دعوت نامہ دفتر آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں بوقت تشریف لایا جبکہ حضرت صدر الافاضل نعیم الملۃ والدین دامت برکاتہم العالیہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے لیے بنارس سے باہر شدید حاجت کی بناء تشریف لیگئے ہیں اور ۱۲ اپریل کو امید کیجاتی ہے کہ بنارس میں ہوں گے ظاہر ہے کہ پھر ۱۲ اپریل کو پشاور میں ہونا کسی طرح ممکن نہیں حضرت کے علم میں آچکا ہوگا کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کا اجلاس بنارس میں ۲۷ تا ۳۰ اپریل ہوگا جسکا دعوت نامہ حاضر کیا جاچکا ہے اور آپکی کانفرنس حضرت امیر ملت صدر آل انڈیا سنی کانفرنس کی صدارت میں ہو رہی ہے۔ حضرت کی صدارت میں تمام سنی کانفرنس کی نمائندگی کرینگے اللہ تعالے آپکو آپکے پاک مقاصد میں روشن اور جلد کامیابی نصیب فرمائے جس مرض کا ازالہ منظور خاطر ہے اسکے لیئے پاکستان کانفرنس سے زیادہ آل انڈیا سنی کانفرنس اہمیت رکھتا ہے آپ کی تشریف آوری یہاں جبکہ ہندوستان کے ہر صوبہ کے سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں علماء اور مشائخ کا متفقہ فیصلہ آپ اپنے صوبہ کیلئے اور تمام اسلامی صوبوں کیلئے حاصل کرینگے تو یہ مہر ایشیا اور یورپ میں یکساں طور پر مقصد کی اہمیت کو نمایاں کردے گی لہذا حضرت امیر ملت کے نام پر اور مسلمانان سرحد کے جائز حقوق کے نام پر اور پاکستان کانفرنس کے پاک مقصد کے نام پر اور سب سے بڑھکر سنیت کے نام پر اور اسلام کے نام پر بڑے ادب سے التماس ہے کہ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے اجلاس میں اپنی شرکت سے بیکس مسلمانوں کی دستگیری فرمائی جائے اور تشریف آوری کے وقت سے بذریعہ تار مطلع کیا جائے لاہور میں آپکو کلکتہ میل ملیگا جو سیدھا بنارس آتا ہے فقط

آپکا وفادار

فقیر اشرفی گدائے جیلانی
ابو المحامد سید محمد صدر جمعیۃ عالیہ آل انڈیا سنی کانفرنس

تاثراتِ دل نشیں

جشنِ شاہی یا دربارِ اہلِ سنت بنارس

۱۹ ۶ ۴۶

از حضرت محترم المقام ضیاء الملت جناب مولانا ضیاء القادری صاحب بدایونی

ذیل میں ہم ان قطعات و منظومات کو حضرت مولانا ضیاء القادری صاحب بدایونی مدظلہ، کے شکریہ کے ساتھ نذرِ قارئین کرام کرتے ہیں جنہوں نے اجلاس آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے حاضرین میں شاعرِ ترجمانِ اہلِ سنت کی لسانِ درفشاں سے ایک ولولہ اور ذوقِ روحانی پیدا کردیا تھا حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا مدظلہ کا کلام وہ کلام ہوتا ہے جس میں ادبی بلاغتوں اور علمی نکات کے ساتھ ساتھ ملتِ حنیفہ کی سچی محبت اور دل میں گھر کرنیوالے جذبات ہوتے ہیں۔ مولٰے عزوجل سے دعا ہے کہ وہ شاعرِ اہلِ سنت کا سایہ تادیر اہلِ سنت پر دراز فرمائے اور ہمیں موقع ملے کہ ہم تادیر آپ کی علمی و فنی قابلیتوں سے بہرہ اندوز ہوتے رہیں۔ آمین۔ (مدیر)

قطعات

مرکزِ رشد و ہدایت ہے بنارس آج کل
جلوہ گاہِ اہلِ سنت ہے بنارس آج کل
اللہ اللہ اجتماعِ سنیانِ ارضِ ہند
مسکنِ خاصانِ امت ہے بنارس آج کل

دیگر

احباب باصفا کے ضیا اس میں آگئے
ہم بھی اس اجتماع خدا رس میں آگئے
اللہ رے یہ جذبۂ اسلام کی کشش
ارضِ وطن سے کھنچ کے بنارس میں آگئے

مدن پورہ کی نشر گاہ!!

ہیں اچھے لوگوں میں کچھ اس لئے برے سے ہم
مذاقِ نغمہ ہے لیکن ہیں بے سُرے سے ہم
ضیا کو الفتِ ملت جو نشر کرنا ہیں
خود آج بول رہے ہیں مدن پُرے سے ہم

رام نگر اسٹیٹ کا جلسہ

انوارِ حقیقت ہیں نہاں قلب و جگر میں ہے تابشِ قندیلِ حرم جذبِ نظر میں
دل کش ہیں صنم خانۂ کاشی کی فضائیں لیتا ہے ضیاؔ نام خدا رام نگر میں

گنگا کا منجدھار پل اور آندھی

ضعیفی ناتوانی رعشہ در برِ اختلاجِ دل اندھیری رات آندھی تیز خوفِ دوریِ منزل
مسافر پا شکستہ پل شکستہ بحر بے ساحل شبِ تاریک و بیمِ موج و گردابے چنیں حائل
دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا

دیگر

پرستارانِ باطل کھاتے ہیں جس شہر کی قسمیں ہمیں اس سے غرض، ہیں اس صنم خانہ کی کیا رسمیں
نظر کاشی میں آئیں کاش جلوے کعبے والے کے ہمیں تو لے ضیاؔ یہ شوق لایا ہے بنارس میں

دیگر

چمن میں ہے کہیں صرصر و گلچیں گل کترتی ہیں نشیمن پر کہیں مائل ہیں گرد و برق پاشی میں
مگر شمعِ حرم کی ضو فشانی اے تعالی اللہ ضیاؔ اپنے خدا کا لے رہا ہے نام کاشی میں

دیگر

رحمت کے نمایاں ہیں آثار بنارس میں چھائے ہیں مدینے کے انوار بنارس میں
خیر و برکت یہ سب عاشق نبی کی ہے سنی علما کا ہے دربار بنارس میں

منظرِ دربار

سرِ مسند یہ وہ خاصانِ حق ہیں انجمن آرا زیارت جن کے چہروں کی گناہوں کا ہے کفارہ
زہے یہ اجتماعِ اہلِ حق یہ جشنِ شاہانہ سوادِ اعظم اسلام کا ہے عام نظارہ

باغ فاطمان

کسے پسند ہوا اک مختصر مکان کی سیر جنوں میں کرتے ہیں دیوانے دو جہان کی سیر
خدا کی شان بنارس کے گرم موسم میں ضیاؔ نصیب ہوئی باغ فاطمان کی سیر

دربار اہل سنت

عیاں الحمد للہ شانِ توحید و رسالت ہے کہ یہ جشنِ عظیم الشان بزمِ اہلِ سنت ہے
زباں پر نغمۂ نعتِ شہنشاہِ رسالت ہے فرشتے وجد کرتے ہیں درودوں کی وہ کثرت ہے

مطبوعہ ۲۷ مئی ۱۹۴۶ء

نثارِ گلشنِ طیبہ بہارِ جنت ہے
چمن اندر چمن رنگینیِ آثارِ رحمت ہے

عجب دلکش پیامِ اتحادِ اہلِ سنت ہے
خدا شاہد صف آرا آج اک کوہِ ابہت ہے

مسلمانوں کو حاصل کعبے والوں کی زیارت ہے
یہ کاشی یادرِ کاشانۂ اہلِ عقیدت ہے

بنارس کو میسر آج وہ صبحِ سعادت ہے
کہ مرغانِ سحر میں شورِ تکبیرِ عبادت ہے

عجب دلکش یہ کاشی کے صنم خانوں کی حالت ہے
جدھر دیکھو ہجومِ کلمہ گویانِ شہادت ہے

ہے لطف بادہ ریزی بارشِ بارانِ رحمت ہے
نسیمِ صبح دامن میں لئے صہبائے جنت ہے

سوادِ شب جبینِ بدر کے جلووں سے ہے روشن
چراغِ طور کے انوار سے کافور ظلمت ہے

ستارے ٹوٹے پڑتے ہیں زمیں پر سطحِ گردوں سے
منور ہے جہاں پر نور بزمِ اہلِ سنت ہے

ہے کتنی جاذبِ دل رونقِ دربارِ شاہانہ
باندازِ تجمل جلوہ آرا حسنِ فطرت ہے

یہ برقی قمقمے یہ جگمگاہٹ یہ حسیں جلوے
کہ جیسے آسماں سے بارشِ انوارِ قدرت ہے

یہ نازک نو شگفتہ پھول گل بوٹے ہیں طیبہ کے
جہاں پر کیف نظر ہے یا نظر میں جذبِ جنت ہے

نسیمِ خلد سے آنکھوں میں ٹھنڈک ہے سکوں دل میں
ہوائے سرد میں سوزِ محبت کی حرارت ہے

بہاریں گنبدِ خضریٰ کی فردوسِ تصور میں
بہشتِ آرزو گلزارِ طیبہ کی زیارت ہے

چمک کر کہہ رہے ہیں چاند تارے سبز پرچم کے
نشانِ نصرتِ حق ہر نشانِ اہلسنت ہے

حسیں آرائشیں دربار کی ہیں دید کے قابل
مسلمانوں کی کثرت مائلِ تنظیمِ وحدت ہے

زہے دربارِ انوار اے زہے یہ بزمِ نورانی
ہجومِ اہلِ ملت اجتماعِ اہلِ سنت ہے

یہ زریں شہ نشیں یہ خوشنما اورنگ یہ مسند
تصدق ہر ادا پر جس کی ہر شاہانہ شوکت ہے

یہ نورانی مقدس صورتیں اللہ والوں کی
صفائے قلبِ اربابِ نظر جن کی زیارت ہے

یہ عالم یہ مشائخ یہ اکابر یہ خدا والے
سوادِ اعظمِ اسلام پر جن کی سیادت ہے

یہاں الحمد للہ ہند کے گوشوں سے آئے ہیں
یہ دربارِ مبارک مرکزِ افرادِ امت ہے

یہ جلسہ ہے تمنائے صاحبِ لولاک کا جلسہ
یہ مجمع مجمعِ عشاقِ سلطانِ رسالت ہے

نظامِ سنیانِ ہند کو ہے منضبط کرنا
وقارِ اہلِ سنت محض اس جلسے کی غایت ہے

الٰہی کامیاب و کامراں یہ جشنِ عالی ہو
سرِ دربار مصروفِ دعا ہر فردِ امت ہے

منظم اے خدا شیرازۂ ملت کو فرما دے
جہاں کو اتحادِ اہلِ ایماں کی ضرورت ہے

عطا ہو جلد خود مختار پاکستانِ اسلامی
دلِ مسلم کو یارب شوقِ تجدیدِ خلافت ہے

الٰہی متحد کر سنیانِ ہند کو باہم
جہاں کو احتیاجِ اتحادِ دین و ملت ہے

نبی کا واسطہ مسلم کو یارب فتح و نصرت دے
ضیا کی یہ دعا یہ التجائے اہلِ سنت ہے

ہو المعین
رجسٹرڈ حرف اے نمبر ۱۵

خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے
بظلِ حمایت سلطانِ کونین تاجدارِ دارین سرکارِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا

ہو القادر
تار کا پتہ:- دبدبۂ سکندری رامپور اسٹیٹ

شریعت طاہرہ و طریقت باہرہ کا علمبردار ہندوستان اور مقامات مقدسہ حرمین شریفین و بغداد و قدس اور جنوبی افریقہ اور ہندوستانی ریاستوں میں تاجدار رامپور اور حکومت عالیہ رامپور کے حالات کا منادی اور والیانِ ریاست کے حالات و کارنامے نیک نیتی اور خیراندیشی سے شائع کرنیوالا

نواب الحاج سر سید کلب علیخاں بہادر خلد آشیاں کی علمی یادگار

دبدبۂ سکندری
رامپور

قیمت دو آنہ

حکم رئیس رامپور سکہ بہ مہر زد
ترک سپہر بر درش بستہ کمر چاکری
گشت زطبع ہر جز نظم و نسق زیادہ تر
شہرہ شہر و در گرد رعب و جلال قیصری
دال بابیں و تابع است مصرعہ گفتہ ذکی
سطوت شاہ ما مود و دبدبۂ سکندری
سنہ ۱۲۸۳ ہجری

سنہ ۱۸۶۶ء سے چھپتا ہے

سنہ ۱۲۸۳ھ میں جاری ہوا

سالانہ چندہ: عام شائقین سے چھ روپے سادات کرام و علمائے عظام سے چار روپے ممالک غیر ایک پونڈ

مالک و مدیر محمد فضل حسن صابری

سالانہ قیمت: والیانِ ریاست سے پچاس روپے، امراء و بزرگانِ قوم و وطن سے بارہ روپے

نمبر ۴۵ / ۴۹ | ۲۸ ذی قعدہ سنہ ۱۳۶۴ھ مطابق ۵ نومبر سنہ ۱۹۴۵ء یوم مبارک دوشنبہ | جلد ۸۳

ترانۂ پاکستان

فرمودۂ حضرت جہاں استاد علامہ عیش مدظلہ، فیروزپوری

امید ہی نہیں بلکہ یقین واثق ہے کہ مسلم اخبارات کے معزز اڈیٹر صاحبان اس قومی ترانہ کو اپنے اپنے مؤقر جرائد میں شائع فرما کر ملک کے گوشہ گوشہ میں پہونچانے کی سعی فرمائیں گے (ادارہ)

سر تا بقدم قربانی - ہم لوگ ہیں پاکستانی ہم لوگ ہیں پاکستانی - ہم لوگ ہیں پاکستانی
ہے پاک ہمارا باطن۔ ہے پاک ہمارا ظاہر کیا شکل نہیں پہچانی ہم لوگ ہیں پاکستانی
ہر ایک مقابل اپنا۔ تصویر ہے یا آئینہ اک دنیا کی حیرانی ہم لوگ ہیں پاکستانی
خوشنودیِ حق زیست اپنی۔ ناراضگیِ حق موت اپنی ہر بات اپنی وجدانی ہم لوگ ہیں پاکستانی
سیرت میں بھی ہم یکتا۔ صورت میں بھی ہم یکتا سب کیوں نہ کہیں لاثانی ہم لوگ ہیں پاکستانی
اسلام ہمارا ہادی۔ قرآن ہماری منزل ہم خضرِ رہِ ایمانی ہم لوگ ہیں پاکستانی
جھکتے ہیں خدا کے آگے۔ کرتے ہیں اسی کو سجدے ہے چمکی ہوئی پیشانی ہم لوگ ہیں پاکستانی
افغانی و ترکستانی۔ یہ لوگ ہیں نقشِ اول ہم لوگ ہیں نقشِ ثانی ہم لوگ ہیں پاکستانی
پیدا ہے سخاوت ہم سے۔ ظاہر ہے شجاعت ہم سے مسلک اپنا سلطانی ہم لوگ ہیں پاکستانی
جو راہ میں حائل ہوگا۔ گم کردۂ ساحل ہوگا ہیچ آب کی ہیں طغیانی ہم لوگ ہیں پاکستانی
لہرائیں پرچم اپنا۔ دکھلائیں حقیقت اپنی اب دل میں یہی ہے ٹھانی ہم لوگ ہیں پاکستانی
طالب ہیں اسکی رحمت کے۔ قسمت پر ابھی نثار کر ہیں آنی ہے جو ہے پیش آنی ہم لوگ ہیں پاکستانی

اب تک جو ہیں خالی دامن اے عیش وہ دامن بھر لیں
کرتے ہیں گہر افشانی۔ ہم لوگ ہیں پاکستانی

الخطبة الاشرفیة للجمہوریۃ الاسلامیۃ

عمدۃ العلماء ابو المحامد سیّد محمّد اشرفی محدّث کچھوچھوی قدس سرہٗ

آل انڈیا سنی کانفرنس اجمیر (خصوصی اجلاس)

۵-۶ رجب ۱۳۶۵ھ، ۷-۸ جون ۱۹۴۶ء (خواجہ اجمیری علیہ الرحمۃ کا عُرسِ مبارک)

درگاہ معلیٰ اجمیر شریف کی مسجد شاہ جہانی میں خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمۃ کے عرس کے موقع پر آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے عظیم الشان اجلاس حضرت دیوان سیّد آل رسول علیخاں سجادہ نشین آستانہ اجمیر پاک کی صدارت میں منعقد ہوئے۔ ہزاروں علماء و مشائخ نے شرکت کی ایک لاکھ سے زائد عام مسلمانوں کا اجتماع رہا۔ حضرت مولانا سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی صدر آل انڈیا سنی کانفرنس، حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین ناظم عمومی و حضرت مولانا شاہ عبدالحامد قادری بدایونی ناظم نشر و اشاعت، حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، حاجی محمد عارفین، مولانا جیلانی میاں، مولانا نذیر حسین دہلوی، حضرت مولانا سید عبدالمجید، مولانا محمد عابد القادری کی تقاریر و مساعی نے اس اجلاس کو کامیاب بنایا۔[1] صدر آل انڈیا سنی کانفرنس حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی نے جو خطبہ اپنے مخصوص انداز میں ارشاد فرمایا اس کا ملخص یہ ہے۔

(۱) اولیاء اللہ کے حضور اور ان کے مزارات کی حاضری کی ساعات بابرکت ہوتی ہیں

---

[1] دبدبہ سکندری رامپور ۲۰ جون ۱۹۴۶ء، ص ۳

ان کا نیاز مند جہاں کا بادشاہ ہوتا ہے ـــــ ان کے خدام بصیرت کی نگاہ سے حقائق عالم کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

(۲) ہند میں حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمتہ کے وسیع فیض کا اجمالی تذکرہ۔

(۳) اسلام اور کفر کا امتیاز ـــــ مسلمان کی تیز نگاہ اثر کو دیکھ کر مؤثر کا یقین کر لیتا ہے۔ صفات کو دیکھ کر موصوف ذات کا ایقان کر لیتا ہے۔ اس کی تیز نگاہ افلاک کی بلندیوں کے پار اور زمین کے دبیز پردوں کو پھاڑ کر معبود برحق کی لذتِ دید سے سرشار ہو جاتی ہے ـــــ لیکن کافر کی عقل مظاہر قدرت کی حقیقت کو پالینے سے جب تھک جاتی ہے۔ تو انہی مظاہر ـــــ سورج، چاند، آگ، پتھر اور درخت وغیرہ ـــــ کو پوجنا شروع کر دیتی ہے۔

(۴) دین کی اشاعت اور اس کی آزادی کی خاطر اسلاف کے کارناموں کا اجمالی ذکر۔

(۵) اندرون ملک اسلام پر مصائب ـــــ دین فروشی کی چند مثالیں۔ دیا مندر، بندے ماترم کا ترانہ، گاندھی کی جے، رنگِ تہنڈ۔

(۶) بیرون ملک مسلمانوں پر آلام ـــــ فلسطین میں مسلمانوں کی حالت زار، ابن سعود کا حجاج کرام سے جبریہ ٹیکس لینا۔ انڈونیشیا میں مسلمانوں کے ساتھ ظالمانہ رویہ۔

(۷) دنیائے سنیت کی تنظیم ـــــ مرکزی دارالافتاء۔ مرکزی دارالقضاء۔ مرکزی دارالتصنیف کا قیام اور خانقاہوں میں ربط وارتباط۔

(۸) آل انڈیا سنی کانفرنس ـــــ جمہوریہ اسلامیہ کے بیس ہزار علماء و مشائخ کا عزم صمیم ـــــ پاکستان کی منزل کو سینوں کے ہاتھوں قریب سے قریب تر کرنا۔

(۹) پاکستان کے معنی اسلامی قرآنی آزاد حکومت ـــــ سنی کانفرنس سے مسلم لیگ کا تحریری عہد۔

(۱۰) مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنا۔ اور تمام سُنی ——— جمہوریہ اسلامیہ کے سبز ہلالی پرچم تلے جمع ہو جائیں۔

مذکورہ کانفرنس میں حسب ذیل تجاویز منظور ہوئیں:

(ا) دربار خواجہ سیدنا غریب نواز رضی اللہ عنہ کا یہ عظیم الشان اجتماع آل انڈیا سُنی کانفرنس بنارس کی منظور کردہ تجاویز کی پر زور تائید کرتا ہے اور آل انڈیا سنی کانفرنس پر اپنے کامل اعتماد کا اظہار کرتا ہے اور یقین دلاتا ہے کہ مسلمانان ہند آل انڈیا سنی کانفرنس کی مذہبی رہنمائی پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

(ب) یہ اجلاس اعلان کرتا ہے کہ حضرات علماء و مشائخین اہل سنت ہندوستان کے اندر اسلامی حکومت کا قیام چاہتے ہیں جو قرآن کریم احادیث نبویہ، فقہی اصول کے مطابق ہو یہ اجلاس اعلان کرتا ہے کہ وزارتی مشن کی تجاویز مسلمانوں کے لئے ہرگز تسلی بخش نہیں ہیں۔

(ج) یہ عظیم الشان اجلاس راشٹریا سیوک سنگھ کی اُس تحریک کو جو ملک کے ہر گوشہ میں اندرونی طور پر انقلابی شکل و صورت میں چلائی جا رہی ہے جس کی بدولت مسلمانوں پر جابرانہ اور سفاکانہ مظالم ہو رہے ہیں انتہائی نفرت کا اظہار کرتا ہے اور حکومت سے پر زور مطالبہ کرتا ہے کہ اس تحریک کے جرائم کو فوراً روکے اور اسے خلاف قانون قرار دے، نیز مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اپنے تحفظ سے غافل نہ رہیں۔[۱]

اب آئندہ صفحات پر آپ اس تاریخی خطبہ (الخطبۃ الاشرفیہ للجمہوریۃ الاسلامیہ مطبوعہ مراد آباد ۱۳۶۵ھ) کا عکس بھی ملاحظہ فرمائیں۔

---

[۱] ایضاً

ان من البیان لسحرا

الخطبة الاشرفیة للجمهوریة الاسلامیة

بعونہ تعالیٰ وکرمہ

امسال ۵۔ اور ۶۔ رجب مرجب ۱۳۶۵ھ کو آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے اسپشل اجلاس
مسجد شاہجہانی واقع درگاہِ معلّٰی اجمیر شریف میں حضرت عالی درجت سراپا برکت مرجع المشائخ والکبراء
مامنِ شاہ وگدا دیوان سید شاہ آلِ رسول علی خاں صاحب (دامت برکاتہم) سجادہ نشین
درگاہِ عالم پناہ خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کی دعوت اور ہدایت کے ماتحت ہوئے جنکی ایک نشست میں
خود حضرتِ ممدوح مدظلہٗ نے مسند صدارت کو عزت بخشی ۔ اُسی اجلاس میں فرزندِ رسول جگر گوشۂ بتول
عالمِ نبیل فاضلِ جلیل رئیس المتکلمین حضرت مولانا الحاج المولوی السید الشاہ سیّد محمد صاحب
محدّث کچھوچھوی مدظلہٗ صدر آل انڈیا سُنّی کانفرنس نے یہ نفیس خطبہ ارشاد فرمایا
اور لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اپنے مخصوص انداز میں سُنایا

حسب فرمائش اراکین آل انڈیا سُنّی کانفرنس

(جناب مولانا مولوی ظفر الدین احمد صاحب دام مجدہم) نے اپنے

اہلسنت برقی پریس شیش محل مراد آباد میں چھاپ کر شائع فرمایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی من علینا اذ بعث فینا رسولا وجمعنا علی کلمۃ واحدۃ وکعبۃ واحدۃ وقران واحد ودین واحد وجعل لنا سعیا مشکورا وعملا مقبولا والصلوٰۃ والسلام علی من ھو حبل اللہ المتین والعروۃ الوثقیٰ بالیقین وھو الذی الف بین قلوبنا اذ کنا اعداء فاصبحنا بنعمتہ اخوانا وباللہ مؤمنین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ الطیبین الطاہرین وعلی الائمۃ المجتہدین وعلماء امتہ واولیاء ملتہ وشہداء محبتہ و جمیع المتمسکین بسنتہ والمعتصمین وعلینا معہم وبہم ولہم ۔ اما بعد

مشائخِ کرام، علمائے اعلام وبرادرانِ اسلام! اللہ اللہ کیسی مبارک گھڑی، اور کیسا مقدس مقام، اور کسقدر بلند مقصد آج اور اسوقت میسر ہے کہ اگر اس ساعتِ حیات کی برکتیں تمام زندگی کے لمحات کو تقسیم کر دی جائیں، تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم سب کا بیڑا پار ہو جائے، یہ شاہجہانی مسجد ہے جسکی بنیاد سے لیکر چوٹی تک جدھر نظر کیجئے تو اس عقیدتمندی کی صاف شفاف وسفید جھلک موجود ہے، جو ہمارے تخت وتاج والے حکمرانوں کو دلق وگلیم والے فرمانرواؤں سے تھی ۔ لال قلعہ دہلی کے تخت طاؤسی پر جو سر سب سے اونچا نظر آتا تھا، وہ سب سے زیادہ جھکنے والا، اور جھکانے والا خاک پاکِ اجمیر میں دکھائی پڑتا تھا ۔ سلطان السلاطین و شہنشاہ کا لقب خواجۂ خواجگاں کی جاروب کشی نے بخشا تھا ۔ خزانۂ عامرہ والے لعل وجواہر گدڑی والوں سے مانگ لیجاتے تھے ۔ نبرد آزماؤں کی تلواریں گوشہ نشینوں کی چوکھٹ پر تیز کیجاتی تھیں، کلغی والوں کی کلغیاں ننگے تلوے والوں کے تلوے چوما کرتی تھیں ۔ آنکھ والوں کے لئے سرمۂ سعادت بصیرت والوں کی خاکِ پا ہوتی تھی ۔ تدبیر والوں کی تقدیریں، دعا والوں کی دعاؤں سے سنواری جاتی تھیں ۔ جاں بازوں اور خطرات کی توپوں کے دہانوں پر سینہ رکھدینے والوں کی زرہیں نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ پڑھکر مژدۂ نصرت وفتح دینے والی بشارتوں سے بنتی تھیں ۔ عزم والوں کو آہنی عزائم، ذکرِ حدادی والے عطا فرماتے تھے ۔ سرکوبیوں کے طریقے ذکر ارّہ والوں سے سیکھے جاتے تھے ۔ پینترے والوں کے پینترے نظر بر قدم اور قدم بر نظر والوں کے کنٹرول میں تھے ۔

ہوشیاری وباخبری کی تعلیم، پاس انفاس والوں کے سپرد تھی۔ ہمت واستقلال کی بھیک دِل والوں سے مانگی جاتی تھی۔ عواقب ونتائج کی باگ ارباب کشف وشہود کے ہاتھوں میں رہتی تھی۔ جہانگیری تزک اور عالمگیری تہور کا مدار بوریا نشینوں پر تھا۔ اکبری آئین آئینِ ربانی والوں کی دربانی کرتے تھے، اور شاہجہانی حوصلہ کی تعمیر، شاہ گر درویشوں کے ہاتھ میں تھی۔ مرہٹہ کے رسوائے عالم ڈاکو کے سر کرنیوالے ہاتھ میں خرقہ پوشوں کا دامن رات دن رہتا تھا۔ فقیروں کی خانقاہوں میں راعی اور رعایا ایک ہی پوزیشن رکھتے تھے۔ اخوت ومساوات محبت ومودت کا آخری فیصلہ مرشدِ برحق کا ارشادِ حق تھا۔ آنکھوں میں دیکھنے کی صلاحیت تھی کانوں میں سننے کی اہلیت تھی، گداؤں کو شاہوں کی معرفت تھی۔ محتاجوں نے حاجت روائی کے دروازوں کو پہچان لیا تھا۔ شبر وشمر کی تجنیسِ خطی سے دھوکا نہیں ہوتا تھا۔ اولیاء کی ہمسری کا خواب بھی جرمِ عظیم تھا۔ دہلی واجمیر کی درمیانی دراز مسافت اور راجپوتانہ کی سنگلاخ زمین اور پرپیچ پہاڑیاں بھی حقیقت کو پردہ میں چھپا نہیں سکتی تھیں، اور دہلی کا قطب الاقطاب' جہاں سے اپنے بخت کی یاوری، اور عالمِ غیب کے روحانی "کاک" حاصل کر چکا تھا، وہیں سے مغل تاجداری، اپنی حکمرانیوں اور جہاں بانیوں کی سند پاتی تھی۔ اِس شاہجہانی مسجد کے رنگِ مرمر سے پوچھو کہ شاہجہاں نے کسطرح مرمر کر یہ سعادت حاصل کی کہ اُسکی اِس تعمیر پر شبانہ روز سلطان الاولیاء کی نظر ہے، جسکی بدولت اَن گنت عارفوں نے معبودِ برحق کے یہاں تعبدی سجدے کیے اور بیشمار ملائکہ کی یہ ہر وقت گزرگاہ ہے۔ اِنچ اِنچ پر یادِ الٰہی کی یادگاریں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مقام کے تقدیس کا خیال کر کے یہاں پاؤں رکھتے ہوئے کلیجہ تھراتا ہے، اور سر کے بل چلنے کو دِل تڑپتا رہتا ہے۔ یہ تو خانۂ خدا، اور سجدگاہِ اولیاء کا حال ہے:۔

اور وہ سامنے سلطان السلاطین کا دربار، اور خواجۂ خواجگاں کی سرکار ہے، آفتابِ ولایت کی ضیاء باریاں ہیں اور ماہتابِ کرامت کی نور پاشیاں ہیں، فیض وکرم کا چشمہ اُبلا پڑتا ہے۔ اور غریب نوازیوں کا سمندر موجیں مار رہا ہے۔ قدسیانِ چرخ اگر آنکھوں سے اوجھل ہیں، تو سرستانِ زمین ہی کا میلا دیکھ لیجے۔ سبحان اللہ کیسی شمعِ ولایت ہے کہ دنیا پروانہ وار فدا ہو رہی ہے۔ کیسا مالکِ تخت وتاج ہے کہ ایک زمانہ جس کا محتاج ہے، جسکو ہم امیر کہتے ہیں وہ

یہاں کا فقیر ہے، اور جسکو ہم فقیر جانتے تھے وہ یہیں کا دامنگیر ہے۔ سلطان کا سلطان بادشاہوں کا بادشاہ غریب نوازوں کا غریب نواز۔ خواجوں کا خواجہ۔ ساقیوں کا ساقی۔ یاروں کا یار۔ پیوں کا پیا۔ محبوبوں کا محبوب۔ دیکھیے دیکھیے، سنہری کلس ہے کہ نُور کا بکا۔ قبۂ بیضا ہے کہ نُورِ ظہور کا تڑکا ہے۔ تجلیوں کے خواجہ تیری ایسی تجلیاں۔ اے قدرت نمائیوں کے داتا تیری یہ کار فرمائیاں۔ آنکھوں میں چکاچوند ہے، دل سرشار ہے، دماغ خدا جانے کہاں پہنچا ہوا ہے، آسمان کا تارا تارا، چمنستانِ دہر کا پتہ پتہ، زمین کا ذرہ ذرہ، حاضرین کا ہر چھوٹا بڑا۔ میری رُوح کی گہرائیوں کا گوشہ گوشہ۔ میرے جسم کا رونگٹا رونگٹا کس مزے میں زبانِ حال سے گویا ہے کہ

مُعینا دستگیرا پادشاہا مرشدا خواجہ ؛ طفیلِ رحمۃ للعالمیں چشمِ کرم بر ما

آج رجب شریف کی چھٹی شب ہے ہندوستان بھر میں چشتی عید ہے، یارِ حقیقی سے وصالِ خواجہ کی تاریخ ہے، عُرس شریف کا دن ہے، خواجہ بزرگ کی یادگار ہے، قرآنِ کریم کی زبان میں اَیَّامُ اللہ میں سے ایک ممتاز یوم ہے، وحیِ الٰہی کی شہادت ہے کہ خاصانِ حق و مقبولانِ درگاہ مطلق کا یومِ ولادت و یومِ وصال و یومِ حشر، تعین تاریخ کے ساتھ سلا ہوئی سلام علیہ اور ربانی رحمتوں کی بارش لایا کرتے ہیں۔ ان تاریخوں میں انکے وابستگانِ دامن کی بن آتی ہے، بگڑیاں بنادی جاتی ہیں، بیمار صحت پاتے ہیں، اسیرانِ نفس و معصیت کو رہائی دیجاتی ہے اپنے رب سے پانیوالے بے حساب پاتے ہیں اور بے تحاشا بانٹتے ہیں۔ کمائی والے زیادہ سے زیادہ اجرتیں حاصل کرتے اور اپنے وابستوں کو عطا فرماتے رہتے ہیں، ان بیشمار نعمتوں میں سے یہی ایک کیا کم ہے کہ آنکھیں ملتی ہیں، آنکھوں کو بینائی ملتی ہے، بینائی کو تیزی بخشی جاتی ہے، مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کا صدقہ ملتا ہے، اسلام کی بخشی ہوئی تیز نگاہی کی حفاظت کا سُرمہ ملتا ہے۔ دُنیا کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ قوموں نے اپنے گردوپیش آگ پانی مٹی ہَوا کو دیکھا تو آنکھیں تھک گئیں اور حقیقت تک باریاب نہ ہوسکیں، عقلیں سوختہ ہوگئیں۔ ہوشمندی ڈوب مرگئی، انسانی شرافت خاک میں ملگئی، اور فہم و فراست ہَوا ہوگئی۔ آسمان کی طرف آنکھیں اٹھائیں تو چاند سُورج اور ستاروں سے آگے نہ بڑھیں، اور چکاچوند ہوکر رہ گئیں۔ یہ آتش پرستی اور گنگا پوجا یہ بت پرستی، یہ ہَوائی اوہام نگاہوں کی کمزوریاں نہیں تو کیا بلا ہیں؟ چندرما پوجا، سورج پوجا

گرھن پوجا، اور ستاروں کی پرستش اندھاپن نہیں تو اور کونسی لعنت ہے ۔ لیکن اسلام کی تیز نگاہی
اللہ اکبر آثار کو دیکھا اور مؤثر کا یقین آیا ۔ افعال سامنے آئے اور فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ کی قدرتیں
نظر آنے لگیں، صفات کی تجلیات نے ذات کی طلب پیدا کر دی، اجرام فلکیت کے پردے چاک کر دیئے
استحالۂ خرق والتیام کے نظریہ کا استحالہ کر دیا ۔ اور جاتے جاتے نگاہیں حقیقت تک پہنچ گئیں، شیدائے
جمال کعبہ جسکے ہجر میں آج تک سیہ پوش ہے، اور عرش اعظم کی پہنائیاں جسکی اب بھی جویاں ہیں،
اسلامی آنکھ نے لذت دید میں سرشار ہو کر اُسکو اپنے دل میں رکھ لیا ۔

یہ اُس اسلامی تیز نگاہی کی کرامت ہے کہ خواجہ خلوت کدۂ قبر میں پردہ نشیں ہوئے، قبر کو تعویذ قبر نے چھپایا، تعویذ قبر نے غلاف کی چادر اوڑھ لی، ان سب پر گنبد آکر چھا گیا لیکن اسلامی آنکھ کیلئے کسی چھپانے والے نے خواجہ کو چھپا لینے میں کامیابی حاصل کی ۔ تعویذ قبر پر رخسار رکھدینے والو اور غلاف قبر کو سر پر رکھنے والے آنکھ والوں سے پوچھو کہ ان سب کا لابس اور قبر کا مقبور کس کو پایا ؟ اور اگر پیش نظر نہیں تو لباس میں کیا رکھا ہے، اور اگر مقبور پیش نگاہ نہیں تو قبر میں کیا دھرا ہے ۔ یہ وہابیت کا اندھاپن ہے کہ ٹٹولتے ٹٹولتے قبر تک پہنچی تو خاک پتھر کے سوا کچھ ہاتھ نہ لگا، اور محروم ازلی ہو کر رہ گئی ۔ اور یہ اسلام کی تیز نگاہی ہے کہ قبر کو مقبور سے نسبت بخشی ۔ کفار کی قبروں کو اکھاڑ دینے کی اجازت دی کہ کفر و کفار کو کسی احترام کا حق نہیں ۔ مومن کی قبر پر اُس آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قدم پاک رکھنا گوارا نہ فرمایا، جسکے تلووں کے نیچے ایمان والوں کی جنتیں ہیں، تو پھر مقبولانِ بارگاہ کی قبروں کا کتنا بڑا رتبہ ہوا ۔ یعنی وہابیت کہتی ہے کہ قبر کو دیکھو، اور اسلام کہتا ہے کہ مقبور کو دیکھو ۔

یہ تو ہم مسلمانوں کا روزمرہ ہے کہ قرآن شریف کو تلاوت کے لیے لیا اور پہلے جزدان کو چوم لیا پھر جلد کو چوما اور پھر کھولکر تلاوت میں لگ گئے ۔ یہ جزدان کے کپڑے کو نہیں چوما، یہ جلد کے چمڑے کو نہیں چوما، بلکہ جزدان کے اندر جلد میں چومنے کے قابل چیز ہمکو پہلے ہی سے نظر آگئی، اُسکو چوم لیا ۔ دال کو نہیں چوما مدلول کو چوما، یا مدلول سے دال کی جو نسبت ہے اُسکو چوما ۔ ہاں ہاں غلاف قبر کو کوئی نہیں چومتا، اُسکی اُس نسبت کو چومتا ہے جو مقبور سے اُسکو حاصل ہے ۔

ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ یہیں کتنا مقدس مقام اور کسقدر اہم ایوان اور کتنی خاص تاریخ میسر ہے زمان و مکان کی شرافت پوری پوری موجود ہے، اور بعونہ تعالیٰ اخوان کی شرط بھی موجود ہے ۔ ہم ہیں

نہیں کہتے کہ ہم گنہگار نہیں، سیہ کار نہیں، خطا شعار نہیں۔ لیکن ہاں ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ ہم باغی نہیں ہم غدّار نہیں۔

زمانہ میں روشنی کے نام پر الحاد کی تاریک آندھیاں چلیں، دین فروشوں نے دین کے نام کو پیٹ کا دھندا بنایا، کھلے بازار میں ملت فروشی کی جا رہی ہے، ضمیر فروشی، قوم فروشی کا بلیک مارکیٹ قانون کی زد سے بھی آزاد ہے۔ نام دارالعلوم رکھا اور کام ودیا مندر کا کیا۔ نام پوچھو تو احرار بتائیں، اور کام دیکھو تو غلاموں کی غلامی پر اترائیں۔ یا رسول اللہ سنکر گھبرائیں اور بندے ماترم کا ترانہ گائیں۔ نعرۂ تکبیر سے الجھیں اور اپنے باپو کی جے منائیں۔ مسلمانوں سے بیزار اور مشرکوں کے علمبردار اب تو تہذیب کا رنگ ایسا چڑھا ہے کہ پہچاننا دشوار ہے کہ مولوی جی ہیں یا مالوی جی ہیں۔ سب کچھ ہے مگر اے خواجہ تیری خواجگی کے قربان کہ تیرے مست تیرے ہی رہے، تیری تعلیم، تیرے پیغام سے ایک اِنچ نہ ہٹے، چودہ سو برس کی پرانی لکیر کے فقیر بنے رہے، مشرک کے پاؤں پر توحید کو کھڑا نہیں کیا اور کسی قیمت پر اپنے دین کو نہیں بیچا، نہ یورپ کی چال ان پر چلی، نہ اکثریت کی سرمایہ داری کا جال انکو پھانس سکا، یہ خواجہ کی دُہائی دینے والے، یہ عُرس و فاتحہ والے، یہ میلاد و قیام والے، یہ نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت والے اُسی مقام پر رہے جہاں خواجہ کی کرامت نے اُن کو کھڑا کر دیا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ کیسے اچھے ستھرے خواجہ والے، غوث والے اخوان میرے سامنے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارا مقصد بھی نہایت بلند پایہ ہے۔ آج ہمارا اجمیر میں وہی مقصد ہے جو چشت کے راجہ کو صدیوں پہلے اجمیر ہی لا چکا ہے، جس نے جیلان والے غوث کو بغداد پہنچایا ہے، جسکے لیے اللہ کا حبیب مکّہ سے مدینہ اور پھر مدینہ سے فاتحانہ شان کے ساتھ مکّہ پہونچا۔ جس مقصد کا مختصر اور صاف نام خدا کے دین کے پیغام اور اُس دینداری کی آزادی ہے۔ ذرّہ ذرّہ کو مسلم بنانا اور اسلام کے پرچم کو آزاد رکھنا ہے، انسان کو پاک کرنا اور انسانی آبادی کو پاکستان بنانا ہے ہمیں اپنے خواجہ سے یہی کہنا ہے کہ زمانہ اب روشنی کی اہلیت و استعداد کو نہیں، بلکہ کیڑے مکوڑوں کی کثرتِ تعداد کو دیکھتا ہے۔ گوبر پیشاب والوں کو پوتر اور اللہ کے پاک بندوں کو ملیچھ کہا جاتا ہے جن غدّاروں کو زمین پر قدم رکھنے کا حق نہیں، انکو دیسی، اور جنکے لیے زمین پیدا کی گئی انکو بدیسی کا لقب دیا جاتا ہے، فلسطین میں ذلّت کے ماروں اور بے مسکن آواروں کو مسلمانوں کے سینہ پر بسایا جا رہا ہے

کعبہ میں فریضۂ حج پر ایک ایک ہزار کا ٹیکس لگایا جا رہا ہے۔ انڈونیشیا کے مسلمانوں پر بےرحمی آزمائی جا رہی ہے، اور بڑا غضب یہ ہے خواجہ! کہ آپ کا پڑھایا ہوا کلمہ پڑھتے ہوئے کچھ ملت فروش دستار کے شملوں کو چوٹیوں پر، شلواروں کو دھوتیوں پر، صرف چند ٹکوں کیلیے نچھاور کر چکے ہیں نہرو جانیوں نے دوبارہ اپنا ایک نہرو بنا لیا ہے۔ اب ایک جیپال نہیں، بلکہ جیپالوں کی پلٹن ہو گئی ہے، اور ان سب کا مقصد یہ ہے کہ خواجہ والے مسلمان یعنی سُنّی مسلمان کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔

اے میرے خواجہ! آپ کے وفاداروں نے آپ کے اللہ اور آپ کے رسُول اور آپ کے اخوان اولیاء کے خلاف آوازے سُنے تو نہ گستاخوں کے جُبّہ و دستار سے ڈرے، اور نہ ریش کی آرائش سے مرعوب ہوئے اور صرف اسلیے اُنکو چھوڑ دیا کہ بے انکے چھوڑے اے خواجہ آپ کا دامن چھوٹا جاتا تھا، جو کسی طرح قابلِ برداشت نہ تھا، شاید ہماری یہی ایک نیکی کام آئی اور اسی وفاداری پر خواجہ کو رحم آگیا، کیونکہ بلاشبہ ہندوستان میں یہ عطائے الہند ہی کی کرامت ہے کہ ہمارے اُن رہنماؤں کو بیداری بخشی جنکو رہنمائی کی سند زبانِ وحی سے ملی ہے، اب اُنکی نظر ہماری کمزوریوں پر نہیں، بلکہ اپنے بازوؤں کی قوت پر پڑنے لگی۔ وہ رہنما کون ہیں؟ یہی ہمارے پیر ہمارے علماء اہلسنّت وجماعت۔ سارے پیر خانقاہ کی چہار دیواری سے نکل پڑے اور میدان میں ڈٹ گئے۔ سارے علماء مدرسوں سے باہر بھی آکر کھڑے ہو گئے اور ارادہ کر لیا کہ تو کروڑ سُنّیوں میں روٹھے ہوؤں کو منایا جائے، اُنکو مبلغ بنا کر ذمہ داری دیجائے کہ مرنے سے پہلے فی کس دس نہیں تو ایک غیر مسلم کو مسلمان کرنا ہے، اُنکو تعلیمِ دین سے آراستہ کر کے، اُنکے علم کو اُنکے عمل کو اُنکے اخلاق کو پاک کر دینا ہے، تاکہ جہاں وہ قدم رکھیں پاکستان ہو جائے۔ اب ایسے مدارس ناقابلِ برداشت ہیں جو سُنّیوں کی جیب پر ڈاکے ڈالیں اور سُنّیوں کے مفاد سے لڑتے رہیں، اور سُنّیوں میں انتشار پیدا کریں۔ اب تمام سُنّی مدارس کو ایک نظام میں لا کر اُن میں تعلیم وتربیت کی یکسانیت پیدا کرنی ہے۔ دار القضاء و دار الافتاء سب کو مرکزی شان سے چلانا ہے، خانقاہوں کو آراستہ کرنا ہے اور انمیں تبلیغ وتعلیم کی رُوح پھونکنی ہے المشائخ کلھم کنفسٍ واحدۃ کر کے دکھانا ہے۔ ان پاکوں کا پاک عزم یہ ہے کہ رفتہ رفتہ ہندوستان کو پاکستان بنا کر دکھا دینا ہے۔

یہی علماء و مشائخ اور انکے برگزیدہ عزائم اور ارادے ہیں جسکا نام آل انڈیا سُنّی کانفرنس یا جمہوریت اسلامیہ ہے

اور جسمیں اسوقت تک صرف علماء و مشائخ کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ ہے، اور اسی سُنّی کانفرنس کا آج خواجہ کی چوکھٹ پر جلسہ صرف اپنے خواجہ کے حضور حلفِ وفاداری اُٹھانے کا ہے۔

میرے سُنّی بھائیو! اب ہم پر حجتِ الٰہیہ ختم ہوچکی اور اگر ہم ان رہنماؤں سے بچھڑ گئے تو میدانِ حشر میں ہمارے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔ ہمارے جگانیوالے پکار رہے ہیں کہ سُنّیو جاگو جاگو۔ ہمارے ہوشیار کرنے والے آواز دے رہے ہیں کہ سُنّیو ہوشیار، خبردار۔ ہمیں ترقی دینے والے بلا رہے ہیں کہ آؤ بڑھے چلے آؤ۔

اے سُنّی بھائیو! اے مصطفےٰ کے لشکریو! اے خواجہ کے مستو! اب تم کیوں سوچو کہ سوچنے والے مہربان آگئے اور تم کیوں رکو کہ چلانے والی طاقت خود آگئی۔ اب بحث کی لعنت چھوڑو۔ اب غفلت کے جرم سے باز آؤ۔ اٹھو بڑھو کھڑے ہو جاؤ چلے چلو۔ ایک منٹ بھی نہ رکو۔ پاکستان بنالو تو جاکر دم لو۔ کہ یہ کام اے سُنّیو، سُن لو کہ صرف تمہارا ہے۔

حضرات! میں نے بار بار پاکستان کا نام لیا ہے اور آخر میں صاف کہدیا ہے کہ پاکستان بنانا صرف سُنّیوں کا کام ہے اور پاکستان کی تعمیر آل انڈیا سُنّی کانفرنس ہی کریگی۔ اسمیں سے کوئی بات بھی نہ مبالغہ ہے نہ شاعری ہے اور نہ سُنّی کانفرنس سے غلو کی بناء پر ہے، پاکستان کا نام بار بار لینا جسقدر ناپاکوں کو چڑھ ہے اُسی قدر پاکوں کا وظیفہ ہے۔ اور اپنا اپنا وظیفہ کون سوتے جاگتے اُٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے پڑھا نہیں کرتا۔ اب رہا پاکستان کا رسُنّیان است، یہ ملک کی کسی سیاسی جماعت سے تصادم کیلئے نہیں کہا ہے بلکہ ایک حقیقت ہے جسکا اظہار بلا خوف لومۃ لائم کردیا ہے۔ اول تو مسلم لیگ کے سوا کوئی ٹولی ایسی نہیں جو پاکستان کے ساتھ لفظی موافقت بھی رکھتی ہو، الکفر ملۃ واحدۃ سارے ناپاکوں نے اپنے اندر بیشمار اختلافات رکھتے ہوئے پاکستان کے خلاف صف آرائی کرلی ہے اور مسلم لیگ میں پاکستان کا پیغام کس نے پہنچایا اور کن لوگوں نے مسلم لیگ کا عقیدہ اسکو بنایا؟ اگر تاریخی طور پر دیکھا جائیگا تو وہ صرف سُنّی ہیں۔ پاکستان کے معنی اسلامی قرآنی آزاد حکومت ہے۔ مسلم لیگ سے ہمارے سُنّی کانفرنس کی مجلس عاملہ کے رکن حضرت سید شاہ زین الحسنات صاحب سجادہ نشین مانکی شریف (سرحد) نے لکھوا لیا ہے۔ اگر آ ، دم سارے سُنّی مسلم لیگ سے نکل جائیں، تو کوئی مجھے بتادے کہ مسلم لیگ کسکو کہا جائیگا۔ اُس کا دفتر کہاں رہیگا، اور اس کا جھنڈا سارے ملک میں کون اُٹھائے گا؟

ان حقائق میں کیا اس دعوے کی روشنی موجود نہیں کہ پاکستان صرف سُنّیوں کو بنانا ہے۔

(اسکے بعد حضرت محدث اعظم قبلہ صدر آل انڈیا سُنّی کانفرنس نے حسب فرمائش مدرکین و حاضرین، اُس معرکۃ الآرا خطبۂ صدارت کے چند انتخابات سنائے جو آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے اجلاس بنارس میں مقبول خاص و عام ہوچکا تھا اور فرمایا کہ)

میں اپنے سُنّی بھائیوں کو آخر میں پُر زور دعوت دیتا ہوں کہ زندگی کی پہلی فرصت میں سُنّی جھنڈے کے نیچے آجائیں جسکا سبز رنگ قبۂ خضراء کی سرسبزی سے ماخوذ ہے، اور جسکا ہلال بعد کامل ہونے کی ترغیب رکھتا ہے، اور جسکی چمک اپنے آغوش میں اُس سبز گنبد کو لئے ہے جسکے سایہ میں، دین اور دُنیا کی بھلائی قدرت نے رکھی ہے۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

فقیر ابوالمحامد سید محمد غفرلہ اشرفی جیلانی (صدر آل انڈیا سُنّی کانفرنس)

PHONE No. 7002

THE DAILY ANJAM DELHI

REGD. No. L. 4040

Certified cash sale Exceeds that of any Urdu Daily in any part of India

روزانہ انجام دہلی

ایڈیٹر سردار علی صابری

جلد ۱۷ — یوم اتوار ۱۰ نومبر ۱۹۴۶ء مطابق ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۶۵ ہجری — نمبر ۲۶۳

قائداعظم کو پیر صاحب مانکی شریف کی معرفت وزیری قبائل کا اہم خط

مدہ خیل قوم وزیری کے سردار ملک اور سلطان خان نے حضرت پیر صاحب مانکی شریف کو ایک خط بھیجا ہے جس میں عقیدتمندی ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہم آپ کے مرید ہیں چونکہ آپ نے مسلم لیگ کی حمایت میں کمر باندھی ہے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم آپ کی پیروی میں پاکستان کے لئے سر و مال قربان کریں آپ ہماری طرف سے قائداعظم اور جملہ مسلمانان ہند کو یقین دلادیں کہ وزیرستان کے تمام لوگ پاکستان کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کو تیار ہیں اور قائداعظم کا ہر حکم بسر و چشم منظور کریں گے جو مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وہ دیں ہم اسلامی حکومت چاہتے ہیں اور ہندوؤں اور انگریزوں کے ساتھ اس سلسلہ میں ہر قسم کے مقابلہ کے لئے تیار ہیں

(عبدالحکیم خادم مانکی شریف)

اجلاس بمبئی

منعقدہ ۱۲؍دسمبر ۱۹۴۵ء

تقریر: حضرت مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری

رُکن، آل انڈیا سنی کانفرنس

سیاسیات حاضرہ اور مسلمانان ہند

از جناب لیاقت حسین صاحب سکرٹری مجلس کمیٹی اگرڈی پاڑہ بمبئی

"سیاسیات حاضرہ اور مسلمانان ہند" کے عنوان پر ۱۲؍دسمبر ۱۹۴۵ء کو اگر پاڑہ بمبئی کے عظیم الشان جلسہ میں ہندوستان کے مشہور عالم و فاضل شیخ التفسیر حضرت مولانا شاہ محمد عارف اللہ صاحب قادری میرٹھی نے ایک زبردست تقریر فرمائی جس میں زمانہ نبوت اور دور خلافت و حکومت سلاطین اسلام کے تاریخی حالات کی روشنی میں یہ ثابت فرمایا کہ ہر عہد میں پاکستان قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور بحالات موجودہ اسلامی طرز پر زندگی گذارنے کا طریقہ صرف حصول پاکستان ہے اور تاریخ ہند کا وہ دور یاد دلایا جب اسلامی حکومتوں نے غیر مسلمین کو ضرورت سے زیادہ آسانیاں بہم پہونچائیں اور یقین دلایا کہ جس طرح پاکستان مسلمانوں کے لئے ضروری ہے اسی طرح غیر مسلموں کے لئے بھی نفع بخش ہے علامہ ممدوح نے یہ بھی فرمایا کہ ۱۹۲۰ء و ۱۹۲۱ء میں مسلمانان ہند نے خلاف شریعت اتحاد مشرکین کا وہ نظارہ پیش کیا جو اپنی مثال آپ ہے لیکن ہندؤں نے اس کے جواب میں شدھی اور سنگھٹن کے جراثیم پھیلائے ذبیحہ گاؤ بند کرانے کی کوشش کی مساجد و قرآن کریم کی توہین کی گئی۔ یہی نہیں بلکہ اپنی ڈھائی سالہ وزارتوں میں وہ بے پناہ مظالم ڈھائے جو اپنی وحشت و بربریت کی بنا پر ناقابل فراموش ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر چند ضمیر فروش اور غدار قوم مسلمانوں کے علاوہ کوئی خوددار مسلمان کانگریس میں شرکت نہیں کر سکتا۔ یہ بھی بتایا کہ ہندوستان کے علماء و مشائخ کی اکثریت مسلم لیگ کی حمایت میں ہے۔

حضرت علامہ ممدوح نے نظریۂ قومیت پر بھی روشنی ڈالی اور بتایا کہ مسلمان قوم کی تعمیر وطن نسل رنگ زبان وغیرہ امتیازات کو چھوڑ کر دین سے ہوتی ہے۔ آخر میں نوجوانوں کو خاص طور پر مخاطب بنایا اور طلباء مسلم یونیورسٹی علی گڑھ و فیض عام کالج میرٹھ کو بطور مثال پیش فرماتے ہوئے صوبائی انتخابات میں زیادہ سے زیادہ کام کرنے کی ہدایت فرمائی جلسہ صلوٰۃ و سلام کے فلک شگاف نعروں پر ایک بجے شب کو ختم ہوا۔

عکس، دبدبۂ سکندری شمارہ ۳۱ دسمبر ۱۹۴۵ء

عُرسِ اعلیٰ حضرت بریلوی
اور
تائیدِ تحریکِ پاکستان

تقریر:۔ حضرت صدر الشریعۃ مولانا امجد علی مصنّف بہارِ شریعت

اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے پچیسویں عرس مبارک منعقدہ ۲۳۔۲۵ صفر ۱۳۶۵ھ/ ۲۸۔۳۰ جنوری ۱۹۴۶ء کو بریلی شریف میں حضرت صدر الشریعۃ اور حضرت صدر الافاضل نے مسئلۂ پاکستان پر جو پُرزور تقاریر فرمائیں ان کا ضروری حصہ اخبار دبدبۂ سکندری مطبوعہ ۵ افروری ۱۹۴۶ء میں محفوظ ہے، اسی موقر جریدہ سے لے کر ذیل میں درج کی گئی ہیں۔

(۱)

"....کانگریس فتنۂ عظیمہ ہے وہ ہندوستان سے مسلمانوں کے استیصال کا ارادہ کرچکی ہے اس کی سب سے بڑی آواز یہی ہے۔ یہی اس کا سوراج ہے یہی اس کی آزادی ہے ہم ہمیشہ سے مسلمانوں کو اس کے دام تزویر سے بچانے کی سعی کرتے رہے اور اسکی اسلام دشمنی کا بیدریغ اظہار کرتے رہے۔ خلافت کمیٹی کے زمانے میں مسلمانوں کی بہت سی جماعتیں اس کے تملق وچاپلوسی سے دھوکہ کھاکر ان کے دام فریب میں آگئیں تھیں۔ مگر روزمرّہ کے تجربوں نے ان کی آنکھیں کھول دیں اور جو بات ہم بتاتے تھے ان کے معاینہ میں آگئی اور وہ ہندو جو اس وقت محبت کے پردہ میں دشمنی کرتا تھا اب بالاعلان مقابل ہے اور کانگریس

اس بات کی مدعی ہے کہ وہ تمام ہندوستان کی خود ہی نمائندہ ہے اس باطل دعوے کی تائید کرنے کے لئے اس نے وہی مولوی حاصل کئے ہیں جنہوں نے خدا و رسول سے غداری کی تھی اور جو طمع زر میں آج مشرکین ہند کی زبان بنے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے دام تزویر میں پھانسنا چاہتے ہیں انتخابات کے موقعوں پر وہ کوشش کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا توساتھ نہ دیں کانگریس کی حمایت کریں۔ کانگریسی امیدوار کو کامیاب بنائیں علمائے اہل سنت مسلمانوں کو اس فریب کے جال میں پھنستا دیکھ کر صبر نہیں کر سکتے اس لئے ہم مدت سے اعلان کر رہے ہیں اور ہماری تمام سُنّی کانفرنسیں جو ملک کے گوشہ گوشہ میں ہر ہر صوبہ میں قائم ہیں۔ کانگریس کے مقابلہ میں پوری جدوجہد کر رہی ہیں چنانچہ پچھلے الیکشن میں ان کانفرنسوں کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور کانگریس کو شکست ہوئی۔ سنی کانفرنس کی کوششیں بہت مفید ثابت ہوئیں اس وقت ہم پھر یہی اعلان کرتے ہیں کہ مسلمان کانگریس کو اور کانگریس کے کھڑے ہوئے امیدوار کو کانگریس کی حامی جماعتوں جمعیت علماء دیوبندی پارٹی مولوی حسین احمد کے زیراثر طوفان برپا کر رہی ہے اس کے علاوہ احرار و خاکسار نیشنلسٹ وغیرہ جن سے کانگریس کو مدد یں پہنچ رہی ہیں یا جو کانگریس کی ہوا خواہی میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں مسلمان ہرگز ان کی فریب کاری میں نہ آئیں۔

حضرت مولانا کی تقریر بڑی غور سے سنی گئی اور اس اجتماع عام میں ہر فرد بشر گہری عقیدت کے جوش میں وارفتہ تھا بار بار تحسین و مرحبا اور تکبیر کی صدائیں بلند ہوتی تھیں اور مسلمان جو پہلے سے اپنے علماء کی ہدایت کے منتظر تھے اس رہنمائی کے بعد مطمئن ہو گئے۔ انشاء اللہ ان میں سے کوئی بھی کانگریس کی تائید نہ کرے گا بلکہ سب اس درس کے مبلغ ہو گئے جو دوسروں کو بھی یہ پیام پہنچائیں گے اور اپنی پوری قوت سے مسلمانوں کو کانگریسیوں کے پھندے میں آنے سے روکیں گے۔"

(۲)

تقریر:- حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی

ناظمِ اعلےٰ آل انڈیا سُنّی کانفرنس

حضرت صدر الشریعت کی تقریر کے بعد حضرت صدر الافاضل نے ان کی تائید فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ "الیکشن کے معاملہ میں ہماری اجتماعی کوشش یہی ہے کہ کانگریس کو ناکام کر دیا جائے ہم اس کی خدمت کو مسلمانوں کے حق میں نافع سمجھ کر رضائے الٰہی کے لئے انجام دیتے ہیں مسلم لیگ کو اس سے فائدہ پہنچے تو ہم اس کے امتنان یا شکرگزاری کے متمنی نہیں ہیں جو تحریک مسلمانوں کے نفع کیلئے ہو مسلمانوں کی ہمدردی و محبت سے اس کی تائید ضروری ہے اس کے بعد آپ نے پاکستان کے مسئلہ پر بہت واضح اور مدلل تقریر فرمائی اور بتایا کہ پاکستان کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستان کے ایک حصہ میں ایسی اسلامی حکومت قایم کی جائے جو شریعت طاہرہ کے آئین اور فقہی اصول کے مطابق ہو، مسلمان یہ عزم کرلیں تو دنیا کی کوئی طاقت ایسی حکومت قائم ہونے سے روک نہیں سکتی اگر آپ کو پاکستان حاصل کرنا ہے تو آپ اسلامی زندگی حاصل کیجئے اور اسلامی قوانین کے خود پابند ہو جایئے اپنے گھر والوں کو پابند کیجئے، تب محلہ والوں پر ان کی بات کا اثر ہو گا۔ پاکستان حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ ظاہر و باطن سے اسلام کے فدائی ہوں اور آپ کے عمل اور آپ کی وضع بتاتی ہو کہ جو مطالبہ آپ کی زبان پر ہے اس کا جذبۂ صادقہ آپ کی رگ و پے میں سرایت کر چکا اور جب آپ کا اس جوشِ صادق کے ساتھ عزم راسخ ہو تو پھر پاکستان کا کوئی بھی رد کرنے والا نہیں۔

اس تقریر کی دل کشی نے مجمع کو مست بنا دیا اور ہر شخص پاکستان کے جذبہ میں سرشار نظر آرہا تھا۔"

مطالبۂ پاکستان سے متعلق
آل انڈیا سُنّی کانفرنس
کا تاریخی فیصلہ

آل انڈیا سنی کانفرنس کا فیصلہ

از حضرت صدر الافاضل استاذ العلما جناب
مولانا محمد نعیم الدین صاحب ناظم آل انڈیا
سنی کانفرنس - مراد آباد یو-پی

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مخصوص ارکان کی ایک جمعیت وزارتی مشن کی تجاویز اور وائسرائے اور کمانڈر انچیف کی تقریروں پر غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہونچی ہے کہ ان تجاویز میں نہ مسلمانوں کے خطرات کا کوئی شافی علاج ہے نہ اس آزادی میں ان کے لئے کوئی بہتری نظر آتی ہے۔ لہٰذا ہماری تسلی بغیر پاکستان کے نہیں ہو سکتی۔ پاکستان کے متعلق یہ اعتراض کہ وہ دو ریاستوں پر مشتمل ہوگا اور ان کے درمیان صدہا میل کا فاصلہ ہوگا اس صورت میں ایک پاکستانی ریاست دوسری پاکستانی ریاست سے تعلقات قائم رکھنے اور نامہ و پیام جاری رکھنے میں درمیانی غیر حکومت کی موافقت اور حسنِ سلوک کی محتاج ہوگی اس اعتراض نے ہمیں یہ بتایا کہ ہم اپنے مطالبۂ پاکستان میں اتنا اضافہ اور کریں کہ ان دونوں ریاستوں کے مابین مواصلت قائم کرنے کے لئے بقدر ضرورت رقبہ ہمیں اور بھی ملنا چاہیئے۔ معترض کے اشارے کا شکریہ۔ سنی کانفرنس ہرگز پاکستان سے دست بردار نہ ہوگی۔

اگر بالفرض مسٹر جناح مطالبۂ پاکستان سے دست بردار ہو بھی جائیں تو بھی سنی کانفرنس اس میں ان کی موافقت نہ کریگی اور اپنا مطالبۂ پاکستان ضرور حاصل کرے گی مسلمانوں کا یہ حق ہو کر رہے گا۔ وزارتی مشن نے یہ صاف نہیں کیا کہ ہندو گروپ کے صوبجات میں مسلمان اقلیت کے جان مال عزت آبرو دین مذہب زبان تہذیب کی حفاظت کون ضامن ہوگا؟

اخبار دبدبۂ سکندری رامپور نمبر ۲۲ جلد ۸۴
مطبوعہ ۱۰ جون سنہ ۱۹۴۶ء

سُنّی کانفرنس پھپوند (ضلع اٹاوہ) منعقدہ ۱۱ فروری ۱۹۴۶ء

زیرِ صدارت: حضرت مولانا ابو المحامد سیّد محمد محدّث کچھوچھوی

تقاریر: حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدّین مراد آبادی

حضرت مولانا محمّد عبد الحامد قادری بدایونی

گذشتہ صفحات میں مذکورہ بالا سنّی کانفرنس کا خطبہ صدارت سیّد مصباح الحسن مودودی درج ہو چکا ہے۔ اس اجلاس کی دو اہم تقریروں کا خلاصہ جو مولانا اعزاز حسین، ناظم سنّی کانفرنس پھپھوند (ضلع اٹاوہ) نے قلمبند کیا تھا، درج ذیل ہے۔

"سنّی کانفرنس پھپھوند کا آخری شاندار اجلاس ۱۱ فروری ۴۶ء کو بعد نماز عشا شروع ہوا۔ حاضرین کی تعداد ہزارہا تھی .... حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی (ناظم اعلیٰ، آل انڈیا سنی کانفرنس) نے اپنی فاضلانہ تقریر میں مسلمانوں کو بتایا کہ وہ احکام اسلام کی پابندی کرتے ہوئے پاکستان کے حصول کی کوشش کریں اور اپنے اندر اسلام کی اطاعت کا جذبہ پیدا کریں اگر مسلمان دینِ متین کا جذبہ پیدا کر کے متحرک ہو گئے تو مستقبل قریب میں پاکستان کا مل جانا دشوار نہیں اس کے بعد آپ نے کانگریس کی ہندوانہ ذہنیت پر تبصرہ فرمایا۔ آپ کے بعد حضرت صدر الشریعت مولانا امجد علی صاحب مفتی اعظم نے اہلِ سنت کی تفسیر اور اتحاد و اتفاق پر زبردست تقریر فرمائی۔

تمام مجمع حضرت مولانا شاہ محمد عبد الحامد صاحب قادری بدایونی (پروپیگنڈہ سکرٹری

آل انڈیا سنی کانفرنس) کی تقریر کے لئے مضطرب تھا اور برابر تقاضے کئے جارہے تھے کہ حضرت ممدوح تقریر فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے کپتان عبدالرشید صاحب کی رہائی کے مطالبہ کا رزولیوشن اپنی پُرجوش تقریر کے ساتھ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ حکومت نے کپتان عبدالرشید کی سزایابی کے معاملہ میں جو نا عاقبت اندیشانہ طریقہ اختیار کیا ہے وہ مسلمانانِ ہند میں ہیجان عظیم پیدا کر رہا ہے اور عام وخاص طور پر ہر مسلمان اپنے ایک خادم بھائی کی اعانت کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہے میں مسلمانوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اس معاملہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کے قائد کے احکام کا انتظار کریں کیونکہ انتخابات کی مہم کا کام ہنوز سر پر ہے اسے کامیاب بنانا سب سے مقدم ہے۔

آپ کی تقریر کے بعد حضرت مولانا سید محمد اشرفی صاحب محدث مدظلہ (صدر آل انڈیا سنی کانفرنس) نے اپنا خطبہ ارشاد فرمایا جس میں پاکستان پر قوی ترین دلائل تھے کانگریس اور اس کے کارندوں پر تنقید فرماتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ حلقہ جات میں کانگریس کو ہزیمت دینے کی ہر ممکن سعی کریں آل انڈیا سنی کانفرنس اور اس کے تمام کارکنان اپنی تمام تر کوششیں حلقہ جات انتخابات میں کانگریس کی مخالفت میں صرف کر رہے ہیں۔

حضرت کے خطبہ کے بعد مولانا مصباح الحسن صاحب مدظلہ، نے حضرات علماء مشائخین کا شکریہ ادا کیا۔ اہم تجاویز منظور ہوئیں۔ ۱۲ فروری کو تمام اکابر علماء واپس ہوئے۔"

(اخبار دبدبۂ سکندری رامپور مطبوعہ ۱۸ مارچ ۱۹۴۶ء، ص ۶)

اجلاس انجمن نعمانیہ ہند لاہور

منعقدہ ۳ مئی ۱۹۴۶ء بمقام شاہی مسجد

زیرِ صدارت :- حضرت خواجہ محمد قمر الدین، سجادہ نشین سیال شریف

فخرِ ملت مولانا عبد الحامد بدایونی، ناظم نشر و اشاعت آل انڈیا سنی کانفرنس کی تقریر کا خلاصہ

۳ مئی ۱۹۴۶ء کو شاہی مسجد، لاہور میں مرکزی انجمن نعمانیہ ہند کا ساٹھواں سالانہ اجلاس شروع ہوا، صدارت کے فرائض حضرت صاحبزادہ خواجہ محمد قمر الدین، زیب آستانہ سیال شریف نے انجام دیئے، مولانا عبد الحامد قادری بدایونی نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہندوستان کے مسلمانوں کی تمام خرابیوں کا واحد حل قیام پاکستان میں مضمر ہے۔ پاکستان دس کروڑ مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال بن چکا ہے ہم آزادانہ زندگی بسر کرنے کے لئے یا تو پاکستان حاصل کریں گے اور یا مٹ جائیں گے دو ٹوک فیصلہ کی گھڑی آپہنچی ہے ہم پاکستان کی راہ کے ہر روڑے کو ہٹا دینے کا عزم بالجزم کر چکے ہیں۔ وزارتی مشن کو تنبیہ کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا اگر دس کروڑ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت (مسلم لیگ) کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کے نتائج نہایت المناک ہوں گے۔"

۴ مئی کو انجمن نعمانیہ کے سالانہ اجلاس کی نشست اسلامیہ کالج کے میدان میں منعقد ہوئی۔ حضرت پیر صاحب مانکی شریف (صوبہ سرحد) نے سہ پہر کی نشست کی صدارت کی اس اجلاس میں مولانا عارف اللہ صاحب میرٹھی اور مولانا عبد الحامد صاحب بدایونی نے تقریریں کیں۔"

(اخبار دبدبہ سکندری رامپور، مطبوعہ ۱۱ مئی ۱۹۴۶ء، ص ۵)

سُنّی کانفرنس شاہجہان پور (یوپی)

منعقدہ جمادی الثانی ۱۳۶۵ھ / مئی ۱۹۴۶ء

تقریر :- حضرت مولانا مفتی محمد دانش علی فریدی صدر مدرس مدرسہ فیض عام شاہجہانپور

جس پاک مقصد کے لئے ہم اور آپ یہاں جمع ہوئے ہیں وہ نہایت ہی اہم ہے. ضرورت ہے ہندوستان میں سُنیت کی تبلیغ و اشاعت کرنے والی پہلی یہ جماعت ہے میرا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس سے قبل آپ حضرات اپنے اس فریضے کو بھولے ہوئے تھے یہ بھی مطلب نہیں کہ قبل ازیں تبلیغ مفقود تھی بے شک کسی زمانہ میں ہماری تبلیغ کا سلسلہ منقطع نہ تھا یہ مقدس کام حاملان دین متین ہمیشہ انجام دیتے رہے ہاں ضرور تھا کہ پیشتر یہ سب کچھ انفرادی طور پر ہوتا رہا ممکن ہے کہ ازمنۂ ماضیہ کے لئے وہی طریقہ انسب ہو مگر اب وہ زمانہ نہیں رہا. آج جبکہ دنیا کا ہر فرقہ منظم ہے عالم میں انقلاب کی آندھیاں چل رہی ہیں جو نہ صرف ملکوں کو بلکہ قوموں کو اپنے طوفانی تھپیڑوں میں لے کر تباہ و برباد کرنا چاہتی ہیں. ہمیں اس نازک دور میں طوفانی کشمکش میں اپنا سچا مذہب و ملت باطل کے اختلاط سے بچا کر محفوظ رکھنا ہے اپنی تہذیب کلچر. روایات دنیا کی تمام قوموں اور مذہبوں سے ممتاز رکھنا ہے. دنیا کی ہر قوم عالم کا ہر فرقہ اپنی اپنی تنظیم کر رہا ہے اپنی پوری قوت کے ساتھ حوادثات زمانہ کا مقابلہ کرنے کو تیار ہے ہندو ایک طرف اپنی طاقت بڑھا رہا ہے اور چاہتا ہے

کہ مسلم اقلیت کو اپنی اکثریت کے معدہ میں متحدہ قومیت کا چورن کھا کر ہضم کر جائے دوسری طرف ایک وہ فرقہ بھی ہے جو ہمارے ہی بھائیوں کا ہے ان میں ہمارا ہی عمل دور رہا ہے کوتاہ فہمی نے انہیں باطل عقائد کا شکار بنا دیا ہے ہدایت کے سیدھے راستہ سے ہٹ کر گمراہی پر مجتمع ہو گئے فرعونی وقارونی طاقتوں کی حمایت بھی انہیں حاصل ہو گئی ہمارے مدمقابل منظم ہو کر آگئے کھلم کھلا ہم کو گمراہ کہہ کر عامۃ المسلمین میں ضلالت و بے دینی پھیلانے کی شرمناک کوشش کر رہے ہیں عامۃ المسلمین ان کی مقدس صورتوں سے دھوکہ کھا رہے ہیں۔ گمراہ اور کور باطن فرقہ ایک حد تک عام اور جاہل مسلمانوں میں اپنی علامیت و تشیخ تقدس و تورع خطابت و کتابت کا سکہ جمانے میں کامیاب بھی ہو گیا ہے تیسری طرف وہ گروہ ہیں جو مسلمان ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں مگر سچے مسلمانوں عاملان سنت نبویہ کو کافر سمجھتے ہیں برا بھلا کہتے ہیں۔ زبان طعن و تشنیع دراز کرتے ہیں تہذیب جدیدہ اور علوم مشرقیہ کے بل بوتے بہت کچھ گمراہ کن اور مہلک پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ اور سب کے سب منظم ہیں اگر کوئی فرقہ غیر منظم تھا تو وہ جس کی مرادایں تنظیمی پروگرام مضمر ہے۔

آج جبکہ آزادی ہند کا مسئلہ درپیش ہے وہ دن قریب ہے کہ قومی حکومتیں بنائی جائیں۔ قومی حکومت کا ٹھوس ضروری اور منصفانہ مطالبہ کرنے والی جماعت صرف مسلم لیگ ہے جس نے نہایت بیدار مغزی کے ساتھ عامۃ المسلمین کے جذبات کی صحیح ترجمانی کی ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ قومی حکومت بنے گی اور ضرور بنے گی خواہ مسلمانوں کو قربانیاں دینی پڑیں۔ خون بہانے کی ضرورت پیش آئے۔ بدر اور احد کا خاکہ دوبارہ مرتب کرنا ہو۔ پانی پت کا میدان سر کرنا ہو بہر حال مسلمان پاکستان حاصل کرنے کے لئے سب

کچھ کر سکتا ہے۔ بحمد اللہ مسلمان مرنا بھی جانتا ہے اور جینا بھی۔ وہ حصول پاکستان میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے سے دریغ نہ کرے گا۔ کیونکہ پاکستان ہی میں مسلمانوں کی آزادی کا راز مضمر ہے۔ ہندوستان میں اسلام بغیر پاکستان کے آزاد نہیں رہ سکتا ہے تبلیغ سنت کے لئے پاکستانی اسلامی حکومت کا قیام از حد ضروری ہے تاکہ جمہوری حکومت ہو فقہی قانون۔ خدائی رواج ہو۔ ہر رنگ پر سُنیت کی بہار، رحمت کی پھوار ہو۔ آزاد ہندوستان میں آزاد جمہوری مملکت ہی اس کی ضامن وکفیل ہو سکتی ہے۔ مسلم ہند کا فریضہ ہے کہ ہر گراں سے گراں قیمت پر پاکستان کا سودا خریدنے کے لئے کمر بستہ رہے ہم حق پر ہیں خدا ہمارے ساتھ ہمارا مطالبہ کم سے کم ہے۔ منصفانہ ہے خدا بھی ہماری ضرور مدد کرے گا انشاء اللہ ورسولہ ہم اس مقدس نصب العین کو حاصل ہی کر کے ہی دم لیں گے۔

ہندو ہماری آزادی کا مخالف ہے وہ مہا سبھائی ذہنیت رکھتا ہے رام راج کے قیام کے خواب دیکھ رہا ہے۔

ہر طرف سے مخالفت کا ہجوم جو سیاسی وتمدنی ٹیٹوں کی آڑ ے کر دین بیضا کو شکار کرنا چاہتے ہیں علمائے اہل حق نے اس ماحول کی بنا ضی کی عالم باعمل حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب فریدی سمتی پوری مدظلہ نے بدایوں اور بریلی کے علماء کے بچھڑے ہوئے دل ملانے کی کامیاب کوشش کی جس کا نتیجہ آج ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین صاحب کی کوششوں نے حضرت محدث اعظم سید محمد صاحب کچھوچھوی کی امداد نے حاملان سُنیت کا منتشر شیرازہ مجتمع کیا اور سب کو ایک مرکز پر متحد کر دیا جس کا پہلا اجلاس خطیب شہر حضرت مولانا عبد الحامد صاحب بدایونی کی کوششوں سے نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ مجھے انتہائی خوشی ہے کہ ہمارا تنظیمی دور نہایت کامیابی کے ساتھ شروع ہو کر ترقی کی راہ

میں گامزن ہورہا ہے پر آشوب اور پر فتن زمانے میں ضروری تھا کہ اسلامیان ہند کی سیاست کے علاوہ ایک ایسی مذہبی تنظیم قائم ہو کہ جو آفتاب نبوت کی روشنی میں عام مسلمانوں کو سیاسی و مذہبی راستہ دکھائے مفاد عامہ پر دینی نقطۂ نظر سے غور کرے اُن کے فلاح و بہبود کے لئے کوشاں ہو۔ سنتے ہیں کہ اتحاد کسی زمانے میں مسلمانوں کا حصہ تھا کہتے ہیں کہ اتفاق وحدت کو مسلمانوں کے علاوہ کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ مسلمان حکمار کا قول ہے کہ خدا کی وحدانیت اور کعبۃ اللہ کی مرکزیت نے دراصل لونی و قبائلی امتیازات کو مٹاکر اصل انسانی وحدت کی خبر دی ہے اسی اتحاد کے بل بوتے پر ہم نے دنیا کے اکثر حصے پر حکومت کی ہے اور ہندوستان پر بھی۔ تفرق و انتشار کبھی ہندوؤں کا طغرائے امتیاز تھا۔ اسی بنیاد پر ہم ہمیشہ ان پر خدا کا نام لے کر فتحیاب ہوتے رہے اب یہ اخوت و اتحاد خواب خرگوش ہو گیا ہندو ہم سے زائد منظم ہے ہماری ایک ایک کر کے اچھی عادتیں اس نے اختیار کرنا شروع کر دیں ہم ان کو بھلاتے گئے۔ نتیجہ ہمارے سامنے ہے جن پر کل ہم حاکم تھے اُن کی ورثائیں آج ہمارے سروں پر مسلط ہیں علی الاعلان ہم پر مظالم ہو رہے اور ہو چکے ہیں۔ علی گڑھ بھجو ڑی جھانسی کے واقعات تازہ دل و جگر میں خراش پیدا کر رہے ہیں مسجدوں کی بے حرمتی ہو رہی ہے۔ ہم سُن کر سوائے افسوس کرنے یا چند غلامانہ تجویزیں پاس کرنے کے اور کچھ نہیں کر سکتے۔ دوہری غلامی محیط ہے ایک انگریز کی دوسرے ہندو کی ایک مشرک دوسرے اہل کتاب ایک وزارت دوسرے سامراجی ذہنیت کی شہنشاہیت یہ لعنت ہم پر کیوں ہے، غلامی کا جوا ہماری گردنوں پر کس لئے ہے جواب ایک اور صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ ہم صرف نام کے مسلمان ہیں نہ ہمارے اعمال و افعال ہی ٹھیک ہیں اور نہ تنظیم ہی درست ہے۔

پس اگر ہم شعائر اللہ کی حرمت چاہتے ہیں تو اعلائے کلمۃ اللہ کر کے مسلمانوں کو باعمل بنائیں اگر ہم ماضی کی تاریخ دہرانا چاہتے ہیں کھوئی ہوئی عظمت واپس لینا چاہتے ہیں تو ہمارا

اولیں فریضہ ہے کہ ہم خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر سر جھکائیں اور دوسروں کو اس طرف متوجہ کریں۔ سنی کانفرنس اسی مقصد کے لئے قائم ہوئی ہے کہ فرزندان توحید کو حبل اللہ کے رشتہ میں جکڑ کر باعمل بنا دے اقتصادی و مذہبی کمزوریوں کا قلع قمع کرے مدنی نبی کی عزت و عظمت کا سکہ دل کی گہرائیوں میں جما دے انسانوں کی گردنیں خداوند قدوس کے دربار میں جھکا کر دنیا و مافیہا پر سربلند کر دے موجودہ انقلابات کے طوفان سے دین فطرت کو محفوظ رکھے۔ آخر میں فرزندان توحید سے گذارش ہے کہ وہ اپنے مذہب و ملت کو ترقی دینے میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ سنی کانفرنس کے زعماء و علماء کے احکام پر اپنا سر جھکائیں اور جماعت کو وسیع بنانے میں اپنی امکانی کوششیں صرف کر دیں وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

(اخبار دبدبۂ سکندری رامپور، ۲۷ مئی ۱۹۴۶ء، ص ۶، ۷)

اجلاس سُنّی کانفرنس

پھپوند منعقدہ ۲۰- مئی ۱۹۴۶ء

زیر صدارت :- پیرزادہ حضرت بشیر میاں صاحب خیرآبادی

مجاہد ملّت مولانا عبد الحامد بدایونی، ناظم نشر واشاعت آل انڈیا سنی کانفرنس کی تقریر کا خلاصہ

نوٹ : سُنّی کانفرنس پھپوند کے اس اجلاس میں مولانا سید مصباح الحسن زیب آستانہ پھپوند نے مولانا بدایونی سے فرمایا کہ آل انڈیا سُنّی کانفرنس، بنارس کی پاس کردہ تجاویز، مسائلِ حاضرہ اور وزارتی ڈیلی گیشن کی سفارشات نیز مسئلہ پاکستان پر اہل سنت و جماعت کے موقف پر روشنی ڈالیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی تقریر میں جو ارشاد فرمایا، اسے مولانا سید اعزاز حسن، سیکرٹری ڈسٹرکٹ سُنّی کانفرنس پھپوند نے ضبط تحریر میں لاکر طبع کروادیا۔

مسنونہ خطبہ کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا "آل انڈیا سُنّی کانفرنس چاہتی ہے کہ مشائخ و علمائے اہلِ سنت میں باہمی ارتباط پیدا ہو ہماری خانقاہوں کو تبلیغ و اشاعت کا مرکز بنایا جائے بزرگوں کے اعراس سے ہر مرید ایک جذبۂ دینی لے کر جائے۔ مدارس دینیہ منظم ہوں عنقریب (آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے مجوزہ پروگرام کے مطابق) ایک دار المبلّغین بدایوں میں کھولا جائے گا جہاں سے مبلغین تیار کر کے مختلف قطعات میں روانہ کئے جائیں گے۔

آل انڈیا سنی کانفرنس مسائل حاضرہ میں مذہبی حیثیت سے راہنمائی کرے گی ہماری کانفرنس بنارس میں اسلامی حکومت کے قیام کے لئے طے کر چکی ہے کہ اکثریت والے صوبجات

میں صرف وہی حکومت اسلامی حکومت کہی جا سکے گی جو قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق بنائی جائے اور ایسی حکومت کے حصول کے لئے ہمارا ہر شیخ طریقت اور عالم ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہے۔ مسئلہ پاکستان پر حضرت ممدوح نے اپنے خاص انداز میں روشنی ڈالی۔

آخر میں آپ نے فرمایا مجھے بکثرت احباب وزارتی کمیشن کی سفارشات پر استصواب کر رہے ہیں چونکہ آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر (قائد اعظم) نے ہنوز کوئی بیان نہیں دیا ہے۔ اس لئے میں فی الحال اس پر زیادہ تفصیل سے کہنا مناسب نہیں سمجھتا۔ لیکن ذاتی طور پر میں اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ مشن مسلمانوں کو اپنے گورکھ دھندے میں پھانسنا چاہتا ہے۔ مشن کی سفارشات کرپس مشن سے بھی بدتر ہیں، کہیں کہیں مشن نے مسلمانوں کے آنسو پونچھنے کی مضحکہ خیز کوشش کی ہے نہ تو مطالبۂ پاکستان ہی تسلیم کیا گیا ہے نہ مسلم لیگ کے پیش کردہ دوسرے اہم اجزاء پر دیانتداری سے (توجہ) کی گئی ہے۔ اکثر و بیشتر کانگریس کی ترجمانی کرتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندو زعماء کے پورے کے پورے الفاظ صفحات پر نقل کر دیئے گئے ہیں۔ سفارشات حد درجہ گمراہ کن ہیں البتہ جماعتی حیثیت سے مسلم لیگ کا جو بھی فیصلہ ہوگا اس پر عمل کیا جانا ضروری ہوگا۔ مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی اور کونسل کی میٹنگوں میں یقیناً اس سفارشات پر بحث لائی جائے گی۔

مسلمانوں کی سیاسی زندگی کے لئے پاکستان کے سوا کوئی دوسرا طریقہ حکومت قابل عمل نہیں ہو سکتا۔ مسلمان اس راہ میں ہر مصیبت کے لئے تیار ہیں۔

حضرت خطیب اعظم کی وجد آفریں تقریر نے سامعین کے قلوب پر اپنے گہرے تاثرات قائم کر دیئے آپ بمعیت مولانا قاضی یوسف حسن صاحب رحمانی ۲۱ مئی کو فیروز آباد کے جلسۂ مسلم لیگ کی شرکت کے لئے پھپوند سے واپس ہوئے۔

(اخبار دبدبۂ سکندری مطبوعہ ۱۰ جون ۱۹۴۶ء، ص ۶)

سُنّی کانفرنس کراچی منعقدہ ۱۲-۱۳ اکتوبر ۱۹۴۶ء

زیرِ صدارت :- مولانا قاری شاہ غلام رسُول قادری

مولانا عبدالحامد بدایونی کی تقاریر کا خلاصہ

از قلم: صاحبزادہ علمی القادری، نائب ناظم جمعیت سُنیہ، جامعہ قادریہ کراچی

حضرت مولانا الحاج شاہ عبدالحامد صاحب قادری بدایونی (پروپیگنڈا سیکرٹری آل انڈیا سنی کانفرنس) دامت برکاتہم نے اپنی ہر دو ولولہ انگیز تقاریر میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے دیرینہ نمائندوں کی بارہ تیرہ سالہ سیاسی و مذہبی خدمات اور تعاون خیر کی درخشندہ کامیابیوں کا تذکرہ فرمایا جو "مسلم لیگ" کو حاصل ہوئیں۔ دورانِ تقریر آپ نے غداران ملت کانگریسی مسلمانوں اور ہندو لیڈروں کی مسلم کش پالیسی پر تبصرہ فرماتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کو کانگریسیوں کے "کوئیٹ انڈیا" والے نعرے کو یاد رکھنا چاہیے جو موجودہ عبوری حکومت کے جلووں سے سوراج مانگنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کر رہا ہے، اور ہندوستان کی مقبول عام "اردو زبان" کی تخریب کے لئے آسان و سہل اردو تلفظ کی بجائے ہندی انتہائی ناگفتہ بہ تلفظات کو اس میں جبراً ٹھونسا جا رہا ہے۔ ہندو پاکستان کے بننے سے کیوں ڈرتے ہیں اس لئے کہ ان کو "افغانستان بابوں" سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں یہ سارے ہندوستان پر قبضہ نہ جمالیں مجھے تحریکِ خلافت کے لیڈروں سے گفت و شنید کرنے کا بھی موقع ملا ہے اور میں اُن کے ساتھ شریک کار رہا ہوں۔ یہ حضرات مولانا

شوکت علی و محمد علی نور اللہ مرقدہٗ کی جوتیوں کا صدقہ ہے جنہوں نے گاندھی کو سیاسی گر سکھلائے
علاوہ ازیں، میں ان نام نہاد مسلمانوں سے پوچھتا ہوں جو کہتے ہیں کہ "سُنّی کانفرنس"
کیوں بنی؟ میں دریافت کرتا ہوں کہ "جمعیت علمائے اسلام" کیوں بنی! جب وہ بنی تو یہ بھی
بنی۔ اور جمعیت العلماء اسلام کے صدر مولانا شبیر احمد عثمانی بن گئے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں
کہ جمعیت العلماءِ اسلام ایسے افراد پر مشتمل ہے جو پہلے کانگریس کے اجارہ دار رہ چکے ہیں۔
اس کے علاوہ اکثر علماء ایسی درس گاہ کے فارغ التحصیل ہیں جو کانگریسی ذہنیت کے نشوونما
کی حامل ہے۔ اور آج اس پر "ترنگا جھنڈا" لہرایا جا رہا ہے۔ مولوی حسین احمد جو خود کو
"مدنی" کہلواتا ہے، حرمین الشریفین میں اپنی زبان سے کہہ رہا تھا کہ "ہندوستان میں مرنا
اور کانگریسیوں کی خدمت کرنا جوارِ رسول میں مرنے اور مسجد نبوی میں درس دینے سے افضل
ہے (نعوذ باللہ من سوء العقائد)

اس کے برعکس میں بڑے فخر سے کہتا ہوں کہ "مسلم لیگ" کو معراج پر پہنچانے والے
خدا کے فضل سے "سنی کانفرنس" ہی کے دیرینہ نمائندے اور سربرآوردہ حضرات تھے اور
ہیں۔ مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی مرحوم کون تھے؟ میرے بھائی مولانا عبد الماجد قادری
بدایونی علیہ الرحمۃ کون تھے؟ مولانا فاخر علیہ الرحمہ کون تھے؟ یہ سب کے سب سنی کانفرنس
کے نمائندے اور "مسلم لیگ" کو پروان چڑھانے والے بہترین سیاسی لیڈر تھے۔ میں سب
حاضرین جلسہ سے دریافت کرتا ہوں تم بھی بولو۔ آیا سنی کانفرنس کے یہ اصول مثلاً "خانقاہی
اصلاحی نظام"، "دینی مدارس و مساجد کی تنظیم"، "مرکزی دار الافتاء و دار المصنفین" کا قیام بُرا
ہے؟ ——— سب حاضرین نے متفق ہو کر کہا "نہیں ہرگز نہیں"۔

تو پھر آپ سب کو میں وہی بات کہہ دینا چاہتا ہوں جو ایک ہفتہ قبل قائد اعظم سے
کہی تھی کہ اگر مسلم لیگ اپنے مطالبہ "پاکستان" سے ہٹ گئی تو کیا پروا، مگر آل انڈیا سُنی
کانفرنس ہرگز مطالبۂ پاکستان سے نہیں ہٹ سکتی اگر خدا نے چاہا اور اس کے مقدس

جیب کو منظور ہوا تو ہم ہر ممکن طریق پر پاکستان حاصل کر کے رہیں گے۔ میں آپ سب حاضرین سے دریافت کرتا ہوں کہ "قائداعظم" آپ کے امام ہیں؟ حاضرین نے کہا —— نہیں۔ کیا مذہبی پیشوا یا پیر ہیں؟ —— حاضرین نے کہا نہیں ہرگز نہیں۔ تو میں آپ کو بتلاؤں کہ وہ کیا ہیں۔ سن لو! "وکیل السیاستہ" قائداعظم سیاسی وکیل ہیں جو موجودہ فرنگی سیاست کے پیچوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔

آخر میں میں آپ سب سنی مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ اگر تمہیں پاکستان حاصل کرنا ہے تو اپنی مساجد کی تنظیم کرو اور خود نماز کے پابند ہو جاؤ اور جمعیت سنیہ کراچی کے ساتھ اشتراک عمل کرو۔

(دبدبۂ سکندری رامپور جلد نمبر ۸۴، شمارہ ۴۴/۴۵
مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۴۶ء ص-۳)

سُنّی کانفرنس کراچی منعقدہ ۱۲ — ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۸ء

زیرِ صدارت : مولانا قاری شاہ غلام رسول قادری

علّامہ محمّد عبد العلیم صدیقی میرٹھی کی تقریر کا خلاصہ

از قلم :- صاحبزادہ علمی القادری نائب ناظم جمعیت سُنّیہ جامعہ قادریہ کراچی

شیخ الملت، امیر الطریقت حضرت علامہ الحاج شاہ محمد عبد العلیم صاحب قبلہ صدیقی میرٹھی دامت برکاتہم نے تقریر فرمائی جو مسلم اور غیر مسلم دونوں طبقوں میں بے حد پسند کی گئی. آپ نے اپنے مخصوص طریقۂ تبلیغ سے قرآن و حدیث اور فلسفہ و سائنس کے جدید نظریہ پر نظام الٰہی کے عالمگیری اصول اطاعت پر نہایت ہی عمیق ترین محققانہ و فاضلانہ تقریر سے یہ ثابت کیا کہ موجودہ کانگریسی حکومت کے نظام عمل اور ہمارے پاکستانی نظام عمل میں ایک ایسا فلک پیما فرق ہے کہ جس کو ہم کسی صورت منظور نہیں کر سکتے. ہمارا پاکستانی نظام عمل ایک مافوق البشر کا لایا ہوا، سمجھایا ہوا، زمانہ ہائے ماضی، حال، مستقبل کے قدرتی قوانین پر مبنی ہے۔ دنیاوی حکومتوں کے قوانین لحہ بہ لحہ، روز و شب ترمیم و اضافہ کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں مگر اس مافوق الفطرت ہستی (یعنی حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا لایا ہوا قرآنی نظام عمل اور قوانین حکومت ترمیم و تنسیخ سے مبرّا، زمانہ ہائے ماضی و حال و مستقبل پر حاوی ہے۔

ایک پروفیسر صاحب لکھتے ہیں کہ گذشتہ آسمانی کتب اور الہامی لٹریچر جس پر یہود

و نصاریٰ اور دوسری غیر مسلم قوموں کو دعویٰ ہے کہ یہ واقعی آسمانی و الہامی کتب ہیں پورے وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا دین سچا اور ہماری کتابیں ہر نوعیت کے تغیر و تبدل اور ترمیم و تنسیخ سے پاک ہیں۔ جہاں تک میری تحقیق ہے (یعنی پروفیسر کی) میں بلا تردد کہتا ہوں کہ یہ خود ساختہ کتابیں "آثار قدیمہ" کے ہزارہا سالہ مدفونہ قلمی نسخوں کا فراہم کیا ہوا چربہ ہے؟

دنیاوی حکومتوں کے بڑے بڑے ماہر علوم فلکیات نجوم وغیرہ اپنی پیش گوئیوں پہ پورے وثوق سے کوئی "نظام حیات" نہیں مرتب کر سکتے۔ کہتے کچھ ہیں اور ہوتا کچھ ہے۔ لیکن ہمارے "قدرتی پاکستان" کا حقیقی بانی و علمبردار مانیطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ کی تائید خداوندی سے بنی نوع انسان کے لئے ایک مکمل نظام حیات پیش کر رہا ہے۔ ہمارے مشائخین و صوفیائے کرام جو "معرکۂ غدر" سے خانقاہوں میں بیٹھے ہوئے اپنے اعلیٰ جرنیلوں کی ہلاکت اور بہادروں کے ضائع ہونے کے تاسف میں خلوت نشین ہو گئے تھے، آج پھر نئی جانبازان اسلام کی فوج کو تعلیم و تربیت دے کر میدان میں لا کھڑا کیا ہے۔ کہاں گئے وہ طعنہ دینے والے؟ آئیں اور دیکھیں کہ ہمارے صوفیا و مشائخ نے اپنی روحانی قوت سے جو خاموش بیٹھے ہوئے خانقاہوں میں "پاکستانی لشکر" کی تعلیم و تربیت میں مشغول تھے کیا کام کیا ہے!

علامہ موصوف نے آیت ولا تسبوا الذین الخ کو استدلالاً پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارا خدا کسی کے مذہبی اوتاروں اور بزرگ ہستیوں کے سب و شتم کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ یہاں تو شمشیر عشق کے کارنامے ہیں بمصداق ؎

بسیار دیدہ ام کہ یکے راہ دو کرد تیغ　　شمشیر عشق بیں کہ دو تن را یکے کند

آج ہمارے خانقاہ نشین و مشائخین اور علمائے کرام و صوفیائے عظام اپنی مذہبی مرکزی تنظیم کے لئے اپنے منتشر شیرازے کو دامن اتحاد و تنظیم میں سمیٹنے کے لئے میدان عمل

میں تشریف لائے ہیں۔ اب میں اپنی تقریر کو ختم کرنے سے پیشتر "جمعیت سنیہ" کراچی کو آئندہ تعمیری پروگرام پیش کرتا ہوں۔ میں تمام بلاد اسلامیہ ممالک عربیہ کی سیاحت کر چکا ہوں مگر جتنی دینداری ہندوستان میں ہے اتنی کہیں نظر نہ آئی۔ یہ خدا کا فضل ہے لہٰذا جمعیت عالیہ سنی رضاکاروں کی تنظیم کا کام شروع کرے۔ زیادہ سے زیادہ تعداد میں جمعیت کے اراکین بنائے اور ہر محلہ کی مسجد کے ساتھ ایسے رضاکار بنائے جو اسلام کے بنیادی اصول خمسہ (روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ، کلمہ) پر حلف پابندی اٹھا کر خود بھی عمل کریں اور دوسروں کو بھی یہ دعوت عمل پہنچائیں۔"

(منقول از اخبار دبدبہ سکندری رامپور جلد ۸۴ شمارہ ۴۴/۴۵
مطبوعہ ۱۱ر نومبر ۱۹۴۶ء، ص ۳، ۴)

حضرت علامہ سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی

(صدر آل انڈیا سنی کانفرنس) کی تقریر

از قلم:- صاحبزادہ علمی القادری

نائب ناظم جمعیت سنیہ جامعہ قادریہ کراچی،

"راس المحدثین، رئیس المتکلمین حضرت علامہ الحاج سید محمد محدث صاحب قبلہ جیلانی کچھوچھوی (صدر اعظم آل انڈیا سنی کانفرنس) دامت برکاتہم العالیہ کہنے کو "تبلیغی کانفرنس انٹی سیتارتھ پرکاش" کے سلسلے میں کراچی تشریف فرما ہوئے. مگر جمہوریت اسلامیہ کے مشن اور صدر اعظم آل انڈیا سنی کانفرنس کی حیثیت سے مسلمانان کراچی سے جو خطاب فرمایا، وہ سنی کانفرنس ہی کے اغراض ومقاصد کے متعلق تھا. اس لئے حضرت صدر اعظم مدظلہ، کی بصیرت افروز تقریر دل پذیر کا کچھ ملخص جو تحت الشعور میں کم وبیش محفوظ ہے، سپرد قلم کرتا ہوں۔

حضرت صدر اعظم مدظلہ، نے اپنی صدارتی تقریر میں آیتہ ماکان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب کی نہایت عمدہ تفسیر فرماتے ہوئے حالات حاضرہ اور سیاست موجودہ پر لطیف انداز میں تبصرہ فرمایا. آپ نے فرمایا مجھے چند دیندار بھائیوں نے فضائل رسول پر کچھ بیان کرنے کی درخواست کی ہے اور چند لوگوں نے پاکستان کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کرنے کی التماس کی. مگر یہ اسٹیج تبلیغی کانفرنس کا ہے اور ماشاءاللہ تین دن سے جس قسم کی اپٹوڈیٹ تبلیغ اس اسٹیج پر ہو رہی ہے، وہ میں آج تین دن سے دیکھ رہا

ہوں اور دماغ میں نوٹ کر رہا ہوں! علاوہ ازیں اس سیاسی پلیٹ فارم پر جہاں اور لوگوں نے اپنے اصولوں کو خیر باد کہا ہے، مجھے بھی اپنے ان اصولوں کو علیحدہ رکھ کر قومی وملی اجتماعی نظریہ سے کچھ کہنا پڑے گا۔ اور میں نہیں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے اصول سمجھانے میں ایسی کونسی سخت مشکل آن پڑی کہ جس کے لئے کسی مذکر اور مؤنث کو نہیں چھوڑا جاتا ہے اسے بھی اسٹیج[1] پر لانا پڑتا ہے۔

آج عالم دنیا میں "امنِ انسانیت" کی تلاش ہے۔ بڑی بڑی سلطنتیں اپنی اقتصادی و مادیاتی تصرف "ایٹم بم" وغیرہ سے امنِ انسانیت کی لہر دوڑانا چاہتے ہیں مگر ان کی باہمی رقابت ہی نہیں سنبھلتی۔ ہر ایک اپنے اقتدار کو کام میں لانا چاہتا ہے۔ اور دنیا کا یہی دستور چلا آرہا ہے کہ اگر اُسے کتنی ہی فائدے کی بات تبلائی جائے مگر وہ اسے نقصان دہ ہی سمجھتی ہے۔

خدا کا محبوب کائنات کے بسنے والوں کو تبلا رہا ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں اور مخلوقاتِ ارضی و سماوی، چاند، سورج، مٹی، ہوا، پانی، آگ وغیرہ سب انسان کی خدمت گزاری اور فلاح و بہبود کے لئے خدمت گار مقرر ہوئے ہیں۔ تم ان کو اپنا حاکم مت تسلیم کرو اتنی قوت و استعداد پیدا کرو کہ یہ تمہارے محکوم ہو جائیں۔ جس وقت خدا کے محبوب نے یہ پیغام سنایا کہ اس وقت سورج نے یہ نہیں کہا کہ اچھا تم لوگوں کو ہماری پرستش سے باز رکھتے ہو، ہم مدینے پر نہیں نکلیں گے سورج تو اُن کے ادنٰی اشارے پر افقِ مغرب سے لوٹ کر چلا آیا۔ مگر سورج داس مانتے نہیں۔ چاند نے یہ نہیں کہا کہ تم لوگوں کو ہماری اطاعت سے منحرف کرتے ہو، ہم اب حجاز پر نہیں چمکیں گے۔ بلکہ چاند تو انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو گیا اور رام چندر مانتے نہیں۔ حضور نے اپنی انگلیوں سے جمنا کے مقدس پانی کی طرح نہریں بہا دیں۔ جمنا

---

[1] مسلم لیگ کے جلسوں میں بعض مقامات پر عورتیں بھی خطاب کرتیں۔ عورتوں کا مردوں کے ساتھ اس طرح بے حجابانہ اختلاط اور خطاب کرنا شرعی لحاظ سے قابلِ اعتراض ہے، حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی نے اس شرعی قباحت کی طرف اشارہ کیا۔ (مرتب)

نے ان کے غلاموں کو اپنے دامن میں پناہ دے کر اسلام کا جھنڈا گڑوایا۔ مگر جمنا داس مانتے نہیں۔ کفار عرب میں بھی یہی ضد کا مادہ تھا۔ کتنے ہی فائدہ کی بات بتلائی جاتی تھی مگر وہ اسے نقصان دہ ہی سمجھتے تھے۔ بلکہ کفار عرب نے "کانگریس" بنا کر اپنے اجارہ دار عالموں کی ایک جمعیت بنادی جو مسلمان عربوں کے لباس اور وضع قطع میں اسلام کی منافقت و مخالفت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں سرورِ عالم نے ممبر رسالت اور مسند نبوت پر رونق افروز ہو کر مذکورۂ بالا آیت شریفہ کے نازل ہونے کی اطلاع دی تو کانگریسی جمعیت العلماء کے یہ ففتھ کالم کے عناصر وہاں بھی جا پہنچے۔

ففتھ کالم

حضرات آپ کو معلوم ہے کہ جہاں مجاہدوں کی تلواریں کام نہیں کرتیں وہاں یہ ففتھ کالم کے عناصر بڑا کام کر جاتے ہیں۔ چنانچہ موجودہ جنگ میں جب جاپان اور برٹش نبرد آزما تھے تو جاپانی ففتھ کالم کے لوگ ہمارے ہاں بڑی شورش مچارہے تھے، کہتے تھے کہ بس کل سویرے جاپان فلانی ٹرین سے آنے والا ہے۔ اور انگریزوں نے چپٹی ناک اور چھوٹی آنکھ والے لوگوں کو جاپان میں اپنے پروپیگنڈے کے لئے مقرر کر رکھا تھا، وہ وہاں اس کی تعریف اور بہادریوں کے پل باندھ رہے تھے۔ اسی طرح ان کانگریس والوں نے جمعیت العلماء کو ففتھ کالم کا کارنامہ انجام دینے اُن میں بھیج دیا تھا۔ جب حضور نے یہ آیت شریفہ پڑھی تو ان کے کان کھڑے ہوئے کہ لو بھائی جبرئیل یہ کیا نیا پیغام لایا اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اس رسول کو علم غیب تھوڑا ہی ہے جو ہماری منافقت اس کو معلوم ہو جائے گی۔ یہ تو ہمارے جیسا بشر ہے، اسے ہمارے دل کا حال کیا معلوم؟

جب وہاں سے کانگریس نے نوٹس بھیجا کہ جلدی اپنی کارگزاری کی رپورٹ بھیجو، ورنہ تمہاری تنخواہیں ضبط کر لی جائیں گی اور کھایا پیا سب باہر آجائے گا تو اب جمعیت العلماء کے ففتھ کالم کو پریشانی دامن گیر ہوئی۔ سوچ سمجھ کر جواب لکھ دیا کہ جب تم گائے کی دُم کو

چھوڑنا نہیں چاہتے ہو تو یہ (مسلمان) محمد کے دامن سے کیسے چھوٹیں گے۔ ہم اپنے کام میں مصروف ہیں۔ کانگریس نے جواب میں نفسچھ کالم والوں کی تنخواہوں کا اضافہ کر دیا اور روپیہ کا لالچ دے کر ان کی حوصلہ افزائی کی۔ اور لکھ دیا کہ سات سو کی جگہ آٹھ سو، ہزار والے کو بارہ سو ملے گا۔ لگے رہو اپنے کام میں۔ ہاں مسجد نبوی میں جب حضور نے یہ آیت پڑھی کہ اللہ تعالیٰ غیب کی باتوں پر کسی کو مطلع نہیں کرتا تو ففتھ کالم والوں کی جان میں جان آئی کہ بس چلو چھٹکارا ہوا، اور جب مومنوں کے ظاہری حالات کا بیان کیا گیا تو یہ ایک دوسرے کے لباس اور وضع قطع کو دیکھنے لگے کہ عمر کی ریش تو ایک مشت کی ہے اور یہاں "بخاری صاحب" کی ڈیڑھ فٹ، صدیق کی پیشانی پر تو سجدہ کا داغ معلوم ہی نہیں ہوتا۔ اور چھلی کلام کے باپ نے ماتھا رگڑ رگڑ کر روپے کے قریب داغ لیا، عثمان کا پیرہن تو ٹخنے سے اوپر اور یہاں مدنی صاحب کا اتنا لمبا کہ سڑک کی گرد و غبار سب سمیٹ لے۔

جب حضور نے فرمایا۔ کہ خدا کے اختیار میں ہے کہ اپنے رسول کو غیب پر مطلع کر دے تو حضور علیہ السلام نے یمیز الخبیث من الطیب کے لئے بڑے جلال میں آن کر کہا کہ اخرج فلاں ابن فلاں نکل جا یہاں سے اے فلانے فلانے کے بیٹے۔ تو بس جناب پھر نہ پوچھو کہ ان کی کیا گت بنی۔

صدیق نے کسی کو گریبان سے پکڑ کر گھسیٹا تو علی نے کسی کی چٹیا سنبھالی تو بلال نے کسی کی کمر پر لات رسید کی اور کہا کہ خبیثو "پاکستان" میں پلیدستان کا کیا، "پاکستانیوں" میں پلید دم کا کیا کام۔

آزادی کی رٹ

اور آج کل یہ "ازموں" نے تو دنیا کا خانہ خراب کر دکھا ہے۔ کہیں کمیونزم تو کہیں نیشنلسٹ ازم اور دوسری طرف خاکسار آزادی اور احرار آزادی، نیشلسٹ آزادی، یہ آزادی آزادی حرامزادی ہے کیا چیز۔ کون سا جہاد کرنے والے مانگتے ہو؟ وہی جو نجدی نے حجاز میں کیا۔ کافروں اور مشرکوں سے نہیں،

صحابۂ کرام اور اہلِ بیت عظام سے مرنے کے بعد اُن کی قبروں سے جہاد کیا۔ اُن کی ہڈیں نکلوا کر پھکوا دیں۔ واہ رے قرآن اور حدیث کی حکومت! یہاں تو ففتھ کالم والے مسٹر محمد علی جناح کے پاس بھی گئے اور کہا کہ ہم قرآن و حدیث کی حکومت کریں گے، جہاد کریں گے جہاد۔ کس سے جہاد کرو گے، کہا ہم تو اجمیر کا گنبد گرائیں گے۔ یہ بت خانہ بنا ہوا ہے، لاہور میں داتا گنج بخش کی قبر اکھاڑیں گے۔ جناح نے کہا نہیں بھئی ایسا کام مجھ سے تو نہیں ہوگا، عوام بگڑ جائیں گے۔ جب یہاں دال نہیں گلی تو لنگوٹیا کو جاکر تھاما اور اُس سے کہا کہ ہم ہندوستان میں جہاد کریں گے۔ اس نے کہا کیسا جہاد! کہا۔ ہم اجمیر کا گنبد توڑیں گے۔ لنگوٹیا نے کہا۔ ہمارے باپ کا کیا، جاکر کعبے کو توڑ دو! مدینے کا گنبد گرادو، تم خالی ہمارے ساتھ رہو، جو چاہو سو کرو۔

پیغامِ عمل

آخر میں آپ نے فرمایا کہ "میں صدر آل انڈیا سُنّی کانفرنس کی حیثیت سے اپنا کچھ مشن رکھتا ہوں اور مسلمانانِ کراچی کے لئے کچھ پیغامات لایا ہوں، وہ یہ ہیں کہ سب سُنّی نوجوان رضاکارانہ خدمت انجام دیں اور اکھاڑے کے فنون کو دینِ اسلام کی خدمت کے لئے سیکھیں۔ جو کام بھی دین کی خاطر کیا جائے گا وہ عبادت الٰہی میں شمار ہوگا۔"

از اخبار دبدبہ سکندری رامپور جلد ۸۴، شمارہ ۴۵
مطبوعہ ۱۱ر نومبر ۱۹۴۶ء، ص ۴، ۵

اخبار دبدبۂ سکندری رامپور نمبر ۱۲ جلد ۸۰

حضرت مولانا عبد الحامد صاحب قادری بدایونی کا دورۂ نانپارہ و بہرائچ

از جناب جوائنٹ سکریٹری صاحب مسلم لیگ بہرائچ

حضرت مولانا عبد الحامد صاحب قادری بدایونی پروپیگنڈہ سکریٹری آل انڈیا سنی کانفرنس ۲۵ ر فروری کو محمود نگر لکھنؤ کے عام جلسہ میں شریک ہو کر نانپارہ کے لئے روانہ ہوئے ۲۶ ر فروری کو نانپارہ پہونچے اسی دن سہ پہر کو نانپارہ میں ایک عظیم الشان جلسہ ام منجانب مسلم لیگ منعقد ہوا۔ پنجاب کے اراکین وفد کی تقریروں کے بعد حضرت مولانا عبد الحامد صاحب قادری نے ایک ولولہ انگیز تقریر فرمائی۔ حاضرین نے راجہ صاحب نانپارہ کی حمایت و تائید کا عہد واثق کیا۔ شب کو مدرسہ مصباح العلوم کے جلسہ میں حضرت مولانا بدایونی کی تقریر کا نظم کیا گیا راجہ صاحب نانپارہ نے بھی حضرت مولانا کی تقریر کی سماعت کے لئے تمام وقت صرف فرمایا سیرت نبویہ پر آپنے زبردست تقریر فرمائی حضرت مولانا قاضی احسان الحق صاحب نعیمی نے نہایت عالمانہ پُر مغز خطبہ ارشاد فرمایا حضرت مولانا بدایونی ۲۷ ر فروری کو جناب ظہیر الدین صاحب فاروقی کے حلقہ میں تقاریر کریں گے اور ۲۸ ر فروری کو پھر نانپارہ واپس ہو کر راجہ صاحب نانپارہ کی حمایت میں متعدد مقامات پر تقریریں کریں گے اور ۲ ر مارچ کو بریلی پہونچکر مولوی عزیز احمد خان صاحب وکیل کے حلقہ میں کام کریں گے۔

سنی کانفرنس صوبہ سی۔ پی کا خصوصی اجلاس

از جناب مولانا ماجد صاحب قادری ناظم اعلیٰ سنی کانفرنس صوبہ سی۔ پی

۳ ر فروری کو شب کے ۱۰ بجے (سنی کانفرنس) صوبہ جاتی سی۔ پی و برار کا خصوصی اجلاس صدر دفتر میں زیر صدارت حضرت مفتی اعظم شیخ الجامعہ علامہ محمد عبد الرشید خان صاحب دامت برکاتہم منعقد ہوا جس میں صوبہ جاتی سی۔ پی کیلئے تبلیغی دورہ کا پروگرام مرتب ہوا اور چند ضروری مسائل پر غور کیا گیا نیز مرکزی پارلیمنٹری بورڈ آل انڈیا مسلم لیگ کے حالیہ فیصلہ اور اسمبلی سیٹ حلقہ جبل پور کے لئے مفتی اعظم حضرت مولانا الحاج محمد برہان الحق صاحب مدظلہ العالی کے دوبارہ منتخب ہونے پر اظہار خوشی کرتے ہوئے حسب ذیل تجویز تہنیت کرسی صدارت سے پیش ہو کر باتفاق آرا منظور ہوئی

تجویز۔ جمہوریت اسلامیہ صوبہ سی۔ پی و برار کا یہ اجلاس خصوصی فخر ملت مفتی اعظم حضرت مولانا الحاج محمد برہان الحق صاحب صدر مسلم لیگ جبل پور مدظلہ العالی کی خدمت میں مسلمانان صوبہ کی بالعموم و حلقہ جبل پور اور منڈلہ کی بالخصوص مذہبی و ملی رہنمائی کے لئے اسمبلی ممبر شپ کا ٹکٹ ملنے پر صمیم قلب سے ہدیۂ تبریک و تہنیت پیش کرتا ہے۔ اور مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ صوبہ سی۔ پی و برار و مرکزی پارلیمنٹری بورڈ آل انڈیا مسلم لیگ کے اس مدبرانہ انتخاب و فیصلہ کو عنظر استحسان دیکھتا ہے۔ اور اسمبلی میں ایسے مفکر و متبحر عالم دین کی موجودگی کو مسلمانوں کے مذہبی حقوق کی حفاظت اور مسلم لیگ کے مقاصد کی حمایت کا غیر معمولی ذریعہ تصور کرتا ہے۔

اکابر آل انڈیا سُنّی کانفرنس کی جانب سے مُسلم لیگ کی عملی حمایت[1]

---

[1] نواب بہادر یار جنگ (م ۔ ۱۹۴۴ء) اپنے مکتوب محررہ ۲ ار مارچ ۱۹۴۴ء میں مولانا مفتی محمد برہان الحق، جبل پور مدظلہ العالی (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی) کو تحریر کرتے ہیں۔

"یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ حضرات نے آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کے اجلاس کی ذمہ داری بھی اپنے اوپر لے لی ہے ہیں اس عنایت کے لئے سب کا ممنون ہوں"۔

(مکاتیب بہادر یار جنگ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء، ص ۵۴۰)

نوٹ: نواب بہادر یار جنگ، قائد اعظم، قائد ملت اور سردار عبد الرب نشتر کے وہ خطوط جو انہوں نے اکابر اہل سنت کے نام تحریر کئے زیر ترتیب کتاب "تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس" کا حصہ بنیں گے انشاء اللہ

انتخابی معرکہ میں

کانگریس کی شکست فاش

جمہوریت غالبہ سنی کانفرنس کا پہلا کامیاب قدم

ہندوستان بھر میں کانگریس دو فی صدی ووٹ حاصل نہ کر سکی

(از دفتر آل انڈیا سنی کانفرنس مرادآباد)

ہندوستان کے اکثر و بیشتر صوبوں اور ضلعوں میں سنی کانفرنسیں قائم ہو گئی ہیں ان کا ابتدائی قدم یہ تھا کہ کسی طرح کانگریس کامیاب نہ ہو اور مسلمانوں کی تائید اسے حاصل نہ ہو۔ الحمد للہ اس پہلے کارنامہ میں بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہر جگہ کے اراکین سنی کانفرنس نے قریہ قریہ گشت کر کے کانگریس کے دام تزویر سے بھولے بھالے مسلمانوں کو محفوظ اور ہر جگہ کی سنی کانفرنس نے بانگ دہل اعلانات کر کے کانگریس کے خلاف ریزولیوشن پاس کر کے اخبارات میں شائع کرائے صوبۂ پنجاب صوبۂ یو۔ پی۔ صوبۂ بہار۔ صوبۂ کاٹھیاواڑ صوبۂ بنگال۔ صوبۂ بمبئی صرف مسلمانوں کے انتخابات میں صوبۂ دہلی وغیرہ میں انتہائی ذلت سے کانگریس ناکام رہی۔

۳۰ اخبار دبدبہ سکندری رامپور شہید اعظم نمبر

(عکس، شمارہ ۷، ۱۰ دسمبر ۱۹۴۵ء)

مولانا عبدالحامد بدایونی کے کامیاب دورۂ حجاز پر قائدِ اعظم کی مبارک باد

اخبار دبدبۂ سکندری رامپور نمبر ۳۱ جلد ۸۵ — مطبوعہ ۲۱ مئی ۱۹۴۷ء

قائداعظم سے حضرت مولانا عبدالحامد صاحب قادری بدایونی کی ملاقات

دبدبۂ سکندری کے رپورٹر کے قلم سے

حضرت مولانا عبدالحامد صاحب قادری بدایونی کنوینر وفد حجاز نے ۳ مئی کو حضرت قائداعظم سے ملاقات فرمائی۔ ۱۱ بجے سے ۱۲ بجے تک ملاقات کا سلسلہ جاری رہا جس میں نہایت اہم موضوعات پر تبادلۂ خیالات ہوا۔ قائداعظم سے مولانا نے اسلامی حکومت کے دستور و آئین پر بھی گفتگو کی قائداعظم نے فرمایا کہ میں اس امر سے کلیتاً متفق ہوں کہ پاکستان کا دستور وہی ہوگا جو اسلام و قرآن کریم کے مطابق ہو سوشلزم اور مغربی قوانین ہمارے مرض کا علاج نہیں۔ ایک وقت آئے گا جب کہ ساری دنیا قرآن و اسلام کی جامعیت کو تسلیم کرے گی۔

قائداعظم نے حضرت مولانا کی ان خدمات پر جو آپ نے عرب و حجاز میں جا کر فرمائیں مبارکباد دی۔ سیاسی مسائل میں بھی کافی مذاکرہ رہا۔ حضرت مولانا دہلی سے ۴ مئی کو حضرت پیر صاحب مانکی شریف سے مل کر گوالیار جا رہے ہیں۔ جہاں اپنی اہلیہ کا آپریشن کرائیں گے۔

پاکستان بن کر رہے گا
حالات کا پورے صبر سے انتظار کرنا چاہیئے
حضرت مولانا عبدالحامد صاحب قادری بدایونی کا بیان

مرسلہ رپورٹر دبدبۂ سکندری

میں دیکھ رہا ہوں کہ مسلم پبلک ۱۰ تاریخ کے فیصلہ جات معلوم کرنے کے لئے بے چین ہے مسلمانان ہند کو اپنی تنظیم جاری رکھنا چاہیئے۔ اور پورے صبر و ہمت کے ساتھ وقت کا انتظار کرنا چاہیئے۔ انشاء اللہ وہ وقت قریب آ چکا ہے جبکہ مسلمانان ہند اپنے قائد کی کامیاب سیاست و وکالت کے بہترین نتائج دیکھیں گے الحمد للہ کہ قائد ملت ہندیہ مسٹر محمد علی جناح انتہائی تدبر سے معاملات پر اپنی قوت صرف فرما رہے ہیں۔ سب سے زیادہ یہ امر باعثِ مسرت ہے کہ قائد کے قلب میں یہ چیز جاگزیں ہو چکی ہے کہ جو نیا دستور وضع ہو وہ قرآنی نظام کے ماتحت ہو چنانچہ میں نے ۳ مئی کی ایک گھنٹہ کی ملاقات میں اس اہم جزو پر بھی کافی تبادلۂ خیالات کیا اور میں اس ملاقات میں جو نقش لے کر واپس ہوا وہ کسی طرح فراموش نہیں ہو سکتا۔ قائداعظم نے میرے خیالات کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سچ ہے کہ اسلام ایک ایسے مکمل قانون کا نام ہے جس میں دین و دنیا کا تمام نظام موجود ہے ہمیں مطلقاً اس کی ضرورت نہیں کہ ہم بالشوزم یا مغربی دوسرے قوانین کی تقلید کریں۔ ہمارا مستقبل اور ہمارا دورِ حکومت وہی کامیاب ہوگا جو قرآنی دستور کے مطابق ہو قائدِ ملت نے فرمایا کہ آج دنیا کے ممالک کے سینوں میں اسلام اور اس کے قوانین پر عمل کرنے کے لئے ایک نیا جذبہ پیدا ہو رہا ہے۔

میں نے اندازہ کیا کہ مسٹر جناح اس طرف اسلامی و قرآنی سیاسیات کے مطالعہ پر بھی وقت صرف فرما رہے ہیں اور الحمد للہ کہ ان کے حیات و جذبات میں اسلامی قوانین کا رنگ غالب آ رہا ہے۔ وہ دن دور نہیں جبکہ ہم مغرب کی غلامی سے نکل کر اسلام کے دامن میں آ کر اسلامی حکومت کریں اور اس کے لئے مسلم لیگ کے نظام میں رہ کر ہر قربانی کے لئے تیار رہیں اور اپنی تنظیم کو مضبوط سے مضبوط کرتے رہیں۔

(دستخط حضرت مولانا) فقیر محمد عبدالحامد قادری البدایونی (عفی عنہ)
۳ مئی ۱۹۴۷ء

باندا میں سنی کانفرنس کا پاکستانی اجلاس

۳۰ مئی ۱۹۴۷ء مطابق ۸ رجب مرجب کو پُرشکوہ اجلاس ہوگا تنظیم اہل سنت مطالبۂ پاکستان کے حصول کا عملی پروگرام ہوگا یاران اسلام کی غداری پر بے لاگ تبصرہ علمائے سنی کانفرنس کی کامیابی کی عملی جدوجہد کا اعلان مسلمانوں کے لئے مفید اسلامی سیاسی تجاویز پاس ہوں گی

باندا میں عرس سرکار امانت رحمۃ اللہ علیہ

۲۸-۲۹-۳۰ مئی ۱۹۴۷ء مطابق ۶-۷-۸ رجب المرجب کو شاندار پیمانہ سے ہوگا جس میں متعدد علما و مشائخ اپنی اپنی روح پرور تقاریر سے مستفیض فرمائیں گے جمیع وابستگان سلسلۂ حضرت امانت نیز محبان اولیاء اس خاص موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے اور بھلائے فیوض و برکاتِ روحانی سے دامن مقصود کو پُر فرمانے کے لئے تشریف لائیں۔

حضرات علمائے اہلسنت اور مشائخین کرام کا پیام مسلمانوں کے نام

پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت اشد ضروری ہے

دبدبہ سکندری کے نام خاص مراسلہ

ہندستان کے اُن صوبجات میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے خصوصاً اور دوسرے مقامات میں عموماً اسلامی حکومت کا قیام اور قرآن کریم کی روشنی میں مسلمانوں کی علمو عزم وسطالبہ یقیناً ایک ایسا مطالبہ ہے جس کی دعوت حضرات علما و مشائخ کرام صدیوں سے دیتے چلے آئے ہیں اُن کا مقصد حیات ہی ہمیشہ یہ رہا کہ مسلمانوں میں اسلامی احکام کی ترویج ہو اور وہ ایک ایسی آزاد اسلامی حکومت قائم کرسکیں جو اغیار و اجانب کی مداخلت وغلامی سے پاک و صاف ہو اس خصوص میں آل انڈیا مسلم لیگ نے اس طرف چند برس سے جو ساعی اسلامی حکومت یعنی پاکستان کے حصول کے لئے جاری کر رکھی ہیں انہیں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب صدر آل انڈیا سنی کانفرنس سے لیکر ہندستان کے ہزاروں مشائخین و علمائے اہلسنت کی عملی تائید حاصل ہے اور سنی کانفرنس کے اکابر علماء مشائخین پوری قوت کے ساتھ پاکستان کی حمایت کر رہے ہیں اور اسلامی حیثیت سے کفار و مشرکین کے اندر مدغم ہو جانے کو کسی طرح بھی روا نہیں رکھتے۔ کانگرس جماعت یقیناً مسلمانان ہند کے وجود ہی کو جداگانہ حیثیت سے تسلیم نہیں کرتی اس نے اپنے زمانۂ اقتدار میں کھلے بندوں مسلمانوں کے مذہب میں مداخلت کی اور ناروا مظالم کے نیز اس نے اپنی تمام تر کوششیں مسلمانوں کی حیات کے ختم و برباد کرنے میں صرف کیں مسلمانوں کے لئے ان حالات میں کسی طرح بھی اس کے ساتھ مل کر کام کرنا اور کام بھی وہ جو مسلمانوں کی طاقت و شیرازہ کو منتشر اور ختم کردے ناجائز ہے۔ بلاشبہ موجودہ انتخابات کی مہم اور اس کے نتائج اس کا ثبوت دیں گے کہ مسلمانان ہندستان اسلامی حکومت چاہتے ہیں یا نہیں یہ سنٹرل اسمبلی کے انتخابات میں جس طرح مسلمانوں نے مسلم لیگ کی حمایت کی اسی طرح صوبجاتی انتخابات میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ مسلم لیگ کی امداد کرے اور اسے کامیاب بنائے۔ احرار و خاکسار مسلم بورڈ نیشنلسٹ مسلمانوں کی جماعتیں در اصل کانگرس کی بنائی ہوئی جماعتیں ہیں جو مسلمانان ہند کی سربلندی کو مشرکین کے اشارہ سے ختم کرنا چاہتے ہیں ہم تمام صوبوں کے مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ایسے نازک موقع پر صرف مسلم لیگ کی حمایت کرکے اس کے امیدواروں کو رائے دیں۔

(حضرت مولانا) شاہ محمد عبد الحامد صاحب قادری پروپیگنڈہ سکریٹری آل انڈیا سنی کانفرنس (حضرت مولانا) محمد ابراہیم سمتی پوری ناظم ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس بلیو (مولانا) یعقوب حسین صاحب ضیاء القادری ناظم نشر و اشاعت ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس بدایوں۔ مولانا حکیم عبد الناصر صاحب نائب صدر ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس بدایوں (مولانا) محمد طاہر صاحب قادری بدایونی نائب ناظم ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس بدایوں (حضرت مولانا شاہ) عارف اللہ میرٹھی رکن آل انڈیا سنی کانفرنس و خطیب خیر المساجد (حضرت مولانا) سید محمد طاہر اشرف اشرفی جیلانی رکن سنی کانفرنس صوبہ دہلی۔ (حضرت مولانا) محمد صدیق اللہ سنارسی رکن آل انڈیا سنی کانفرنس (حضرت مولانا مفتی) عبد الحفیظ مفتی آگرہ رکن آل انڈیا سنی کانفرنس (حضرت مولانا مفتی) عزیز احمد صاحب بدری مفتی اعظم گڈھی شاہ مولا ہور۔ (مولانا) نذیر حسین صاحب دہلوی (مولانا شاہ) عبد المعبود قادری جبلپوری رکن سنی کانفرنس۔ (حضرت مولانا) ابو الہاشم بہاری رکن آل انڈیا سنی کانفرنس (مولانا) محمد احمد قادری نائب صدر صوبہ بمبئی سنی کانفرنس

مطبوعہ ۱۶ / جنوری ۱۹۴۶ء

تاریخی فتوے

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مشاہیر علماء و مشائخ کا متفقہ فیصلہ

مطبوعہ ۲۹ مارچ سنہ ۱۹۴۶ء

آل انڈیا سنی کانفرنس مسلم لیگ کے اس طریقۂ عمل کی تائید کر سکتی ہے جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو جیسے کہ الیکشن کے معاملہ میں کانگریس کو ناکام کرنے کی کوشش اس میں مسلم لیگ جس سنی مسلمان کو بھی اٹھائے سنی کانفرنس کے اراکین و ممبران اس کی تائید کر سکتے ہیں ووٹ دے سکتے ہیں دوسروں کو اس کے ووٹ دینے کی ترغیب دے سکتے ہیں مسئلۂ پاکستان یعنی ہندوستان کے کسی حصہ میں آئین شریعت کے مطابق فقہی اصول پر حکومت قائم کرنا سنی کانفرنس کے نزدیک محمود و مستحسن ہے۔

(حضرت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ الحاج) مصطفےٰ رضا قادری (جانشین اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (مولانا شاہ) ابو المحامد سید محمد (محدث کچھوچھوی) حضرت صدر الافاضل فخر الاماثل مولانا نعیم الدین مرادآبادی ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس (حضرت صدر الشریعہ مولانا مفتی) امجد علی (حضرت مولانا شاہ) عبد الحامد قادری بدایونی ناظم نشر و اشاعت آل انڈیا سنی کانفرنس۔ (مفتی اعظم حضرت مولانا) محمد ابراہیم القادری (بدایونی۔ بمبئی)۔ (حضرت مولانا شاہ) سید مصباح الحسن سجادہ نشین پھپھوند۔ (حضرت مولانا شاہ) عارف اللہ قادری خطیب خیر المساجد میرٹھ (حضرت مولانا شاہ) محمد ابراہیم رضا خان بریلوی۔ (حضرت مولانا مفتی) محمد ابراہیم سمستی پوری صدر المدرسین دار العلوم شمس العلوم و ناظم ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس بدایوں۔ (مولانا) تقدس علی خان رضوی مہتمم دار العلوم منظر اسلام بریلی۔ (مولانا) عبد المصطفےٰ ازہری مبارکپوری (مولانا) محمد اسمٰعیل محمود آبادی۔ (مولانا) غلام جیلانی (مولانا) محمد ایوب قادری ٹانڈوی (مولانا) ابو المعالی شمس الدین احمد جون پوری صدر المدرسین مدرسہ منظر حق ٹانڈہ (مولانا) محمد نذیر الاکرم مرادآبادی

(مولانا) غلام معین الدین نعیمی سفیر آل انڈیا سنی کانفرنس (مولانا) ظہیر احمد مدرس عربیہ گجرات (مولانا) غلام جیلانی صدر المدرسین مدرسہ اسلامیہ میرٹھ (مولانا) قاضی احسان الحق نعیمی ناظم تبلیغ جامعہ نعیمیہ مرادآباد (مولانا) سید عبد الحق قادری اعظمی۔ (مولانا) محمد مختار اشرفی نعیمی جموں کشمیر۔ (مولانا) عبد المصطفےٰ مدرس دار العلوم اشرفیہ (مولانا) محمد ثناء اللہ مدرس مدرسہ فاروقیہ بنارس (مولانا) اختصاص الدین نعیمی (مولانا) محمد مصطفےٰ علی مدرسہ اسلامیہ میرٹھ (مولانا) رفیق الدین (مولانا) غلام محی الدین مرادآباد (مولانا) عبد الرحیم احمدآباد (مولانا ابو الفرح) محمد علی آنولوی۔ (مولانا) سردار علی منظر اسلام بریلی (حضرت مولانا) محمد اجمل سنبھلی۔ ناظم اجمل العلوم سنبھل۔ (مولانا) محمد طفیل احمد مدرس مدرسہ فیروزپور (مولانا الحاج) سردار احمد صدر المدرسین منظر اسلام بریلی (مولانا) وقار الدین پیلی بھیتی۔ مدرس مدرسہ خیر الاسلام بریلی۔ (مولانا) محبوب حسین اشرفی سنبھل (مولانا) محمد سالم اعظمی۔ (مولانا) عبد الغفور کچھوچھوی۔ (مولانا) محمد شہاب الدین (مولانا) عبد الرشید مدرس علی پور سیداں سیالکوٹ (مولانا) محمد ابراہیم اعظمی۔ (مولانا) عبد الغفور مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی (مولانا) محمد یسین مظفر پوری (مولانا) فضل غنی مدرس منظر اسلام بریلی (مولانا) فضل احمد سجادہ نشین پیلی بھیت۔ (مولانا) محمد سلیمان صدر المدرسین احسن المدارس کان پور۔ (مولانا) محمد محبوب صدر المدرسین کان پور (مولانا مفتی) عبد الرؤف صدر المدرسین مدرسہ قومیہ میرٹھ (مولانا) مختار احمد مدرس مدرسہ اہل سنت امرت سر۔ (مولانا) احسان علی مظفر پوری مدرسہ منظر اسلام بریلی۔ (مولانا) انوار احمد مدرسہ منظر اسلام بریلی۔ (مولانا) نور الہدےٰ رضوی مظفر پوری۔ (مولانا) محمد ذکی نعیمی کچھوچھوی (مولانا قاضی) فضل غنی مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی۔

اخبار دبدبۂ سکندری رامپور نمبر ۲ جلد ۸۵ — ۲

آل انڈیا سنی کانفرنس

نذر بحضرت صدر الافاضل فخر الاماثل استاذ العلما مدظلہ العالی

از حضرت مولانا محمد میاں صاحب اختر حسنی بریلوی

جب پرچم دیں لہراتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
اعدا کے دل دہلاتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس

جب جلوۂ رخ دکھلاتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
ہر محفل پر چھا جاتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس

ہاں فی بھکنے والے دیکھیں گے، ہر مد و جزرِ عالم پر
اب ایسی دھاک بٹھاتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس

اے دشمن ایماں ٹھہر ذرا، الحاد کی اپنے خیر منا
بجلی سی کڑک کی آتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس

جو اس کے مقابل آتا ہے، فی الفور وہ منہ کی کھاتا ہے
کچھ ایسا رنگ جماتی ہے، آل انڈیا سنی کانفرنس

ظالم جو مخالف ہیں اپنے، بجلی سے تڑپتے پھرتے ہیں
جب انکا دل برماتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس

جو بغض و حسد کے پتلے ہیں، وہ پہلے ہی سے جلتے تھے
اب انکو اور جلاتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس

رخ بادِ مخالف کا بدلا پھر بخت مسلماں جاگ اٹھا
اسلام کو پھر چمکاتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس

اعزاز و تفوق کا اپنا، مسلم جو فسانہ بھولا ہے
اب اس کو یاد دلاتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس

مدت سے تم افسردہ تھے اے اہلِ ایماں مژدہ ہو
اب پاکستان بناتی ہے، آل انڈیا سنی کانفرنس

ارشاد سے حضرتِ قبلہ[1] کے یہ نظم لکھی ہے اختر نے
جذبات کو یوں گرماتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس

[1] مراد حضرت مدیر اخبار دبدبۂ سکندری۔

نوائے جمہوریت یا سُنّی کانفرنس کا ترانہ

سُنّی کانفرنس منعقدہ اکولہ (برار) میں پڑھا گیا

از محترم مظہر جبل پوری پروپیگنڈا سیکرٹری آل انڈیا سُنّی کانفرنس صوبہ سی پی و برار

اٹھے ہیں جمہوریت کے حامی ضلال و بدعت فنا کریں گے
خلافتِ راشدہ کا ہندوستاں میں جھنڈا کھڑا کریں گے

ہمارا مونس، ہمارا لیڈر ہمارا قائد ابو المحامد
ہم اپنے رہبر کے زیرِ سایہ قیام عدل و وفا کریں گے

کوئی جماعت کہ انجمن ہو کہ بزمِ آزادیٔ وطن ہو
اصول دیں پر عمل نہ ہو گا تو سب یونہی سر دُھنا کریں گے

یہ زورِ تقریر اور یہ لیکچر یہ قیمتی وقت کی تباہی
بڑیں ہیں جب مسجدیں ہی خالی ہم ایسے جلسوں کو کیا کریں گے

جلوس والوں کی چال کچھ ہے مقال کچھ ہے اور حال کچھ ہے
لگائیں گے بے پناہ نعرے عمل نہ لیکن ذرا کریں گے

عمل ہی ہے جان و دل ہمارا عمل سے ایماں ہے آشکارا
کہ ہم تو ظاہر کے ہیں مکلّف حقیقتِ دل کو کیا کریں گے

خدا کی ملت کے ہم ہیں حامی کرے گا کیا فتنۂ دوامی
شرور کی تیز آندھیوں میں چراغ ملت جلا کریں گے

بجائے تقسیم ہند مظہر کوئی حکومت اگر بنے گی
نہ امن ہرگز نصیب ہو گا ہزار فتنے اٹھا کریں گے

(ماخوذ از اخبار دبدبہ سکندری رامپور
مطبوعہ ۷ فروری ۱۹۴۷ء، ص ۴)

۷۸۶

ہو القادر
رجسٹرڈ حرف اے نمبر ۱۵

خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے
بطفیل جناب سلطان کونین تاجدار دارین سرکار مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا

ہو المعین
تار گاہ:- دبدبۂ سکندری رامپور اسٹیٹ

آل انڈیا سنی کانفرنس
کو یاد رکھنا آپ کی مذہبی و دنیوی زندگی کی دلیل ہے اس لئے آپ اس کو یاد رکھتے ہوئے اس کی تجاویز پر اپنا نظام نامۂ حیات مرتب کریں اور فلاح و بہبود دارین حاصل کریں۔

نواب الحاج سر سید کلب علیخاں بہادر خلد آشیاں کی علمی یادگار

حکم رئیس رامپور سکہ بہ مہر و ماہ زد
ترک سپہر برد رخ بستہ کر بہ چاکری
گشت ز طبع بر حبز نظم زنسخ زیادہ
شہرہ بہ شہر دور کرد رعب و جلال شیری
دال بیان و قائع است مصرعہ گفتہ
سلوت شاہ نامہ و دبدبۂ سکندری
سنہ ۱۲۰۳ھ

دبدبۂ سکندری

رامپور

قیمت ۲/

سنہ ۱۲۸۳ھ میں جاری ہوا

سنہ ۱۸۶۶ء سے چھپتا ہے

سالانہ قیمت: والیان ریاست سے پچاس روپے، امرا و بزرگان قوم و وطن سے بارہ روپے

مالک و مدیر:- محمد فضل حسن صابری

سالانہ چندہ: عام لیکن سے چھ روپے، سادات کرام علمائے عظام سے پانچ روپے، ممالک غیر...

نمبر ۱۱

نذر عقیدت بحضور پر نور محبوب اکرم سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جلد ۸۵

کیفستان

آقائے نامدارے

(مولوی مشتاق احمد صاحب احسن انصاری بلیاوی برادر عزیز جناب مولانا مولوی شائق احمد صاحب یقینی بانی یقینی میڈیکل ہال کمرہ بنگال)

سلام اے مالکِ مولیٰ سلام اے سیدِ عالم — سلام اے ہادیٔ و ملجا سلام اے قبلۂ عالم
سلام اے ساقیٔ کوثر سلام اے شافعِ محشر — سلام اے صاحبِ خُلقِ کرم اے رحمتِ عالم
سلام اے سید و سرور سلام اے احمدِ مرسل — سلام اے تاجدارِ دو جہاں اے رہبرِ عالم
سلام اس پر منور ہیں دو عالم نور سے جس کے — سلام اس پر کہ جس کے دم سے ہے ... [illegible]
سلام اس پر اخوت کا سبق جس نے پڑھایا ہے — محبت اور ملت ہر دلِ مسلم میں کی باہم
سلام اس پر کہ جس نے عاصیوں پر رحم فرمایا — سلام اس پر کہ جس کا در ہے جاری فیض کا دائم

تمنا ہے یہ احسن کی پکاروں المدد جب میں
سفینہ منجدھار میں کشتی تو ہے گا نبیرا ہمدم

گلدستۂ نعت شریف

(از ترجمان جذبات کیپٹن صاحبزادہ شوکت علیخاں صاحب شوق افتخاری ادیب عالم ایڈی سی اعلیحضرت فرمانروائے جب ذرہ دوام اقبالہٗ)

تیرے قدموں میں جگہ ملتی تو بہتر ہوتا — کاش یہ مرتبہ مر کر ہی میسر ہوتا
کاش سودائے نبی سر کو میسر ہوتا — پھر تو دنیا کے لئے سر مرا خود سر ہوتا
تیری بے پایاں عنایت کا سہارا ہے مجھے — کل دوائے مجھے کیو نکر غم محشر ہوتا
دستِ قدرت نے تجھے تاجِ نبوت بخشا — پھر بھلا کون پیمبر ترا ہمسر ہوتا
خاکِ تربت ہی صبا کاش اڑا لے جاتی — اک بگولہ تری گلیوں میں برابر ہوتا
ہے اسیرِ غمِ حسنین ازل سے صولت — اس کی بخشش کو نہ کیوں شافعِ محشر ہوتا

جب سائی کے مزے شوق کو یوں مل جاتے
اس کا سر اور مقدر میں ترا در ہوتا

٭ ٭ ٭

(۱) قطعہ

ہے روشنیٔ کون و مکاں ذاتِ محمد — ہے باعثِ ایجادِ جہاں ذاتِ محمد
ہو دیدۂ بینا تو نظر آئے ہر اک جا — ہر رنگ میں ہے جلوہ نشاں ذاتِ محمد

(۲) رباعی

دنیا کو ملی راہِ ہدایت تم سے — عالم سے مٹی شرک کی ظلمت تم سے
کیوں تم پہ کرے جان نہ صدقے شائق — ہے شوق کو امید شفاعت تم سے

رحمۃ للعالمین

(از جناب سردار عالم صاحب عالم آرہ آبادی بخشی بازار آرہ آباد)

جہاں میں جس گھڑی وہ رحمۃ للعالمین آیا — بہار آئی خزاں بھاگی شباب نازنین آیا
صبا نے یہ کہا آکے خوش ہو تو کرے تسلیم — محمد مصطفیٰ دنیا میں ختم المرسلیں آیا
ترانہ گایا حور و نے ملایک نے کیا سجدہ — زمیں پر جس گھڑی محبوب رب العالمین آیا
ہوئے شمس و قمر روپوش تارے بھی ہوئے غائب — وہ جب دم منبع انوار بر فرش زمیں آیا

گرو سجدہ خدا کا اور غلامی اتِ طیبہ کی
کبھی ان کے غلاموں پر کوئی غالب نہیں آیا

کہتا ہے صوبۂ بہار سلام

(از حضرت ناصر الاسلام مولانا مولوی قاری سید محمد عبد السلام صاحب قادری باندوی ناظم تبلیغ آل انڈیا سنی کانفرنس دامت فیضہم)

بزم سونی ہے تاجدار سلام — اے رسولوں میں انتخار سلام
آپ پر صدقے لاکھ بار درود — اور کچھ اور بے شمار سلام
ہے بہت مضطرب تری امت — بے قراروں کو دے قرار سلام
آفتِ ارضی و سماوی کے — ٹوٹتے ہیں ہم پہ کوہسار سلام
غم امت میں رونے والے رسول — تیری امت ہو دل فگار سلام
ہر طرف سے ہے زغۂ اعدا — ہم ہوئے جاتے ہیں شکار سلام
ہوئے لاکھوں شہید تیرے غلام — کہتا ہے صوبۂ بہار سلام
دستگیری ہو یا رسول اللہ — دور غم کیجئے غمگسار سلام
اتحادِ قلوبِ مسلم کو — شانۂ زلف سے سنوار سلام
خاتمہ بدر دے فتح ہم کو — ہو دیں کفار شرمسار سلام
فتح مکہ سا صدقہ پاکستان — ہند میں دیکھے اقتدار سلام
بدر میں آ کہ نگہبان باشی — تم پہ کرتے ہیں جاں نثار سلام

قطعۂ تاریخ پاکستان

"تاریخ اساس نیک پاکستان"

۱۹ ۴ ۴۷

کُنتم خَیرَ اُمّۃٍ[۱]

۱۳ ھ ۶۶

از پروفیسر حامد حسن قادری، سینٹ جانس کالج، آگرہ
خلیفۂ حضرت امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ہوا قائم جو پاکستان آخر
بھلی قسمت تھی ہندستاں کی واللہ

سمجھتے ہیں اسے وہ مژدۂ امن
جو اسلام اور مسلم سے ہیں آگہ

یہ دنیا کو ہے آزادی کا پیغام
شبِ تاریک میں ہے مشعلِ راہ

مساوات و اخوّت کا علم دار
سکون و عافیت کا پیش خیمہ

ریاست کی مثالِ بے مثالی
سیاست کا زمانے کو نمونہ

سناؤں قادری قرآں سے تاریخ
بتاؤں اس کی اک وجہ موجّہ

مسلمانوں کا پاکستان حق تھا
کہ تھا ارشاد "کُنتم خَیرَ اُمّہ"[۲]

—۱۳۶۶ھ—

---

[۱] سورۂ آل عمران رکوع ۲ پارہ ۴

[۲] دبدبۂ سکندری رامپور، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۴۷ء ص ۲

قطعۂ تاریخ طباعت

خطبات آل انڈیا سُنّی کانفرنس

از حضرت سیّد شرافت نوشاہی مدظلہ العالی

صد شکر کہ ایں کتابِ کامل
مجموعۂ خطبہ ہائے جانی

از پیر جماعتِ علی شاہ
ہم فکرِ علی حسین بانی

علّامہ حامدِ رضا خاں
ہم شاہِ نعیم دیں مکانی

شاہ عبدِ علیم میرٹھی داں
ہم امجدِ اعظمی عیانی

عبدُ الحامد بدا وَنی خوب
آں محرمِ جلوۂ نہانی

ہم سَید محمّدِ محدّث
مصباحِ حسن شہِ جہانی

از سعیِ جلالِ دیں محمّد
شد نشرِ فیوضِ جاودانی

گو سالِ طباعتش شرافت
"خطبات جواہرِ معانی"

۱۳۹۸ھ

قطعۂ تاریخ طباعت

"خطبات آلِ انڈیا سُنّی کانفرنس"

نتیجۂ فکر ابوالطاہر فدا حسین فدا مدیرِ اعلیٰ "مہر و ماہ" لاہور

جلالِ دیں قادری کی واللہ، ہے کیا ہی تالیف، دل نشیں یہ
کہ جس کا ہر لفظ درحقیقت، حقیقتوں کا ہے شاہپارا
جناب حامد رضا و حضرت امیرِ ملّت کے جذبِ دل کا
دلِ عدو کی رگوں پہ بیشک سدا ہی چلتا رہے گا آرا،
کہاں ہیں وُہ مردِ حق، مجاہد، کہاں وُہ عزم و عمل سراپا؟
تھا دردِ ملّت دلوں میں جن کے، تھا جن کا عشقِ نبی سہارا
تڑپ اِک آزادیٔ وطن کی تھی، جن کی رگ رگ میں کارفرما
چمک رہا دم قدم سے اُن کے وطن کی قسمت کا ہے ستارا
یمِ تفکّر میں غوطہ زن جو فدائے تاریخ گو ہُوا تو
سنِ طباعت پہ اس کے مُلہم "وقائع تاریخ" ہے پکارا
۱۳۹۸ھ

ماخذ و مراجع

کُتب

نمبر شمار	نام کتب	مؤلفین	سن و مقام اشاعت	
۱	آزادیٔ ہند	رئیس احمد جعفری	لاہور	۱۹۶۹ء
۲	اسلام ان انڈو پاکستان سکنٹی نینٹ (انگریزی)	میاں عبدالرشید	"	۱۹۷۷ء
۳	اسلام اور قائدِ اعظم	محمد حنیف شاہد	"	۱۹۷۶ء
۴	اعلیٰ حضرت بریلوی کی سیاسی بصیرت	سیّد نور محمد قادری	"	۱۹۷۵ء
۵	اکابرِ تحریکِ پاکستان	محمد صادق قصوری	"	۱۹۷۶ء
۶	الخطبۃ الاشرفیہ للجمہوریۃ الاسلامیہ	سیّد محمد محدّث کچھوچھوی	مراد آباد	۱۹۴۶ء
۷	پیغام بنام موتمرِ کُل ہند جمعیۃ علماء اسلام کلکتہ	علامہ شبیر احمد عثمانی	طبع ہاشمی بک ڈپو، لاہور	
۸	تاریخ نظریۂ پاکستان	پیام شاہجہانپوری	لاہور	۱۹۷۰ء
۹	تحریکِ پاکستان اور آئین پاکستان	محمد مظفر مرزا، پروفیسر البیرونی	"	
۱۰	تحریکِ پاکستان اور علمائے دیوبند	سیّد محمد فاروق القادری	"	۱۳۹۶ھ
۱۱	تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء	چوہدری حبیب احمد	"	۱۹۶۶ء
۱۲	تحریک و تاریخ پاکستان	پروفیسر شیخ محمد رفیق	"	۱۹۷۷ء
۱۳	تذکرہ اکابرِ اہلِ سُنّت (پاکستان) جلد اوّل	محمد عبدالکریم شرف قادری	"	۱۹۷۶ء
۱۴	تذکرہ شاہ جماعت	سیّد حیدر حسین شاہ	"	۱۹۷۳ء
۱۵	چمنستان	ظفر علی خاں	"	

۱۶	حضرت شیخ القرآن	رانا منظور احمد خاں	وزیر آباد	۱۹۷۱ء
۱۷	حیات اعلیٰحضرت	مولانا ظفر الدین بہاری	کراچی	۱۹۵۵ء
۱۸	حیات صدر الافاضل	مولانا غلام معین الدین نعیمی	لاہور	طبع دوم
۱۹	خطبات عُثمانی	پروفیسر محمد انوار الحسن شیر کوٹی	"	۱۹۷۲ء
۲۰	خطبۂ صدارت جمعیت عالیہ	مولانا محمد حامد رضا خاں قادری	بریلی	۱۹۲۵ء
۲۱	خطبۂ صدارت جمہوریہ اسلامیہ	سیّد محمد محدّث کچھوچھوی	مراد آباد	۱۹۴۶ء
۲۲	خطبہ صدارت سُنّی کانفرنس، پھپوند	سیّد مصباح الحسن مودودی	"	"
۲۳	خطبۂ صدارت مسلم لیگ کانفرنس، میرٹھ	علامہ شبیر احمد عثمانی	طبع ہاشمی بک ڈپو لاہور	
۲۴	سات ستارے	حکیم محمد حسین بدر	لاہور	۱۹۷۸ء
۲۵	سیرت امیر ملّت	پروفیسر محمد طاہر فاروقی	"	۱۳۹۴ھ
۲۶	شاہراہِ پاکستان	چودھری خلیق الزماں	کراچی	۱۹۶۷ء
۲۷	ضیاء القنادیل	انجمن حزب الاحناف	لاہور	۱۹۲۵ء
۲۸	فاضل بریلوی اور ترک موالات	پروفیسر محمد مسعود احمد	"	۱۹۷۲ء
۲۹	قائدِ اعظم اور مسلم پریس (جلد اوّل)	پروفیسر احمد سعید	"	۱۹۷۶ء
۳۰	قائدِ اعظم کے ۷۲ سال	خواجہ رضی حیدر	کراچی	"
۳۱	قائدِ اعظم میری نظر میں	ایم۔ اے۔ ایچ اصفہانی	لاہور	"
۳۲	مآثر الاجداد	پروفیسر منظور الحق صدیقی	"	۱۹۶۴ء
۳۳	مجبور آوازیں	خالد لطیف گابا	"	۱۹۷۵
۳۴	مکاتیب بہادر یار جنگ	بہادر یار جنگ اکادمی	کراچی	۱۹۶۷ء
۳۵	ملفوظاتِ امیرُ الملت	سید منور حسین شاہ	لاہور	۱۹۷۶ء
۳۶	نقش حیات (جلد دوم)	علامہ حسین احمد مدنی	"	۱۹۷۵ء

اخبارات

نمبر شمار	نام اخبارات	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱	ہفت روزہ افریشیا	لاہور	۲۴-۳۰ مارچ ۱۹۶۸ء
۲	" اقدام	"	۲۶ مئی ۱۹۶۳ء
۳	" الفتح	کراچی	۱۴-۲۱ مئی، ۲۸ مئی- ۴ جون ۱۹۷۶ء
۴	" الفقیہ	امرتسر	مختلف شمارے ۱۹۴۰ء — ۱۹۴۵ء
۵	" چٹان	لاہور	۲۶ جون ۱۹۷۲ء
۶	" دبدبۂ سکندری	رام پور	متعدد شمارے ۱۹۴۵ء — ۱۹۴۷ء
۷	" زندگی	لاہور	۲۴-۳۰ ستمبر ۱۹۷۳ء
۸	" رضائے مصطفیٰ	گوجرانوالہ	۱۹ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ، ۸ صفر ۱۳۸۸ھ
۹	روزنامہ انجام	دہلی	۱۵ جولائی ۱۹۴۵ء، ۱۱ نومبر ۱۹۴۶ء
۱۰	" مساوات	لاہور	۱۴-۱۵ اگست ۱۹۷۶ء
۱۱	" نوائے وقت	"	۳۱ دسمبر ۱۹۶۵ء، ۷ جون ۱۹۶۸ء
۱۲			۲۶ اگست ۱۹۷۱ء، ۱۳ مئی ۱۹۷۶ء
۱۳			۱۰ مئی، ۲۷ مئی ۱۹۷۸ء

رسائل

نمبر شمار	نام رسائل	مقامِ اشاعت	سنِ اشاعت
۱	اُردو ڈائجسٹ (ماہنامہ)	لاہور	جولائی ۱۹۶۸ء
۲	السواد الاعظم 〃	مُرادآباد	رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ، شعبان ۱۳۴۹ھ شوال ۱۳۵۰ھ
۳	اشرفی 〃	کچھوچھا (فیض آباد)	اپریل، مئی ۱۹۲۵ء
۴	برگِ گُل قائدِ اعظم نمبر	کراچی	دسمبر ۱۹۷۶ء
۵	چراغِ راہ نظریہ پاکستان نمبر	〃	
۶	سیارہ ڈائجسٹ ماہنامہ	لاہور	اگست ۱۹۷۴ء
۷	ضیائے حرم 〃	〃	جون، جولائی ۱۹۷۶ء
۸	فیضان 〃	〃	مارچ ۱۹۷۸ء
۹	ترجمان اہلسنت 〃	کراچی	اگست ۱۹۷۱ء